TEXT PROBLEM WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222180
UNIVERSAL LIBRARY

OUP—68—11-1-68—2,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵ع/ ت۳۳۳ج ع Accession No. 727

Author عبدالحلیم شرر

Title عزیزہ مصر

This book should be returned on or before the date last marked below.

Checked 1978

عزیزۂ مصر

بعہد خلافت عباسیہ

بنی طولون مصر کے زمانے کا ایک تاریخی ناول جس میں اس عہد کی حکومت عرب اور اُن کی معاشرت کے واقعات دلچسپی اور لطف کے ساتھ دکھائے گئے ہیں

مصنفہ

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شررؔ مرحوم مولف تاریخ سندھ ارض مقدس وغیرہا

جسے

خاکسار حکیم محمد سراج الحق شرر اونر و پبلشر دلگداز نے

[illegible]

دلگداز پریس لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان میں

چھپوا کر شائع کیا

طبع ثالث ۱۲۰۰ جلد — جملہ حقوق محفوظ ہیں — قیمت [illegible]

کارخانہ روضۃ الریاحین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر

(آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں)

عطر کے لیے لکھنؤ مشہور ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جو عطر ہے وہ باہر والوں کو نہیں ملتا۔ کیونکہ کمیشن ایجنٹوں کے ہاتھ ہے اور ان کی دخل و فصل کا خمیازہ ان بیچارے خریدوں کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگواتے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہیں۔ اور بعض اشتہار دینے والوں کی یہ حالت ہے کہ روپیہ کا مال دو کو اور کبھی چار کو بھیج دیتے ہیں۔ یہ عام خرابیاں دیکھ کے ہم نے ذمہ لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائیں ان کے لیے معتبر اور مستند کارخانے کے عطر اعلیٰ درجے کے تیل وغیرہ خاص طور پر اہتمام کر کے مال بخوبی جانچ کے اور کفایت سے خرید کر کے روانہ کر دیا کریں جس کا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے۔ عطر کے شائق ایک بار امتحاناً منگوا کر دیکھ لیں کہ ہمارے ذریعہ سے انہیں کیسا اچھا عطر اور کن داموں کو ملتا ہے۔

عطروں کی فہرست حسب ذیل ہے

عطر حنا فی تولہ	[illegible]	عطر پانڑی فی تولہ	[illegible]	عطر فردوس فی تولہ	[illegible]
” موتیا	[illegible]	” بیلہ	[illegible]	” برگ حنا	[illegible]
” چنبیلی	[illegible]	” مجموعہ	[illegible]	” راحت روح	[illegible]
” کیوڑا	[illegible]	” جوہی	[illegible]	” سہاگ	[illegible]
” خس	[illegible]	” سنگترہ	[illegible]	” مہک پری	[illegible]
” قند	[illegible]	” چمپا	[illegible]	روح سا پانڑی	[illegible]
” نسری	[illegible]	” سنا علی	[illegible]	” مٹی	[illegible]
” اگر فرنگی کہنہ	[illegible]	” اگر فرنگی	[illegible]	روح گلاب اصلی	[illegible]
روح خس دیسی	[illegible]	روح ناگیسر	[illegible]	” شہنانہ	[illegible]
عطر [illegible]	[illegible]	عطر [illegible]	[illegible]	” محبوب ہند	[illegible]

خوشبودار تیلوں کی فہرست ملاحظہ ہو

روغن چنبیلی فی سیر [illegible]	روغن بیلہ فی سیر [illegible]	روغن کیوڑا فی سیر [illegible]	روغن حنا فی سیر [illegible]

اعلیٰ درجے کا خوشبودار عمدہ بامزہ تمباکو

زردہ تمباکو مشکی فی سیر [illegible]	قوام مشکی فی تولہ [illegible]	گولیاں تمباکو مشکی طلائی فی تولہ [illegible]
ایضاً زعفرانی [illegible]	ایضاً [illegible]	نقرئی [illegible]

نوٹ۔ درخواست آنے پر ویلیو پی ایبل روانہ ہوگا بار داک و مصارف ڈاک ذمہ خریدار [illegible]

آپ کا خادم حکیم محمد سراج الحق [illegible] دلگداز [illegible] لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

سنگدل امیر خراج

۲۵۴ھ میں طغیانی نیل کا زمانہ ہے اور سہ پہر کا وقت۔ اس عہد کے مشہور و معروف آبل یعنی دار السلطنت مصر شہر قسطاط میں ایک عالیشان قصر کے بلند صحن میں بر لب آب واقع ہے ایک پچاس برس کا مغرور و متکبر شخص عجمی ریشمی قالین پر عجب نخوت کے انداز سے زرنگار گاؤ تکیے سے لگا بیٹھا ہے۔ یہ ایک حبشی خط و خال کا سیاہ فام بڈھا ہے گنجے سر پر زرین عمامہ ہے جس کی بندش قدیم الایام کے ساسانی وزراے عجم کے عماموں کی سی ہے۔ غیر مسطح اور پر شکن پیشانی کے نیچے چھوٹی چھوٹی آنکھیں ہیں جو نیچے دیکھتے وقت گداز اور بھرے بھرے پپوٹوں میں اس طرح چھپ جاتی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے بند ہیں لیکن جب وہ انھیں خوب کھول کے کسی کی طرف غصے سے گھورنے لگتا ہے تو ان سے یک بیک سنگدلی۔ شقاوت۔ کینہ وری۔ بیوفائی۔ نفس پروری۔ بدکاری اور حرص و طمع کے جذبات ایسی بری طرح نمایاں ہو جاتے ہیں کہ دیکھنے والے ڈرنے لگتے ہیں۔ حبشی خون کی آمیزش کے ثبوت میں ناک چپٹی اور بیٹھی ہوئی ہے۔ اور ہونٹھ موٹے ہیں۔ ڈاڑھی مونچھوں کے بل کھائے ہوئے بالوں میں نیل کا خضاب ہے جس کی سیاہی میں روغن بلسان نے چمک پیدا کر دی ہے۔ حریر سبز کی رومی قبا اس کے جسم میں ہے۔ کمر میں مرصع و مغرق پٹکہ ہے اور اس میں ایک پیش قبض اُڑسا ہوا ہے

اسی کے قریب مگر قالین کے باہر دو ایک خوشامدی مصاحب بیٹھے ہین جو اس کی ہان مین ہان ملاتے اور اُس کے بدکاری و حرص کے جذبات کو بڑھاتے رہتے ہین۔ اور اُن مصاحبون کے پیچھے دو نون جانب پچاس پچاس نوعمر و نوخیز خوبرو و کمان ابرو ترکی غلام سرون پہ آسمانی رنگ کے زرنگار شملے باندھے۔ کانون مین بڑے بڑے موتیون کے گوشوارے ڈالے۔ حریر سُرخ کی لمبے لمبے دامنون کی قبائین پہنے۔ چوڑے چوڑے مطلا و مرصع پٹکے باندھے اور بھاری بھاری فولادی گرز شانون سے لگائے جن کی چوٹیون پہ نقرئی لٹو ہین خاموش و مودب کھڑے ہین۔ یہ سو ترکی غلامون کا دلکش اور رعب ڈالنے والا گروہ اس شخص کو بہت ہی عزیز ہے جس کو وہ اپنا سرمایۂ ناز سمجھتا اور جانتا ہے کہ انھین سے لوگون پہ میرا رعب پڑتا ہے۔ چنانچہ یہ غلام ہر جگہ اس کے ساتھ رہتے ہین۔ گھر کے دربار مین سامنے صف باندھ کے کھڑے ہوتے ہین کہین جاتا ہے تو راستہ مین اُسے اپنے جھرمٹ مین لیے رہتے ہین۔ اور کیسی ہی نازک جگہ ہو اس کا ساتھ نہین چھوڑتے۔

یہ مصر کا موجودہ کلکٹر یعنی اعلیٰ افسر تحصیل خراج اور امیر مال و خزانہ احمد بن مبرد ہے جو دراصل منصور بن متوکل کا آزاد شدہ غلام ہے۔ منصور نے جو پہلے والی مصر و شام رہ چکا تھا اب کی بغداد سے واپس آکر اس کو آزاد اور اس خدمت پہ مقرر کیا۔ اور چونکہ اس کے تقرر کی منظوری خاص بغداد سے منگوائی تھی اس لیے بعد کے والیون مین سے کسی کو اس کے اس خدمت سے ہٹانے کی جراءت نہین ہوئی۔ مگر ان آزادیون نے اس کی غلامی کی شرافت کو ابھار دیا۔ اس مین کبر و نخوت کے جذبات پیدا ہوے۔ حرص و طمع اور ہوس دولت روز بروز بڑھتی گئی۔ چنانچہ ان دنون اس کی بدکاریون اور سخت گیریون سے رعایا سخت نالان ہے۔ اس گڑھی اس کا مُنھ دریاے نیل کی طرف ہے جس مین ہر وقت سواری اور بار برداری کی تاجرانہ کشتیان آتی جاتی رہتی ہین۔ اکثر تو بہاؤ پہ نشیبی شہرون اور سمندر کی طرف جاتی ہین۔ اور بعض جن مین سے اکثر قیمتی سامان تجارت سے لدی ہوتی ہین ان کے مستولون مین رسیان باندھ کر ملاح رسیون کے سرے ہاتھون مین لے کے گھٹنون پانی مین

چلتے۔ اور نیل کے کنارے کنارے اُن کو کھینچتے ہوے جنوبی بلاد صعید و تھود ان کی طرف لیے جاتے ہین۔

ابن مبرد دیر تک اِن کشتیون کو دیکھتا رہا۔ پھر اپنے ایک مصاحب کی طرف رُخ کرکے بولا ”سفیان۔ دیکھتے ہو یہ کشتیان کس آزادی کے ساتھ بے روک ٹوک یہان سے گزر جاتی ہین؟ میرا زور چلتا تو ان مین سے ایک بھی جب تک مقررہ شرح محصول سے جو گنی رقم نہ ادا کرتی نہ جانے پاتی۔ اور یہان تو یہ خراب معمول پڑ گیا ہی کہ جو کشتیان کنارے نہ آئین اور سیدھی آگے بڑھ جائین اُن سے کچھ لیا ہی نہین جاتا“

سفیان ”مگر حضور کو اختیار ہے کہ جس سے جتنا محصول چاہین وصول کر لین“

ابن مبرد ”ہونا تو یہی چاہیے۔ اس لیے کہ خراج وصول کرنا اور ضرورت دیکھ کر اس کی شرح کو گھٹانا بڑھانا خاص ہمارا کام ہے۔ مگر یہان انتظام کی یہ خوبی ہے کہ والی ملک الگ ہے اور عہدہ دار خراج الگ۔ پھر مصیبت یہ کہ والی جو شکایت لکھ بھیجے اس کا بغداد مین بہت لحاظ کیا جاتا ہے“

یہ سُن کر ایک دوسرا مصاحب بولا ”خوب بھلا حضور کے کام مین والی کو کیا دخل؟ اُن کا تو یہ کام ہے کہ فوج کو درست اور مملکت پر شاہی تسلط کو برقرار رکھین باغیون کی سرکوبی کرین۔ یا قرب و جوار کے علاقون کو فتح کرکے قلمرو خلافت مین شامل کرین“

ابن مبرد ”کیدر ضبعی (یہی اس دوسرے مصاحب کا نام ہے) ان کا ایک کام تم بھول گئے (مسکرا کر) اُنھین یہ بھی حق دیا گیا ہے کہ لوگون کی چغلی کھائین شکایتون کے دفتر لکھو لین۔ اور فتنہ انگیز اطلاعین وزراے خلافت تک پہونچائین۔ اسی وجہ سے مین مجبور ہون کہ اُن کو خوش رکھون“

کیدر ”والی ہمیشہ دولت کے بھوکے ہوتے ہین شکایت اور چغلی فقط اس لیے ہوتی ہے کہ لوگون سے رقمین وصول کرین سچ پوچھیے تو وہ فقط اس لیے ہین کہ عہدہ داران مال کو دونون ہاتھون سے لوٹا کرین“

ابن مبرد ”اور اسی وجہ سے عہدہ داران مال کو مجبور ہونا پڑتا ہے کہ رعایا کو لوٹین۔ ابھی تک یہان کے والی احمد بن مزاحم تھے۔ جن کے منھ پر مین ایک

اذیت رسان زخم کیطرح ہمیشہ روپیہ کا پھاہا چڑھاتا رہا۔" یہ کہہ کے ابن مبرد نے اپنی اس ادیبانہ سخن آفرینی پر سفیان کیطرف داد طلب نگاہوں سے دیکھا۔ اور اس نے بے اختیار خوش ہو کے کہا "سبحان اللہ۔ یہ ہے فصاحت و بلاغت۔ اور شاعرانہ تشبیہیں کہتے ہیں"

اکیدر: "تو یقین ہے کہ یہی پھاہا حضور نئے والی احمد بن طولون کے زخم دہان پر بھی چڑھا دیں گے"

ابن مبرد: "ہاں یہ علاج تو کرنا ہی پڑے گا۔ مگر سنتا ہوں کہ وہ بڑا سخت اور نہایت مکار آدمی ہے۔ اسکی نسبت سارے شہر میں مشہور ہو رہا ہے کہ رعایا کا دوست اور سرکاری عہدہ داروں کا دشمن ہے۔ دیکھیے اُس سے کیسی نبھتی ہے"

سفیان: "ابھی کل تو وہ آیا ہے۔ دو چار مہینوں میں یہاں کے معاملات سمجھنے کے قابل ہو گا۔ اسوقت تک اس پھوٹنے والے پھوڑے کو آپ روپیہ کی پلٹس سے توڑ کے بہا چکیں گے اور جو کچھ مادہ اندر باقی رہ جائے گا اسکو شربت دینار تحلیل کر دے گا"

ابن مبرد: "اس علاج کو میں نے شروع کر دیا۔ کل اس سے ملنے کو گیا تھا۔ بظاہر خلق و مروت سے ملا۔ اور صبح کو اطلاع ملی کہ تھوڑی دیر میں وہ بازدید کی ملاقات کو آئے گا۔ ارادہ ہے کہ ایک لاکھ دینار نذر کرنے کا اس سے وعدہ کر لوں"

اکیدر: "اُفوہ! اتنی بڑی رقم۔ اس کا یکشت ادا کرنا تو دشواری سے خالی نہ ہو گا"

ابن مبرد: "میں نے اس کی تدبیر بھی سوچ لی۔ ایسے شخص کو تاکا ہے جس سے مجھے بھی جلد انتقام لینے کا موقع مل جائے گا۔ یہ کوئی چھپی بات نہیں ہے کہ قسمت نے چند روز مجھے منصور بن متوکل عباسی کا غلام بنا رکھا۔ اُسی نے ابھی چند ہی روز ہوئے ہوں گے کہ مجھے آزاد کر کے یہاں کا امیر خراج مقرر کر دیا تھا۔ مگر اس کی نئی مصریہ جورو نے میرے ساتھ ایسے سلوک کیے کہ جب تک بدلہ نہ لے لوں گا چین نہ پڑے گا۔ دولت اس سے زیادہ مصر و شام میں کسی کے پاس نہیں ہے۔ منصور نے برابر سات سال والی رہ کر شام و مصر کو لوٹا۔ اور اب مصر میں اسے ایک ایسی جورو مل گئی جو مقوقس کی نسل سے ہے اور عزیزۂ مصر کہلاتی ہے۔ اس لیے کہ مقوقس کے حقوق کے لحاظ سے مسلمان والیان ملک ہمیشہ اس کے خاندان اور اُس کی جائداد کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ فی الحال منصور بغداد سے ایوان خلافت کی بہت سی دولت لوٹ کے یہاں بھاگ آیا ہے اور نئی قبطیہ

بیوی کے پاس چھپا بیٹھا ہے۔ وہاں بغداد کے خلیفہ گرفتار کرانا ترک اس کی تلاش میں ہیں۔ ایسی حالت میں اسکو گرفتاری کی دھمکی دے کر یہ رقم بآسانی وصول کر لی جا سکتی ہے۔ اور اسی بہانے مجھ کو بھی اپنا انتقام مل جائے گا۔ اس لیے کہ یا تو خود منصور اپنی جان کے خوف سے یہ رقم ادا کر دے گا اور یا اسکی وہ عزیزۂ مصر جولیانا میاں کی محبت میں اس رقم کو دے گی۔ یہ خیال آتے ہی میں نے اپنے داروغۂ خراج کو بھیجا ہے کہ آج ہی منصور اور اسکی بیوی کو گرفتار کر کے میرے سامنے حاضر کرے"

سفیان "نہایت مناسب تدبیر ہے۔ ان امور میں تو حضور کی رائے ہمیشہ صائب ہوا کرتی ہے۔ اور کبھی بٹا نہیں پڑتی۔ مگر میں نے سنا ہے کہ ابن طولون روپیہ سے زیادہ حسن و جمال کا دلدادہ ہے۔ اور ہمیشہ خوبصورت اور پری جمال کنیزوں کی فکر میں رہا کرتا ہے"

ابن مبرد "تو اسی خوبصورت عزیزۂ مصر جولیانا سے جس کے رگ و پے میں روم و قبط کے شاہی گھرانوں کا خون دوڑ رہا ہے اسکی آتش ہوس بجھائی جا سکتی ہے۔ اسکی عمر ابھی چودہ سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ اور جو دلربائیاں اس میں ہیں شام و مصر کی کسی لڑکی میں نہیں ہو سکتیں۔ تم اپنے دل میں کہتے ہوگے کہ منصور مصر و شام کا حکمران رہ چکا ہے خاندان عباسی سے ہے۔ ایک خلیفہ کا بیٹا اور ایک کا بھائی ہے۔ اس پر میرا زور نہ چلے گا۔ مگر اس کا مطلق اندیشہ نہیں۔ اس لیے کہ فی الحال وہ خلافت کا اشتہاری مجرم ہے۔ اس موقع پر اگر میں اس کی دولت پر قبضہ کر لوں اور ابن طولون اسکی جورو کو چھین لے تو اس سے بجز خاموشی کے کوئی بات نہ بن پڑے گی"

کیدر "تو اس تدبیر سے شاید حضور کو یہ بھاری رقم نذرانے میں نہ دینا پڑے گی۔ واقعی یہ بہت ہی مناسب اور سودمند تجویز ہے"

ابن مبرد "مگر والیوں کی ہوس اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ ابن طولون بغیر کچھ نقدی رقم لیے نہ مانے گا۔ اور جو کچھ لے گا اسکو بھی بڑے نخروں سے اور بہت سی حجتوں کے بعد قبول کرے گا۔ لوگ مجھے ظالم اور سخت گیر کہتے ہیں ہر شخص کی زبان پر ہے۔ کہ میں نے ملک کو لوٹ لیا۔ مگر میری مجبوریوں کو کوئی نہیں دیکھتا۔ اتنی اتنی

بڑی زمین والیون کو دینا پڑتی ہین پھر لوٹون نہین تو کیا کرون؟ میرے بالا دست مجھے لوٹتے ہین اور مین رعایا کو لوٹتا ہون"

سفیان:- "اور سچ یہ ہے کہ جو کوئی خوش انتظامی و استقلال سے سلطنت کا خراج وصول کرتا ہے اُسے لوگ ایسے ہی الزام دینے لگتے ہین"

ابن مبرد:- "اس کو مین مانتا ہون کہ رعایا سے جس قدر مین نے وصول کیا آج تک کوئی نہین وصول کر سکا تھا۔ مگر بقول تمھارے یہ میری خوش انتظامی اور خوش تدبیری کی برکت ہے ورنہ کوئی جان کے روپیہ نہین چھوڑ دیتا۔ اور میری کامیابی کا اصلی راز یہ دلفریب و دلربا غلام ہین جو دوستون کے آگے خوبصورت گلدستون کا اور رعایا کے سامنے آنکھون کو خیرہ کر دینے والے صاعقے کا کام دیتے ہین"

دوسرا باب

گورنر کے غلام

احمد بن مبرد اپنی اور اپنے غلامون کی تعریف کر رہا تھا کہ اس کے حاجب (عرض بیگی) تحطبہ نے آکے ادب سے عرض کیا "اقبال امیر بلند۔ عزیزہ مصر شاہزادی جوجو لیانا جس کی گرفتاری کا حکم ہوا تھا حاضر ہے"

ابن مبرد:- "اور اس کا شوہر منصور نہین آیا جو اصلی مجرم ہے؟"

تحطبہ:- "وہ تو نہین ملا"

ابن مبرد:- "خیر اس عورت کو سامنے لاؤ۔ اسکے پھول سے رخسارے اور اُسکی فتان ونرگسین آنکھین دیکھنے کے قابل ہین (مصاحبون سے) تم سب اُسے دیکھ کر خوش ہو گے"

تحطبہ اُس نازنین کے لانے کو گیا اور ابن مبرد نے اپنے خوشامدی انیسان صحبت کیطرف دیکھ کر شگفتہ چشم و ابرو سے کہا "آج موقع ہے کہ مین اس عورت کو جو کبھی شب و روز مجھے ڈانٹا ڈپٹا کرتی تھی ذلیل کرون۔ اور اسی طرح ڈپٹون اور گھڑکون جس طرح اپنے زمانۂ حکومت مین وہ مجھے بُرا بھلا کہا کرتی تھی۔ اور لطف یہ کہ اس سے اچھی سونے کی چڑیا ہاتھ نہین —— " تحطبہ نے پریجمال جوجولیانہ کو جو از سرتاپا برقع مین چھپی ہوئی تھی سامنے لاکے کھڑا کر دیا۔ اور ابن مبرد کی زبان چلتے چلتے رک گئی۔

چند لمحون تک وہ اپنی اگلی ولیۂ نعمت مالکہ کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا

خوبصورت نازنین تم حسینۂ جمیلہ بھی ہو اور دولتمند بھی واقعی عزیزۂ مصر ہو"
جولیانا نے حیرت سے اپنے مغرور غلام کی صورت دیکھی۔ اس کے الفاظ سُن کر نقش حیرت بن گئی۔ پھر تمام جذبات کو دل مین دبا کر بولی "خیر یہ تو معلوم ہو کہ مجھے کیون بلایا ہے؟"

ابن مبرد۔ "ہان مین بھول گیا تھا کہ تم اگلے خاندان شہریاری مصر کی شاہزادی اور خلافت کے گھرانے کی بہو ہو" یہ کہہ کر تمسخر کے انداز سے ہنسا اور کہا "پیاری عزیزۂ مصر میرے پاس آؤ۔ اور بہ توقع آثار کے مجھے اپنا رخ زیبا دکھاؤ"

اس کی ہنسی۔ انداز گفتگو۔ اور آبرو ریزی کے الفاظ نے جولیانا کے بدن مین آگ لگا دی۔ حیرت، معلوم ہوئی کہ میرے شوہر کا زرخرید غلام مجھ سے ان الفاظ مین گفتگو کر رہا ہے! جولیانا کا جو درجہ تھا۔ دربار خلافت مین اس کی جیسی عزت تھی اور والیان ملک اُس کی جیسی تعظیم و تکریم کرتے رہے تھے ان باتون کے سامنے دوا ہی غلام کو گو کہ وہ افسر خراج تھا کیا خاطر مین لا سکتی تھی؟ بجاے قریب جانے کے فاصلے پہ بیٹھ گئی۔ اور جوش کی آواز مین پوچھا "کیا یہ میری شرافت و عزت مجھے بے آبرو کرنے کے لیے بیان کی گئی؟ اور اے ابن مبرد سا ذلیل و فرومایہ حبشی غلام مجھے اپنے پاس بٹھا کے میری صورت دیکھے گا!

ابن مبرد۔ "خدا کی قسم مین اس سخت کلامی کو نہین برداشت کر سکتا"

جولیانہ۔ "میری زبان سے یہ الفاظ تیرے لیے نئے نہین ہین۔ مگر مین دیکھتی ہون کہ تو اپنی ہستی بھول گیا ہے اور اگر تجھے اپنی موجودہ آزادی اور عہدہ داری کا غرہ ہے تو سُن لے کہ جو جیسا کہے گا ویسا سُنے گا"

ابن مبرد۔ "تم نہین دیکھتین کہ میرے بس مین ہو؟ اور قید ہو کر میرے سامنے آئی ہو؟"

جولیانا۔ (کمال غیظ و غضب سے) "قید! تیری بھی اتنی مجال ہوئی کہ مجھے قید کرے! اور تیرے آدمیون کی کیا طاقت تھی جو مجھے زبردستی لاتے! انھون نے کہا تھا کہ تجھے مجھ سے کوئی سرکاری کام ہے۔ یہ سن کے مین چلی آئی کہ دیکھون تو کیا کہتا ہے"

ابن مبرد۔ (سفیان کی طرف دیکھ کر) "یہ تو کار کے ساتھ نہایت گستاخی و

بے ادبی سے بات کرتی ہے۔ تو پھر میں بھی اسی لہجہ میں جواب دیتا ہون تم لوگ جانتے ہو کہ میں کوئی ذلیل شخص نہیں مصر کا عہدہ دار خراج ہون۔ (جولیانہ سے) سن او عورت تیرا شوہر سرکاری مجرم ہے۔ وہ بغداد کے خزانۂ خلافت کو لوٹ لایا ہے۔ اور اس کے پاس وہ پرانا تاریخی قالین ہے جو دولت آل ساسان کی یادگار اور خاص شیرویہ بن پرویز کا بنوایا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے بغداد میں اس کی تلاش ہو رہی ہے۔ اور مجھے حکم ہوا ہے کہ اس کو پکڑ کے بھیج دون"

جولیانا:۔ اگر تو ان کو پا سکتا ہے اور تیری اتنی مجال ہے کہ اُن کو اسیر کرے تو پھر تامل کیا ہے؟"

ابن مبرد:۔ تو کیا وہ خلافت کے حکم سے بھی گرفتار نہ ہو گا؟"

جولیانا:۔ خلافت سے ایسا حکم آتا تو والی مصر کے نام آتا تو کون ہے جو کسی کو گرفتار کرے گا؟ ایک ذلیل غلام کی اتنی حیثیت نہیں کہ ایک عباسی شاہزادے امیرالمومنین المتوکل باللہ کے فرزند اور امیرالمومنین المنتصر باللہ کے بھائی کو گرفتار کرے"

ابن مبرد:۔ پھر وہی توہین و تحقیر کے کلمات۔ تیرے حسن و جمال اور تیری شرافت کا جو پاس و لحاظ کیا جاتا ہے تو تو اور شیر ہوئی جاتی ہے؟ کیا ان ترک نوجوانوں سے بھی تو نہیں ڈرتی جو گرز لیے کھڑے ہیں کہ در یدہ دہن گستاخ کا سر پاش پاش کر دین؟"

جولیانا:۔ ایسے نمائشی جلوس پر تجھ سے ذلیل و فرومایہ غلام کو غرہ ہو سکتا ہے مین ایسے بہت سے تماشے دیکھ چکی ہون"

ابن مبرد:۔ اچھا۔ اب مین تم سے محبت اور دوستی کے لہجے مین باتین کرون گا"

جولیانا:۔ تجھ سے ذلیل شخص کی دوستی کیا اور دشمنی کیا"

ابن مبرد:۔ اچھا جو چاہو کہہ لو۔ ایک عورت کی درشتیون کو مین برداشت کرون گا۔ مگر تم جانتی ہو کہ خلافت کو آج کل روپیہ کی بے انتہا ضرورت ہے۔ ترکی سردار جو خلافت کے تاج و تخت پر حاوی ہین ہر وقت روپیہ کے طالب ہین۔ اور تاکیدی فرمان پر فرمان چلے آتے ہین کہ فوراً روپیہ بھیجو۔ سال حال کے خراج مین سے جو کچھ وصول ہوا اس کو مین بھیج چکا۔ اور اب میرے پاس کچھ نہین ہے۔ ایسے نازک وقت مین تم ہی میری مدد کرو گی تو کام چلے گا۔ مجھے پانچ لاکھ دینار کل لا کے دو اور قالین بھی بھجوا دو

جس کو تمھارے شوہر بغداد سے اُڑا لائے ہین تم آزاد ہو اور مین وعدہ کرتا ہون کہ تمھارے شوہر سے بھی تعرض نہ کیا جائے گا۔ ورنہ یاد رکھو کہ جہان ملین گے گرفتار کر کے بغداد بھیج دیے جائین گے اور وہان جانا اُن کے لیے قتل گاہ مین جانا ہے"

جولیانا۔ (طیش سے)" مجھے دینے کے لیے میرے پاس کچھ نہین ہے"

ابن مبرد۔" تو پھر نہ تمھاری خیریت ہے اور نہ تمھارے شوہر کی۔ مین پرانے تعلقات کے لحاظ سے تمھارے ساتھ نہایت نرمی کا برتاؤ کر رہا ہون۔ ورنہ جانتی ہو کیا کرون گا؟ تم کو لونڈی بنا کے ابن طولون کی نذر کر دون گا جو اچھی کنیزون کے بڑے شائق ہین۔ تمھاری ساری دولت ضبط کر کے دار الخلافت مین بھیج دون گا۔ اور ہر طرف احکام جاری ہو جائین گے کہ تمھارے شوہر جہان ملین اسیر کر کے بغداد مین بھیجے جائین۔ اور زندہ اسیر نہ ہو سکین تو اُن کا سر کاٹ کے بھیجا جائے"

اب جولیانا مین زیادہ سننے کی تاب نہ تھی۔ ایک خونخوار شیرنی کی طرح جھپٹ پڑی۔ اور صدری کے اندر سے تیغچہ نکال کے گستاخ غلام پر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اُس کا ایک کان اُڑ گیا۔ مگر قبل اس کے کہ دوسرا وار ہو ابن مبرد کے مصاحب بیچ مین آ گئے۔ اور غلامون نے دونون جانب سے گھیر کے جولیانا کو اسیر کر لیا۔

اب سارے قصر مین شور و ہنگامہ ہو رہا تھا۔ اور لوگ گھبرائے ہوئے تھے کہ قحطبہ نے آ کے کہا" والی مصر امیر ابن طولون حضور کی ملاقات کو آئے ہین"

ابن مبرد۔ (گھبراہٹ کے ساتھ)" غضب ہو گیا! یہ ظالم بہت بُرے وقت آیا! اچھا فوراً اس عورت کو لیجا کے نیچے والے تہ خانے مین بند کر دو۔ اور اُس مین قفل ڈال دو دیکھو خبردار بھاگنے نہ پائے۔ جس کے پہرے مین سے نکل گئی اس کو قتل کے سوا اور کوئی سزا نہ ہو گی۔ اور ہان میرے کان پر بھی پٹی باندھ دو"

جولیانا نے ارادہ کیا کہ چیخے چلائے مگر غلامون نے کپڑا ٹھونس کے منھ بند کر دیا۔ اور نہایت تعجیل کے ساتھ ہٹائے گئے۔ وہ جلوسی غلام بھی اس کے ساتھ گئے جو صفین باندھے کھڑے تھے۔ اور اُس کے کان پر پٹی بندھ گئی

ان کارروائیون کے بعد ابن مبرد مسند سے اُٹھ کر ابن طولون کے استقبال کو باہر گیا۔ مرحبا کہہ کے ہاتھ ملایا۔ لا کے مسند پر اپنی جگہ بٹھایا۔ اور خود اس کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا۔ ابن طولون کا سولہ سترہ برس کے سن و سال کا خوبصورت لڑکا عفان بھی ساتھ آیا تھا۔ مزاج پرسی وغیرہ کی قسم سے چند معمولی باتین ہوئین تھین کہ ابن مبرد کے اشارے سے مہ جبین و جادو نگاہ کنیزون کا ایک طائفہ سامنے صف باندھ کے مجرا کرنے لگا۔ بعض بانسری دف اور چنگ بجاتی بعض گاتی اور بعض ناچتی تھین۔

ابن طولون نے اس خیال سے کہ ابن مبرد کی دل شکنی نہ ہو تھوڑی دیر تک مجرا دیکھا پھر کہا "اب ان کو ہٹا دیجیے مجھے ان چیزون کا شوق نہین ہے" اور فوراً وہ طائفہ ہٹا دیا گیا۔

اب ایک ساقیہ پری جمال جام و صراحی کشتی مین لگا کے لائی۔ اور نبیذ کا ایک چھلکتا ہوا جام بھر کے ابن طولون کے سامنے پیش کیا۔ مگر اس نے لینے سے انکار کیا۔

ابن مبرد۔ "ہین! آپ نبیذ نہین پیتے؟ فقہائے عراق نے تو اس کی حلت کا فتویٰ دے دیا ہے"

ابن طولون۔ "میرے نزدیک اس مین سکر ہے۔ اور مسکر چیز کو نہ علمائے عراق حلال بتا سکتے ہین اور نہ کوئی اور۔ مگر اس وقت اس مسئلہ مین بحث کرنے کی ضرورت نہین۔ اگر حلال ہے تو آپ شوق سے پیئین مجھے اس کا شوق نہین ہے"

ابن مبرد۔ (ہنس کر) "مگر حکمرانی کے ساتھ ایسے اتقا کا نبھنا ذرا دشوار ہے"

ابن طولون۔ "خدا توفیق خیر دے تو سب باتین نبھ جاتی ہین"

ابن مبرد۔ "خیر اب ارشاد ہو کہ رعایائے مصر کو آپ نے کیسا پایا؟ ان لوگون مین شورش اور سرکشی کا مادہ بہت ہے"

ابن طولون۔ "میری رائے تو یہ ہے کہ کہین کی رعایا ہو شورش و بغاوت ہمیشہ حکام کے غلط طرز عمل سے ہوا کرتی ہے۔ حکام اگر ان کی شکایتون کو وسیع الخیالی سے سنین۔ اور اُن کے جذبات و خواہشات کا خیال کیا کرین تو رعایا سے ہرگز سرکشی نہین ہو سکتی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ رعایا کی شکایتین اچھے سے

اچھے والی کو ہٹا دیا کرتے تھے۔ مگر اب خرابی یہ ہو گئی ہے کہ سلطنت اپنے والیون کے سوا اور کسی کی آواز نہین سنتی۔ اسی سے ناراضی پیدا ہوتی ہے اور رعایا کو جب موقع ملتا ہے حکومت کا جوا گردن سے اُتار کے پھینک دیتی ہے۔"

ابن مبرد "یہ تو آپ نے عجیب بات فرمائی۔ اگر رعایا کی آواز پر حکومت اپنے والیون اور عہدہ دارون کو ہٹا دیا کرے تو چند ہی روز مین رعایا ایسی شیر ہو جائے کہ اُس پر حکومت کرنا دشوار ہو۔"

ابن طولون "مگر حکومت کیا چیز ہے؟ شاید آپ کے نزدیک شداد و نمرود اور فرعون وہامان کی طرح لوگون سے اپنی پرستش کرانا اور اُن کو جبراً اپنا غلام بنا کے رکھنا حکومت ہے۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنتین شاید ایسی ہی ہون مگر اسلامی خلافت کی اصطلاح مین تو امارت رعایا کی سرداری نہین خدمت گذاری و حفاظت کا نام ہے ہمارا تو شعار یہ ہے کہ "سید القوم خادمھم" اور اسی خیال سے ہمارے خلفا کو پہلے رعایا کی آواز سنّی چاہیے۔ پھر والی ملک کی۔ مین یہ نہین کہتا کہ رعایا کی شکایت سنتے ہی بے سوچے سمجھے والی معزول کر دیے جائین۔ مگر ہان رعایا کی فریاد و شکایت پر پوری طرح آزادی و غیر جانبداری سے تحقیقات کی جائے۔ اور جیسا ثابت ہو ویسا کیا جائے۔"

ابن مبرد "خیر آپ والی ملک ہین۔ آپ سے شاید یہ طرز حکمرانی نبھ سکے مجھ سے تو غیر ممکن ہے۔ مین اس اصول پر عمل کرون تو جزیے کی ایک کوڑی وصول ہو اور نہ خراج کی۔"

ابن طولون "ہان مین نے سنا ہے کہ آپ سرکاری رقمون کے وصول کرنے مین رعایا پر سختی کرتے ہین جس کو مین اپنے زمانے مین ایک گھڑی کے لیے بھی گوارا نہ کرون گا۔ یہ بھی دراصل سلطنت کی غلطی ہے کہ افسران مال کو حاکمانہ اقتدارات دے دیے ہین۔ جس کے نتیجے مین بے انتہا مظالم ہوتے ہین۔ حکومت یا عدالتی اقتدارات کو فقط والی اور اُس کے ماتحت عہدہ دارون قاضیون اور محتسبون تک محدود رہنا چاہیے۔ افسران مال کو اگر رعایا سے غیر وصولیابی کی شکایت ہو تو اُن کو انھین حکام عدالت کے اجلاس مین چارہ جوئی کرنی چاہیے۔

اور میرا یہی طرز عمل رہے گا۔"

ابن مبرد - (گھبرا کے) "تو پھر مجھ سے کام نہ ہو سکے گا۔"

ابن طولون "مضائقہ نہیں۔ جتنے عہدہ داران مال بغیر جبر و تشدد کے وصول نہ کر سکیں اُن کو اپنی خدمت سے سبکدوش ہو جانا چاہیے تاکہ اُن کی خدمتیں ایسے لوگوں کو دی جائیں جو بغیر سختی کے وصول کرنے کا اقرار کریں۔"

ابن مبرد "مگر آپ کو کم از کم مجھے اس سے مستثنیٰ کرنا پڑے گا۔ اس لیے کہ میرا تقرر خاص امیر المومنین کی منظوری سے ہوا ہے۔"

ابن طولون "مین بھی جو کچھ کرون گا امیر المومنین کی اجازت اور منظوری سے کرون گا۔ اپنی طرف سے نہ کرون گا۔"

ابن مبرد "مگر اس معاملہ مین آپ غلطی پر ہین۔ رعایاے مصر کی حالت دیکھ کر آپ کو خود ہی اپنی راے بدلنی پڑے گی۔ اور انشاء اللہ مین بھی وقتاً فوقتاً حاضر ہو کے اس مسئلہ مین گفتگو کرون گا۔ ابھی آپ اس اصول پر عمل کرنے مین جلدی نہ کرین۔ مین دو ہی چار روز مین حاضر ہو کر وہ نذرانہ کی رقم بھی پیش کر دون گا جو ہر والی مصر کی خدمت مین اُن کے ورود کے وقت پیش کرتا رہا ہون۔"

ابن طولون "(ہنس کر) "آپ کتنا نذرانہ ہر والی کو دیتے رہے ہین؟"

ابن مبرد "اور ون کو تو کم ہی دیا۔ مگر آپ کے لیے مین نے ایک لاکھ دینار کا بندوبست کیا ہے۔"

ابن طولون "ایک لاکھ دینار! (ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کے) یہ رقم آپ کے پاس موجود ہے؟"

ابن مبرد "موجود تو نہین ہے؟ مگر دو ایک روز مین فراہم ہو جائے گی۔"

ابن طولون "کہان سے؟ دو ہی صورتین ہین۔ یا آپ سرکاری روپیہ مجھے دیدین گے اور یا رعایا سے بجبر وصول کرین گے؟"

ابن مبرد "آپ کو اس سے کیا بحث؟ مجھے جہان سے ملے گا لاکے دون گا۔"

ابن طولون - (نہایت متین صورت بنا کے) "بے شک مجھے آپ کے انتظامات مین دخل دینے کا حق نہین ہے۔ مگر دربار خلافت کو اس کی اطلاع تو کرنی ہے۔

کہ آپ کا کیا طرزِ عمل ہے۔ اور رعایا کے ساتھ آپ کیسا سلوک کر رہے ہین"

ابن مبرد۔ (ذرا عاجزانہ انداز سے اور ابن طولون کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لے کر) ہم دونون کو اتفاق و یکجہتی سے رہنا چاہیے۔ اور اسی رقم پر منحصر نہین۔ مین وقتاً فوقتاً اور خدمت بھی کرتا رہون گا۔ یا آپ کو اصرار ہو تو اسی نذرانے کو دونا کر دون؟"

ابن طولون" جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ آپ مجھے یہ رقم کہان سے فراہم کر کے دین گے مین کسی نذرانے کو نہین قبول کر سکتا"

اب ابن مبرد کے بانکے خوبصورت غلام جو شاہزادی کو اسیر کر کے لے گئے تھے اسے قید خانے مین بند کر کے واپس آ گئے۔ اور حسب معمول پچاس پچاس غلام دونون جانب صفین باندھ کے کھڑے ہو گئے۔ ابن طولون نے ان کو حیرت سے دیکھا ایک ایک کے چہرے پر نظر ڈالی اور کہا" یہ غلام تو آپ نے خوب آراستہ کر رکھے ہین"

ابن مبرد" ان کو مین مدتون مین فراہم اور مرتب کر سکا۔ اور بڑی مشکلون سے اس قابل بنایا کہ آداب دربار کی نگہداشت کے ساتھ تحصیل خراج کی ضرورتون کو پورا کرین"

ابن طولون" مجھے آپ کے یہ غلام بہت پسند آئے۔ بس اتنے ہی ہین یا ان کے علاوہ اور بھی ہین ——"

یکایک قصر کے باہر شور و ہنگامہ سنا گیا۔ اور سب نے اسی طرف کان لگا دیے۔ مگر زیادہ دیر نہین ہوئی تھی کہ بہت سے حبشی غلام اور بازاری لوگ چوڑے سینے اور برچھے لیے ہوے اندر گھس پڑے۔ ابن مبرد کے مصاحب اور جلوسی غلام بدحواس ہو کر بھاگ گئے۔ اس لیے کہ ہزارون آدمیون کا نرغہ تھا جن سے مقابلہ کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہو سکتی تھی۔

تیسرا باب

کور نمکی کا پھل

بلوائیون نے اندر گھستے ہی وحشیانہ انداز سے ادھر ادھر دیکھا۔ اُن مین سے ایک کی ابن مبرد پر نظر جا پڑی اور چلایا" وہ بیٹھا ہے"۔ اور سب اس کی طرف جھپٹے۔ اور وہ یاس و اضطراب سے ایک ایک کا منھ تکنے لگا۔ بلوائیون مین

سے ایک نے تلوار کھینچ کے کہا "اڑا دون سر!" دوسرے نے اپنا برچھا اس کے سینے کیطرف تانا اور کہا "سینے کے پار کردون؟" تیسرے نے فاصلے ہی پر سے تیر کمان سے جوڑا اور کہا "مین اسے اپنا ہدف بناؤن گا!" چوتھا تبر علم کیے سپاہی کو ہٹاتا ہوا بڑھا۔ اور پانچوان بایوس و بدحواس ابن مبرد کے سر پہ گرز تان کے کھڑا ہو گیا۔ مگر بدنصیب امیر خراج کی زبان سے مارے خوف کے ایک لفظ بھی نہ نکلتا تھا۔

اتنے مین ایک قوی ہیکل شخص نے بڑھ کے اس طرح کس کے ایک لات ماری کہ ابن مبرد قالین سے دور جا گرا۔ ساتھ ہی وہ شخص اسکے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ اور خنجر نکال کے سینہ چاک کرنے ہی کو تھا کہ ابن طولون نے دوڑ کے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا وہ اس گھڑی تک بلوائیون کی شورش کا تماشا دیکھتا رہا تھا۔ مگر جب دیکھا کہ ابن مبرد قتل ہونے ہی کو ہے تو اُس کے بچانے کو تیار ہو گیا۔ اور سب کو روک کے کہا "تم لوگون کو کیا شکایت ہے؟ اور ایک سرکاری عہدہ دار کو کیون قتل کیے ڈالتے ہو؟"

یہ سنتے ہی سارے بلوائی جوش سفاکی کو روک کر ابن طولون کی طرف متوجہ ہوے۔ اور کہا "اس لیے کہ یہ ظالم ہے۔ کم ظرف ہے۔ ملک کو لوٹے لیتا ہے اور اب اپنی شقاوت مین حد سے گزر گیا ہے!"

ابن طولون "مین والی مصر اور تمھارا حاکم ابن طولون ہون۔ اگر تم کو شکایت ہو تو مجھ سے کہو۔ وعدہ کرتا ہون کہ تمھاری چارہ جوئی کرون گا!"

ابن طولون کا نام سنتے ہی سب بلوائی ادب سے صف باندھ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور جو شخص ابن مبرد کے سینے پر چڑھا بیٹھا تھا اُٹھ کر کہنے لگا "مگر ہم اس ظالم کو زندہ نہ چھوڑین گے!"

ابن طولون "کیا تم لوگ حکومت اور انصاف کو اپنے ہاتھ مین لے لوگے؟"

بلوائی "نہ لین گے تو کیا کرین گے؟ جو حاکم اور والی آتا ہے اس کا طرفدار ہو جاتا ہے۔ اور ہماری نہین سنی جاتی!"

ابن طولون "مین سنون گا۔ معلوم تو ہو کہ تم کو کس بات نے ابن مبرد کا ایسا دشمن بنا دیا ہے؟"

بلوائی :- اس کا دست ستم عام لوگون سے گزر کے اب اُن لوگون تک پہونچ گیا جو سارے اہل فُسطاط کے محسن ہین۔ اس سے زیادہ کیا اندھیر ہوگا کہ ہر دلعزیز شاہزادی عزیزۂ مصر کو اس نے دھوکے سے بلوا کے غائب کر دیا۔ اور کیا عجب کہ ان کو قتل کر ڈالا ہو۔ اس لیے کہ یہ ایک نمک حرام غلام ہے۔ اور کمینہ کو حکومت مل جاتی ہے تو پہلے اپنے محسنون پر ہاتھ صاف کرتا ہے"۔

ابن طولون :- "اگر اس نے ایسا کیا تو بے شک یہ ایسی ہی بلکہ اس سے زیادہ سخت سزا کا سزاوار ہے۔ خیر تو تم سب اس کو چھوڑ کے الگ ہو جاؤ۔ اور دیکھو کہ مین اسی وقت تحقیقات کر کے تمھاری دادرسی کرتا ہون یا نہین؟"

ایک بلوائی :- "اوا ابن طولون اگرچہ ابھی یہان کوئی تجھ کو نہین پہچانتا۔ مگر تجھ سے پہلے تیری نیکی اور عدالت گستری کی خبر یہان پہونچ گئی ہے۔ اور ساری رعایاے مصر کی نگاہین تجھ پر لگی ہوئی ہین۔ ہم تیرا حکم خوشی سے مان کے اس سے الگ ہوے جاتے ہین۔ اور تجھے بھی آزمائے لیتے ہین۔ دیکھین تیری نیکنامی رہتی ہے یا جاتی ہے"۔

دوسرا :- "او عادل امیر! تیرے کہنے سے ہم نے اس کم ظرف غلام کو چھوڑ دیا۔ مگر ہمارے سامنے ہی تحقیقات کر اور عزیزۂ مصر شاہزادی کو بلوا۔ جب تک ہم اُن کی صورت نہ دیکھ لین گے یہان سے نہ ہٹین گے۔ اور اُنھین اپنے ساتھ لے کے جائین گے"۔

ابن طولون :- "تم سب مطمئن رہو مین انصاف کرون گا۔ بلکہ مین تو یہ پہلے سے ارادہ کر چکا ہون کہ ابن بردکی سختیون کا سدباب کرون (ابن مبرد سے جو اسی طرح زمین پر پڑا ہوا تھا) لے اُٹھ کے میرے پاس آؤ۔ اور جو کچھ پوچھون بتاؤ"۔

مگر خوف اور زندگی سے بالکل یاس ہو جانے کے باعث ابن بردکے حواس بجا نہ تھے۔ نہ اُس مین جواب دینے کا ہوش تھا اور نہ اتنی طاقت تھی کہ خود سے اُٹھ کے آئے۔ ابن طولون کے اشارے سے اُس کے فرزند خمارویہ نے جا کر اُسے اٹھایا۔ تسلی دی۔ اور لا کے اُسی جگہ بٹھا دیا جہان پہلے بیٹھا تھا۔

ابن طولون :- "ابن مبرد۔ اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو جو کچھ پوچھون سچ سچ بتا دو

اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

ابن مبرد۔ (جو اس وقت جان کے خوف سے ہر بات ماننے کو تیار تھا) "مین آپ کا ہر حکم مانون گا۔"

ابن طولون۔ "بتاؤ شاہزادی کا کیا واقعہ ہے؟ کیا واقعی تم نے عزیزۂ مصر کو بلایا تھا؟"

ابن مبرد۔ (کانپ کے) "ہان بلایا تھا۔ اور وہ زندہ موجود ہین۔"

ابن طولون۔ "تو جہان ہون اسی وقت میرے سامنے بلواؤ۔"

ابن مبرد۔ "مین آپ سے وعدہ کرتا ہون کہ اُن کو آج ہی چھوڑ دون گا۔"

ابن طولون۔ "اس وعدے سے کام نہ چلے گا خود اُن کو لا کے پیش کرو۔ واقعی اگر تم نے ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی کی تو بڑا غضب کیا جس خاتون کی دولت اسلام عزت کرتی ہے۔ جس کا دربار بغداد تک ادب کرتا ہے اس پر دست درازی کرنے کی مین نہین سمجھتا تھین کیسے جرأت ہوئی۔"

ابن مبرد۔ "پہلے مجھ سے سُن تو لیجیے کہ مین نے ان کو کیون اور کس مصلحت سے اسیر کیا۔"

ابن طولون۔ "یہ مین سنون گا مگر شاہزادی کے آنے کے بعد اور اُن کے سامنے۔"

ابن مبرد۔ "مگر میرا کوئی آدمی تو نظر ہی نہین آتا بلواؤن کس سے؟ کہیے تو خود جا کے لے آؤن۔"

بہت سے بلوائی۔ "نہین ہرگز نہین۔ ایراس کو جانے نہ دیجیے۔ بھاگ گیا تو پھر ہاتھ نہ آئے گا۔"

ابن طولون۔ (بلوائیون سے) "تو پھر تم ہی لوگ جا کر ان کے کسی آدمی کو ڈھونڈھ لاؤ۔"

اشارہ ہوتے ہی کئی بلوائی ادھر اُدھر جا کے ڈھونڈھنے لگے۔ اور چند لمحون مین چند خادمون اور جلوس کے دو چار غلامون کو پکڑ لائے۔ ان کی صورت دیکھ کر ابن مرد نے حکم دیا کہ شاہزادی عزیزۂ مصر کو لے آؤ۔" وہ لوگ اس حکم کی تعمیل کو گئے تو بہت سے بلوائی بھی اُن کے ساتھ ہوے تاکہ شاہزادی کو ابن مبرد کے قید خانے سے نکال کے عزت و حرمت سے لائین۔

یہی بلند صحن جس پر آبن مبرد اور آبن طولون تھے اس کے نیچے تقریبًا پچاس کوٹھڑیاں
کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ جس مین اسکے جلوس کے خوش رو غلام رہتے تھے۔ ان
کوٹھڑیون مین سے ایک کے اندر پشت کی دیوار مین ایک دروازہ تھا۔ اس کو
کھولیے تو ایک تنگ زینہ ملتا جو زمین کے اندر دور تک چلا گیا تھا۔ لیکن کسی
طرف سے اس مین روشنی نہ پہونچ سکتی تھی۔
جس کوٹھری مین یہ زینہ واقع تھا اُس مین سے دو مشعلین روشن
کر کے ابن مبرد کے غلامون نے ساتھ لین اور زینے مین اُترنے لگے۔ کئی ملوائی بھی اُن کے
ساتھ تھے۔ بیس زینون کے بعد کے ایک لمبا گلیارہ ملا۔ جس مین اوپر ہی کیطرح برابر
برابر دس کوٹھریون کے دروازے تھے۔ ان تہ زمین کوٹھریون کے دروازون مین بڑے
بڑے فولادی قفل پڑے ہوے تھے۔ غلامون نے ایک کوٹھری کا قفل کھولا تو کواڑون
کے پیچھے ایک آہنی جنگلا ملا۔ اس کا قفل بھی کھول کے اُس کو پیچھے ڈھکیلا گیا تو مشعلون
کی روشنی مین نظر آیا کہ شاہزادی بیہوش اور رنجان پڑی ہے۔ اس لیے کہ ہوا
اور روشنی کے نہ ہونے اور رسیلن کی بو سے اس مین ایک دن بھی کسی کا
زندہ رہنا دشوار تھا۔
فورًا سب لوگ جولیانا کو ہاتھون پر اٹھا کے اوپر لائے۔ ابن طولون کے سامنے
لٹا دیا۔ جو ملوائی ساتھ گئے تھے اُنھون نے ابن طولون کے سامنے اس تہ خانے کی حالت
بیان کی اور کہا "امیر آپ اس کمبخت کے قید خانے کو بھی خود اپنی نظر سے دیکھین تاکہ اس
کی شقاوت کا حال معلوم ہو۔"

ابن طولون "مین ضرور دیکھون گا۔"

اب سب شاہزادی کے عدیم المثال حسن و جمال اسکی پریشان زلفون اور ہر ہر چیز کو حیرت
سے دیکھتے اور افسوس کرتے تھے کہ ایسی پری جمال پر ظلم کرنے والا کیسا شقی القلب ہے۔

ابن طولون "اس وقت تو سب سے پہلے شاہزادی کی زندگی کی فکر کرنی چاہیے
کسی طبیب کو بلاؤ کہ ہوش مین لانے کی تدبیر کرے۔" مگر کھلی فضا روشنی اور ہوا
نے بہترین لخلخے بلکہ آب حیات کا کام دیا۔ جولیانا نے ناتوانی کے ساتھ آنکھین
کھول دین۔ اور سب لوگون کو بھیانک نگاہون سے دیکھنے لگی۔

ابن طولون۔ (ابن مبرد سے) "مین تم کو ایسا بے رحم و سفاک نہین سمجھتا تھا۔ ایسی پری جمال اور نازک اندام شاہزادی اور اتنی بڑی معزز و محترم محسنۂ ملک کے ساتھ یہ ظلم تمھین سے ہو سکا"

ابن مبرد۔ "مگر مین نے یہ نہین کہا تھا کہ وہان لے جا کے بند کر دین جہان ہوا نہین پہونچ سکتی۔ میرا منشا تھا کہ اپنی حراست مین رکھین۔ بیوقوف غلامون نے وہان بند کر دیا"

ابن طولون۔ "خیر اس کی بھی تحقیقات ہو جائے گی (شاہزادی سے) "اب آپ کا مزاج ایسا ہے کہ میری باتون کا جواب دین؟"

جولیانا۔ "پہلے یہ بتائیے کہ آپ کون ہین؟ اور یہان یہ مجمع کن لوگون کا ہے"

ابن طولون۔ "مین والی مصر ابن طولون ہون۔ اور یہ سب لوگ جو گھیرے کھڑے ہین آپ کے چھڑانے کو آئے ہین"

جولیانا۔ "ان لوگون کو میری مصیبت کی کیونکر خبر ہوئی؟"

ایک بلوائی۔ "جو غلام آپ کے ہمراہ آئے تھے اُن کو جب معلوم ہوا کہ آپ گرفتار کر لی گئین تو اُنھون نے فسطاط کی سڑکون پر غل مچانا شروع کیا کہ ابن مبرد نے ملکۂ عزیزۂ مصر کو فریب سے اپنے گھر مین بلا کے گرفتار کر لیا۔ لہذا ہم لوگ جن پر حضور کے احسانات ہین اُٹھ کھڑے ہوے۔ اور ارادہ کر لیا کہ آپ کو اس ظالم کے پنجے سے چھڑائین گے ورنہ اس سے انتقام لین گے"

جولیانا۔ (ابن طولون سے) "خیر اب پوچھیے مین آپ کے ہر سوال کا جواب دون گی۔ اور امید ہے کہ یہ جوابات میرے لیے صحت بخش ہون گے"

ابن طولون۔ "تو فرمائیے کہ آپ کو ابن مبرد نے کس طرح بلوایا؟ آپ سے کیا کہا؟ اور کیون آپ کو گرفتار کیا؟"

جولیانا۔ "میرے پاس اس کا ایک آدمی گیا۔ اور کہا کہ کسی ضروری معاملے مین مشورہ کرنا ہے۔ اور کوئی ہوتا تو مین ہرگز نہ آتی مگر یہ میرے شوہر منصور ابن امیر المومنین المتوکل علی اللہ عاشر آل عباس کا زرخرید غلام ہے اور مدتون میری خدمت کرتا رہا اس لیے ——————"

ابن طولون۔ (حیرت سے) "یہ آپ کا غلام ہے؟"

جولیانا"۔ جی ہان۔ میرے شوہر اس کی مستعدی و خدمت گزاری سے خوش ہوے تو خاص امیر المومنین المنتصر کا دستخطی فرمان لا کے اسکو حاکم خراج مقرر کرد یا۔ یہ عہدہ ملنے کے بعد اسکو غلامی ناگوار گزرنے لگی۔ اور انھون نے آزاد کر دیا"۔

ابن طولون"۔ تو یہ مرتبہ اور عہدہ بھی آپ ہی کا دلوایا ہوا ہے"۔

جولیانا"۔ بہر حال اسی قدیم تعلق کے خیال سے خاص اپنا آدمی سمجھ کے مین چلی آئی۔ یہان اس نے چالاکی سے میرے ہمراہیون کو باہر روک دیا جب تنہا اندر آئی تو میری طرف توہین و تذلیل کے الفاظ مین خطاب کرنے لگا پھر جب مین نے انھین الفاظ مین جواب دیا جن کا یہ مستحق تھا تو اس نے کہا تمھارے شوہر کی گرفتاری کا حکم بغداد سے آیا ہے۔ اور مین ان کو قید کر کے بھیجون گا جو بغداد مین جاتے ہی قتل ہون گے۔ اس کی اس دھمکی کا بھی مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا تو کہا سرکاری ضرورت سے مجھے پانچ لاکھ دینار لا کے دو تو تم کو اور تمھارے شوہر کو بچا دون۔ مین نے انکار کیا اور اس کی سخت کلامی پر برافروختہ ہو کر جھپٹ کے ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا کان اڑ گیا"۔

ابن طولون"۔ معلوم ہوتا ہے یہ ابھی ابھی کا واقعہ ہے اس لیے کہ جب مین آیا ہون ابن بسرد کا کان باندھا جا رہا تھا۔ (ابن بسرد کیطرف دیکھ کر) اور معلوم ہوتا ہے تم نے میرے نذرانے کا یہی بندوبست کیا تھا۔ مگر مجھ کو تو تم ایک ہی لاکھ دیتے تھے چار لاکھ کیا اپنے لیے وصول کر رہے تھے؟"

ابن بسرد"۔ اب آپ میرا بیان سننے کو تیار ہون تو مین بھی کہون"۔

ابن طولون"۔ ذرا ٹھہرو۔ پہلے شاہزادی کو اپنے گھر جا لینے دو۔ وہان کچھ دیر آرام سے جا کے لیٹین گی تو طبیعت درست ہو گی"۔ یہ کہہ کے ابن طولون نے اپنے بیٹے خمارویہ سے کہا "تم خود ہمراہ جا کے شاہزادی عزیزہ مصر کو ان کے مکان مین پہونچا آؤ"۔

جولیانا"۔ مگر مین ابھی اس قابل نہین ہون کہ گھوڑے یا خچر پر سوار ہو سکون"۔

یہ سنتے ہی بلوائی اور جولیانا کے غلام جلدی سے دوڑ کے ایک پالکی لائے

اور کہا "آپ اس چوکی پر آرام سے بیٹھ جائیں۔ ہم اپنے کندھوں پر اٹھاکے لے چلیں گے۔ ابن طولون نے بھی اسی کو پسند کیا۔ فوراً خماریہ نے سہارا دے کے چولیانا کو چوکی پہ بٹھا دیا۔ اور سب لوگ نہایت جوش و خروش سے فتح و کامیابی کے نعرے مارتے ہوے لے چلے۔ خماریہ گھوڑے پر سوا آگے آگے تھا اور پیچھے شاہزادی کی سواری تھی جس کو دیکھ کر بازاری اور راہگیر خوشی کے نعرے مارتے اور اس پہ پھول برسا رہے تھے۔ اور تمام شہر والوں کے جوش و خروش سے معلوم ہوتا تھا کہ آج فسطاط میں کسی قومی عید اور خوشی کا دن ہے۔

چوتھا باب

ابن طولون کا فیصلہ

اب وہ وقت تھا کہ ابن طولون ذلیل و کمینہ جو ظالم ابن مبرد کے معاملے کا فیصلہ کرے۔ جس کے انتظار میں بہت سے بلوائی ٹھہر گئے تھے۔ اور اصرار کر رہے تھے کہ بغیر اس کا فیصلہ کیے آپ تشریف نہ لے جائیں"۔

ان واقعات نے ابن طولون کے ایسے نہایت ہی متین و سنجیدہ اور بڑے تھمے آدمی کو بھی اس قدر مشتعل و از خود رفتہ کر دیا تھا کہ ابن مبرد کی طرف دیکھ کر کہا "او بیحیا و فرومایہ غلام آبق[۱] ظلم کرنے کے لیے تجھ کو اپنی ولیہ نعمت کے سوا اور کوئی نہ ملا؟ مجھے افسوس ہے کہ ان لوگوں کے پنجہ غضب سے میں نے تجھ کو کیوں چھڑایا اور اگر اس افسوس کو کوئی چیز تسلی دیتی ہے تو وہ فقط یہ ہے کہ شاہزادی چولیانا زندہ بچ گئی جو اگلی تاریخ فتوح اسلام کی یادگار اور فسطاط کا دلکش پھول ہے خیر اب بتا تو کیا کہتا ہے۔ اور ان الزامات سے بچنے کے لیے تیرے پاس کیا جواب ہے؟"

ابن مبرد:- آج کل بغداد کی جو حالت ہے کسی سے چھپی نہیں۔ وہاں ترکوں کا زور ہے۔ جو ہر وقت روپیہ کے بھوکے رہتے ہیں۔ جس کو سریر خلافت پہ بٹھاتے ہیں دوسرے ہی دن اُس سے روپیہ کا تقاضا شروع کرتے ہیں۔ اور نہ ملا تو اُسے قتل کر کے دوسرے کو بٹھاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کتنا ہی

[۱] غلام جو آقا سے بے وفائی کرے اس کو عربی غلام آبق کہتے ہیں۔

روپیہ بھیجا جائے پوری نہین پڑتی۔ امیرالمومنین المنتصر باللہ نے جب اپنے والد
امیرالمومنین المتوکل علی اللہ کو ترکون سے سازش کر کے قتل کرایا۔ اور مسند خلافت
حاصل کی تو اپنے بھائی منصور کو مصر سے بلا بھیجا کہ اُس کے عیش کی صحبتون مین
شریک ہون۔ منصور یہان فسطاط مین حکومت مصر سے علیحدہ ہونے سے پہلے ہی
اس فکر مین تھے کہ اس شاہزادی عزیزہ مصر سے شادی کرین جو مصر مین سب سے
بڑی دولت کی وارث ہین۔ مگر خلیفۂ وقت بھائی کے بلانے پر بغداد چلے گئے۔ اور میرے
ذمہ یہ کام چھوڑ گئے کہ جوکیانا کو جو اپنے چچا کی ولایت مین زندگی بسر کر رہی تھین
کوشش کر کے اُن سے شادی کرنے پر راضی کر دون اور اُن کے ماموں اور دیگر ارکان
خاندان والون کو بھی ہموار کر لون۔ اس خدمت کو مین نے نہایت محنت اور وفاداری سے
انجام دیا۔ جس کا منصور نے یہ معاوضہ کیا کہ مصر سے آئے تو میرے لیے خاص امیرالمومنین
سے دستخط کرا کے پروانۂ امارت خراج لیتے آئے۔ اور مین اس خدمت پر مقرر ہو گیا۔
اسکے بعد انھون نے عزیزۂ مصر سے شادی کی۔ اور شادی کے چند روز بعد مجھے آزاد
کر دیا۔ اور اس آزادی کی یہ وجہ ہوئی کہ اگرچہ میری کوشش سے شادی ہوئی
تھی مگر جوکیانا نے شوہر کے گھر آکے میرے ساتھ بہت ادنی درجے کے غلامون
کا سا برتاؤ کرنا شروع کیا۔ ذرا ذرا سے کامون کے لیے مجھ کو دوڑاتین اگر کسی کام
مین ذرا بھی سستی یا اُن کے حکم مین کوئی ادنی تاخیر بھی ہو جاتی تو مجھے برا بھلا کہتین
اور دو ایک بار مجھ کو انھون نے پٹوایا بھی۔ اس سے انکار نہین کہ مین اُن کے
شوہر کا غلام تھا۔ مگر کوئی معمولی غلام نہ تھا۔ اول تو اب مین حاکم خراج تھا دوسرے
وہ میری ہی کوشش سے خلیفۂ عباسی کی بہو بنی تھین۔ جو کوئی تھوڑا احسان نہ تھا
مگر اس کا انھون نے مطلق خیال نہ کیا۔ آخر مین نے کئی بار اسکی شکایت اپنے آقا منصور
سے کی۔ مگر وہ بیوی پر ایسے فریفتہ ہو رہے تھے کہ مطلق سماعت نہ کی۔ اور جب
مین اُن کے سامنے اپنی مصیبت پر زیادہ رویا تو انھون نے ناراضی کے ساتھ
مجھے آزاد کر دیا۔ ان باتون نے میرے دل مین یہ جوش پیدا کر دیا کہ دونون میان
بیویون سے اپنا انتقام لون۔ اسی اثنا مین مجھے معلوم ہوا کہ منتصر کے مارڈالے
جانے کے بعد بغداد مین مشہور ہوا کہ منصور وہان سے ایک تاریخی عجمی قالین زد

بہت سے جواہرات چرا لائے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ بغداد میں سرداران عساکر ترک نے معتصم باللہ کے ایک سن رسیدہ فرزند کو تخت پہ بٹھا دیا ہے جنھوں نے المستعین باللہ کا لقب اختیار کیا۔ اور اس کی کوشش ہو رہی ہے کہ متوکل کی نسل کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اور وہ سلطنت کے مجرم ہیں۔ ایسی حالت میں اگر میں نے منصور اور اُن کی بیوی کے گرفتار کر لینے کا ارادہ کیا تو چاہے آپ اپنا انتقام کا خیال بھی موجود ہو میں نے کوئی ناجائز کارروائی نہیں کی۔ اور اس پر مجھ کو الزام نہیں دیا جا سکتا۔"

ابن طولون "اور تم نے جو پانچ لاکھ روپیہ مانگے یہ بھی سلطنت کے حکم سے مانگے ؟"

ابن مبرد "سلطنت کے حکم سے نہیں تو سلطنت کے لیے سہی۔ مجھے حق ہے کہ جن لوگوں کو سرکاری خزانے کا چور اور مجرم پاؤں اُن سے جتنی رقم چاہوں بطور جرمانے کے وصول کر لوں یا اُن کی ساری جائداد ضبط کر لوں۔"

ابن طولون "یہ تو والی ملک کا کام ہے۔"

ابن مبرد "اور میں بھی کوئی کارروائی بغیر آپ سے منظوری لیے نہ کرتا۔ آج ہی اس کارروائی کا آغاز ہوا ہے۔ کل میں شاہزادی اور ان تمام امور کو آپ کے سامنے پیش کرنے والا تھا۔"

ابن مبرد کا بیان سُن کر ابن طولون دیر تک غور کرتا رہا۔ پھر سب لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا "اُن کے معاملے کا تصفیہ بغیر وزراے خلافت سے دریافت کیے نہیں ہو سکتا۔ اس لیے سردست میں ان کو چاہتا ہوں کہ قید رکھوں۔ اگر تمھاری خوشی ہو تو میں اپنے پاس قید رکھوں اور اگر تم کو میرا اعتبار نہ ہو تو تم خود ان کو لے جا کے اپنے پاس حفاظت سے رکھو۔ اور جس دن یہ فیصلے کے لیے طلب کیے جائیں حاضر کر دو۔ مگر میں یا تم جو اپنے پاس قید رکھے وہ ان کی حراست کرنے وقت حاضر کر دینے کا ذمہ دار ہو گا۔"

بلوائی "ہم اس کو اپنی حراست میں رکھیں گے۔"

ابن طولون "میں اس کو خوشی سے قبول کرتا ہوں۔ مگر تم لوگ اپنی ذمہ داری کو

بخوبی سمجھ لو۔ اگر تمھاری حراست سے یہ نکل گئے تو تمھاری جانین اور مال دونون ذمہ دار ہون گے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جب تک آخری فیصلہ نہ ہو اُن کا بال بیکا ہو اگر یہ مرگئے یا ان کے جسم کو کسی قسم کا نقصان پہونچ گیا تو بھی تم ذمہ دار ہو گے"

بلوائی "ہم سب ذمہ داریان اپنے سر لینے کو موجود ہین"

اب ابن طولون نے ابن مبرد سے کہا "تم کو اپنے اعمال اور رکونزکلی کا انتقام دنیا ہی مین ملنا شروع ہو گیا۔ جاؤ ان لوگون کی قید مین رہو۔ ادرہ"

ابن مبرد "مجھے آپ اپنی قید مین رکھین۔ ان لوگون سے مجھے اپنی جان کا اطمنان نہین ہے"

ابن طولون "تم کو نہ ہو مگر مجھکو ہے۔ ابھی تم دراصل انھین کے اسیر ہو اور انھین کی قید مین رہو گے سلطنت جب تمھارے بارے مین فیصلہ کر چکے گی اسوقت تم کو ان سے لے لیا جائے گی۔ کیا ممکن ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ اور ممکن ہے کہ قید ہو یا کوئی اور سزا دی جائے"

ابن مبرد "ان کے حوالے کرنے سے اچھا ہے کہ آپ مجھے قتل کر ڈالین"

ابن طولون "افسوس کہ تمھاری اس تمنا کو مین نہین پورا کر سکتا۔ جیر اب یہ بھی سن لو کہ تم نے مجھے ایک لاکھ دینار نذرانہ دینے کو کہا تھا جس کو اب تم کسی طرح نہین پورا کر سکتے۔ اس لیے کہ تمھارا سارا مال واسباب بھی گزشتہ جبیرہ دستیون کی پاداش مین ضبط کر لیا جائے گا۔ مین اس نذرانے کے عوض مین تمھارے ان سو غلامون کو لیے لیتا ہون جو مجھ کو بہت پسند آئے۔ تمھارے مکان اور تمھارے تمام متعلقین پر بھی جب تک فیصلہ نہ ہو پہرہ بٹھا دیا جائے گا"

یہ فیصلہ سُن کر ابن مبرد رونے لگا۔ مگر اس کے مظالم ایسے تھے کہ کسی کو ترس نہ آیا۔ اور اسکے غلامون مین سے چند جو سامنے کھڑے تھے ان کو ابن طولون نے حکم دیا کہ "تم لوگ اپنے تمام ساتھیون کو جمع کرو۔ جب تک مین مغرب کی نماز پڑھون۔ نماز کے بعد تم سب مجھے یہان صف بستہ ملو"

غلام اپنے ساتھیون کے ڈھونڈھنے کو دوڑے۔ اور ابن طولون نے بجائے جامع عمرو ابن ابی عاص مین جانے کے یہین خضوع و خشوع اور نہایت وقار سے نماز پڑھی۔ اب اندھیرا ہو گیا تھا۔ اور مشعلون کی روشنی مین ابن طولون

دیکھا کہ غلام زرق برق کپڑے پہنے سامنے صف باندھے کھڑے ہین۔ اُن کے سردار کو اس نے قریب بلایا اور کہا "آج سے تم سب میرے غلام ہو۔ اور جس طرح ابن مبرد کے ساتھ رہا کرتے تھے میرے یہان اور میرے ہمراہ رہا کرو۔ امید ہے کہ تم مجھ کو ابن مبرد سے اچھا آقا پاؤ گے۔ اگرچہ تم سب اس ظالم وکم ظرف امیر خراج کے کامون مین شریک ہو لہذا ضرورت ہے کہ اس کی سزا مین بھی شریک کیے جاؤ۔ مگر مین تمھارا قصور معاف کر کے تمھین اپنے ساتھ لیے لیتا ہون"۔

غلامون کے سردار نے عاجزی کے ساتھ اظہار احسانمندی کیا۔ اور اس نے اور اُس کے ساتھ سارے غلامون نے نعرہ مارا کہ "ابن طولون کا اقبال بلند!"

اب ابن طولون نے ابن مبرد کو بلوائیون کے حوالے کیا۔ اور اُن کے چند سرغناؤن سے اس مضمون کی تحریر لکھوالی کہ مجرم ابن مبرد کو حفاظت کے ساتھ اپنی حراست مین رکھین گے۔ اس کو کسی قسم کا آزار نہ پہونچائین گے۔ اور جب طلب کیا جائے فوراً حاضر کر دین گے۔ ورنہ اُس کا معاوضہ اُن کی جانون اور جائدادون سے وصول کیا جائے گا۔

پھر کوتوال شہر ابن دغنہ کو بلوا کے حکم دیا کہ ابن مبرد کے زن و فرزند اہل و عیال۔ متعلقین اور اس کی ساری جائداد تمھاری حفاظت مین چھوڑی جاتی ہے۔ تمھارا فرض ہے کہ آج سے کل تک پوری تعیقہ کر کے پرسون شب کو میرے سامنے پیش کر دو۔ اور پہرہ مقرر کر دو کہ کوئی شخص یا چیز جانے نہ پائے۔ یہ انتظام آخری فیصلہ تک رہے گا۔ اور اگر اس مین ذرا بھی کوتاہی ہوئی تو تم کو سخت سزا دی جائے گی"۔

بہرحال اسی وقت بلوائی ابن مبرد کو زنجیرون مین جکڑ کے اپنے ساتھ لے گئے۔ ابن طولون ابن مبرد کے غلامون کے جلوس اور اپنے ہمراہیون کے ساتھ قصر شمع مین گیا جس مین والیان مصر رہا کرتے تھے۔ اور ابن دغنہ نے اپنی جمعیت کے لوگون کو بلا کے ابن مبرد کے مکان کو گھیر لیا۔ اور اُس مین رہنے والون۔ ملازمون۔ غلامون۔ جانورون۔ اور مال واسباب کی

فہرستیں مرتب کی جانے لگیں۔

یہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ اس کی بدولت ابن طولون ایک ہی دن میں فسطاط کی رعایا سے روشناس اور اُن میں نہایت ہی ہردلعزیز ہوگیا۔ اور یہ اس کے عہد ولایت کا پہلا کارنامہ سمجھا گیا جس نے اُس کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں بڑی بڑی امیدیں پیدا کر دیں۔ اور جو تھا اُس کا حکم ماننے اور اس پر جان فدا کرنے کو تیار رہتا تھا۔

پانچواں باب

عزیزۂ مصر کا گھر

دریائے نیل کے کنارے ایک بہت بلند ٹیلے پر ایک عالیشان قصر ہے جس کے سامنے دریا کیطرف پہاڑ تک کے آگے ایک مسطح تختۂ زمین نکال کے اس میں چمن بندی کر دی گئی ہے۔ اور اس سے پانی کے اندر تک پختہ سیڑھیاں بنتی چلی گئی ہیں۔ مگر چمن اور قصر اتنی بلندی پر واقع ہیں کہ سیلاب نیل کے زمانے میں چاہے کتنی ہی بلندی تک پانی چڑھ جائے وہاں تک نہیں پہونچ سکتا۔ قصر کے سنہرے کلس دُور دُور تک نظر آتے ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ یہ قصر فسطاط میں پُرانے قصر شمع کا جواب ہے جو ایک مدت تک ایرانی اور رومی حکام مصر کا دار الحکومت رہ چکا تھا اور فی الحال مسلمان والیان مصر کا مسکن و دار الامارت ہے۔

شہر کی بڑی آباد و بارونق سڑک جو قصر شمع سے آئی ہے گنجان آبادی سے نکلتے ہی اس ٹیلے پر چڑھ کے قصر کے جنوبی پھاٹک میں داخل ہو گئی ہے۔ لہذا اس طرف اگر قصر کے بلند دروازوں سے دیکھئے تو سارا شہر فسطاط نظر کے سامنے ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی اچھا نقاش ہو تو یہاں سے کھڑے ہو کر شہر کا بہت ہی اچھا اور سچا نقشہ کھینچ لے سکتا ہے۔ قصر کی بلندی تک اونٹ تو نہیں پہونچ سکتے مگر گھوڑے اور خچر خوب دوڑتے ہوے چلے جاتے ہیں جو یہاں پہاڑوں پر چڑھنے کے عموماً عادی ہوتے ہیں۔

اسی سڑک پر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک پُرجوش جلوس آبادی سے نکل کر

قصر کیطرف چڑھنے لگا ہے۔ آگے آگے ایک سولہ سترہ سال کا خوش رو خوش پوشاک نوجوان ہے جو ترکی وضع کے بانکے عمامے مین کلغی لگائے ہے۔ اور اس کے پیچھے جلوس کے عنوان سے چار مسلح سوار ہین جن کے ہاتھون مین ننگی تلوارین رخصت ہونیوالے آفتاب کی زرد شعاعون مین چمک رہی ہین۔ یہ نوجوان نئے والی مصر ابن طولون کا بیٹا خمارویہ ہے۔ اور اتنا ہی سُن کر ناظرین سمجھ گئے ہون گے کہ اسکے پیچھے جو پریجمال و حور خصائل خاتون تخت روان پر بیٹھی ہزارون رومیون کے پرجوش نعرہ ہاے مسرت کے ساتھ آرہی ہے عزیزہ مصر شاہزادی جولیانا ہے اسکی سواری شہر مین گزری تو جو دیکھتا ساتھ ہولیتا اور جتنے وفادار جان نثارون کا گروہ اُس کو ابن مبرد کے مکان سے لے کے چلا تھا اسکے سوگنے آدمی اسوقت ہمراہ نظر آرہے ہین جبکہ وہ اپنے قصر مین پہونچی جس کی تصویر ابھی ہم نے اپنے ناظرین کو دکھائی ہے۔

آخر یہ جلوس قصر کے جنوبی پھاٹک پر پہونچ کے رُک گیا۔ جو کی زمین پر رکھی گئی۔ اور جولیانا نے کھڑے ہو کے سب ہمراہیون کیطرف دیکھا اور اپنی شیرین و پُرنغمہ آواز مین کہا ”آپ سب لوگون کی محبت و عنایت کا شکریہ ادا کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔ آپ نے میری جان بچا لی! اور اگر چند گھنٹے اور خبر نہ لی جاتی تو مجھے کوئی زندہ نہ پاتا۔ آج مجھے معلوم ہوا کہ کم ظرف غلام آزادی پانے کے بعد کیسے شقی القلب ہو جاتے ہین۔ اور آج ہی مجھے آپ کی محبت کی قدر معلوم ہوئی ظالم کی روح فرسا قید نے تھوڑی ہی دیر مین میری روح اس قدر تحلیل کر دی تھی کہ اسوقت تک مجھے ہوش بھی نہ آیا ہوتا۔ یا شاید جان بر ہی نہ ہوسکتی مگر آپ کی محبت نے مسیحائی کی۔ اور آپ کے کلمات جوش نے میرے مردہ جسم مین نئی روح پھونک دی اور اب خدا کے فضل سے مین بہت اچھی اور توانا و تندرست ہون۔ اور اپنی کامل صحت کا اطمینان دلا کے آپ سے رخصت ہوتی ہون“

جولیانا کے یہ الفاظ سنتے ہی سب لوگ پھر جوش و خروش کے نعرے مارنے لگے۔ اور جولیانا خمارویہ کو ساتھ لے کر جو گھوڑے سے اتر چکا تھا قصر کے اندر داخل ہوئی۔ اور یہی وقت ہے جبکہ اس کو رحم دل و عدالت گستر حاکم دیکھ

عزیزہ فرزند خمارویہ سے بات کرنے کا موقع ملا کہنے لگی "مین آپ کے والد کی اور آپ کی بعد شکر گزار ہون اُنھون نے مجھے ذلیل موذی ابن مبرد کے پنجہ ستم سے چھڑایا اور آپ نے مجھے یہان تک پہونچانے کی زحمت گوارا کی"

خمارویہ:۔ "مجھے اپنی زندگی کے اس دن پر ہمیشہ ناز رہے گا جس مین مجھے ایسی معزز و محترم نازنین اور ایسے معشوقہ دلربا کی خدمت ادا کرنے کا موقع ملا"

جولیانا:۔ "یہ آپ کی شریف النفسی و عالی ظرفی ہے جو ایسا فرماتے ہین۔ چلیے میرے شوہر منصور بن متوکل عباسی سے بھی مل لیجیے۔ وہ آپ سے اور آپ اُن سے مل کے خوش ہون گے"

خمارویہ:۔ "اگرچہ والد منتظر ہون گے اور مجھے جلدی واپس جا کر اُن سے آپ کے مع الخیر گھر پہونچ جانے کی اطلاع کرنا ہے مگر آپ کے حکم کے بھی خلاف نہین کر سکتا کیا امیر المومنین متوکل علی اللہ کے فرزند یہان موجود ہین؟"

اتنے مین ایک شریفانہ صورت رئیسانہ شمائل اور شاہانہ خصائل کا خوش رو شخص جس کی عمر پچیس تیس سال سے زیادہ نہ ہوگی اور نہایت ہی مکلف لباس پہنے تھا جلد جلد قدم اُٹھاتا ہوا آکر محل کی عمارت کے باہر جولیانا سے ملا اور کہا "پیاری عزیزہ مصر! ابن مبرد سے مل آئین؟ اس نے کس لیے بلایا تھا؟"

جولیانا:۔ (ہنس کے) "آپ کو ابھی تک نہین خبر کہ اس نے کس لیے بلایا تھا؟"

منصور:۔ "مجھے کیا خبر! مین تو اپنے کمرے مین پڑا ہوا تمھارے انتظار مین گھڑیان گن رہا تھا"

جولیانا:۔ "اس کا حال مجھ سے اچھا شاید والی ابن طولون کے یہ اقبالمند و جوان طالع صاحبزادے خمارویہ بیان کرین گے (خمارویہ سے) یہ میرے شوہر منصور ہین ان سے ملیے۔ اور ساری سرگزشت بیان فرما دیجیے جس کے یاد آنے سے میری روح تحلیل ہونے لگتی ہے"

اس تعارف کے ساتھ ہی خمارویہ نے ادب سے منصور کو سلام کر کے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور چند معمولی ضروری کلمات ملاقات کے بعد خمارویہ نے شاہزادی کی اسیری و رہائی کا سارا واقعہ بیان کر دیا۔ منصور یہ سن

سُن کر حیرت مین آگیا۔ اور آخر ایک ٹھنڈی سانس لے کے بولا "مجھے نہین خبر تھی کہ اس ذلیل حبشی کے دل مین اس قدر بغض بھرا ہوا ہے! افسوس اب اس پر میرا زور نہین چل سکتا۔ مین نے اس کو آزاد ہی نہین کیا بلکہ اس کے ہاتھ مین قوت دے دی۔ مگر اب بغداد مین میرا اتنا اثر نہین باقی ہے کہ اس کو موقوف کرا دون۔"

خارویہ "آپ مطمئن رہین۔ اس کام کو والد پورا کر دین گے۔"

منصور "تو مین ان کا نہایت شکر گزار ہون گا۔"

خارویہ "اب مجھے واپس جانے کی اجازت دیجیے۔ والد منتظر ہون گے اور اُن کا دل لگا ہو گا کہ شاہزادی کا مزاج وہان سے آنے کے بعد کیسا رہا۔ اور مجھے بھی اس کی فکر ہے کہ وہان ابن مبرد کے بارے مین والد نے کیا فیصلہ کیا۔ والد کے ہمراہ دو چار غلامون سے زیادہ نہین ہین۔ اور بلوائیون کی اس قدر یورش ہے کہ اندیشہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ والد کا یہ اصول ہے کہ وہ ہر معاملے مین کسی کی مروت اور جنبہ داری نہین کرتے۔"

جولیانا "مین سمجھتی تھی کہ آپ تھوڑی دیر تشریف رکھین گے اور کچھ ما حضر تناول فرمائین گے۔"

خارویہ "اس فخر کے حاصل کرنے کے لیے مین پھر حاضر ہون گا۔ لیکن اگر اس وقت جلدی واپس نہ گیا تو والد ناراض ہون گے۔"

منصور "مگر جانے سے پہلے اقرار کرتے جائیے کہ اب کب ملاقات ہو گی۔"

خارویہ "جس دن فرمائیے۔ مین ہر روز آ سکتا ہون۔"

جولیانا "تو کل ہی تشریف لائیے۔ مجھے چند ضروری باتون مین مشورہ بھی کرنا ہے۔"

اس کے بعد خارویہ ادب و شائستگی کے ساتھ منصور اور جولیانا سے رخصت ہو کر اپنے چار ون ہمراہی سوارون کے ساتھ واپس گیا اور منصور و جولیانا قصر کے اندر جا کے ایک مسند پہ بیٹھ گئے۔ جولیانا نے تمام واقعات اور ابن مبرد کی گستاخانہ باتون کو از سر نو بیان کر کے کہا "مگر مجھے بہت بڑی فکر آپ کے

متعلق ہو گئی ہے۔ ابن بسرد کے بیان سے معلوم ہوا کہ بغداد کے وزرا و امرا آپ کے دشمن ہو رہے ہین اور آپ کی تلاش مین ہین۔"

منصور:"اس کا کسی قدر مجھے بھی چند روز سے علم ہو گیا تھا مگر تم سے اس لیے نہین بیان کیا کہ تم پریشان ہو گی لیکن مجھے اس کا یقین نہین آتا کہ ابن بسرد کے نام اس قسم کا کوئی حکم آیا ہو۔ وہان سے حکم آتا تو والی مصر کے نام آتا۔"

جولیانا:"لیکن مجھے کچھ وہان کا حال تو بتائیے ابھی تک تو مین سمجھ رہی تھی کہ ابن بسرد نے روپیہ کے لالچ مین جھوٹ سچ باتین بنا دین مگر اب آپ کے کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بیان صحیح ہے۔"

منصور:"تم سے کیا کہون! کوئی خوشی اور اطمینان کی بات ہوتی تو کہتا۔ ان باتون سے بجز اس کے کہ جو صدمہ میرے دل پر ہے اس سے تمھارے نازک دل کو بھی دکھا دون اور کیا فائدہ ہو گا؟"

جولیانا:"تو کیا مین تمھارے رنج و راحت کی شریک نہین ہون؟"

منصور:"ہو مگر ابھی تمھارا سن ایسے صدمون کے اٹھانے کے قابل نہین ہے۔ تاہم مجھے بتا دینے مین کوئی عذر نہین ہے۔"

چھٹا باب

خلافت بغداد کی پولیٹکل حالت

اب منصور نے اپنی نازآفرین بیوی کی تسلی و دلدہی کے خیال سے اپنے اور دولت خلافت عباسیہ کی موجودہ پولیٹکل حالت ان الفاظ مین بیان کرنا شروع کی۔

حسرت سے کہنا پڑتا ہے کہ اب ہمارے خاندان سے خلافت تشریف لیے جاتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جا چکی۔ اور یہ سب اُن جاہل و بے عقل خلیفہ کی حماقتون کا نتیجہ ہے جو ہمارے دادا تھے اُنھون نے جب دیکھا کہ امراے عرب مین عیش پرستی و بزدلی کے ساتھ سرکشی اور نافرمانی کا مادہ پیدا ہو گیا ہے تو ترکی غلامون کو جمع کرنا شروع کیا۔ جو بظاہر نہایت ہی فرمان بردار نظر آتے اور اُن کے اشارون پر چلتے تھے۔ ان غلامون کا پورا ایک زبردست لشکر پیدا ہو گیا۔ جس سے جہاد و ملک گیری کا تو کبھی

شاذ و نادر ہی کام لیا گیا۔ مگر ہان اُن کا رعب داب البتہ بڑھ گیا۔ اور نسل عرب کے معزز لوگون کو اُن سے اذیت پہونچنے لگی۔ یہان تک کہ چند روز مین اُن غلامون نے شرفاے بغداد اور وہان کی غریب رعایاے عرب کو اس قدر ستانا اور پریشان کرنا شروع کر دیا کہ آخر دادا معتصم باللہ کو اپنے ترکی غلامون کے رہنے کے لیے نیا شہر سرمن رائے (موجودہ سامرہ) آباد کرنا پڑا۔ جہان کی سکونت خود اُنھون نے بھی اختیار کر لی۔ اور گویا ترکون نے عباسی خلیفہ کو اُسکے نبی اعمام اعزہ اور ابناے وطن سے چھین لیا۔ تاہم ان کے زمانے تک خلافت کی سطوت قائم رہی اور قیصر روم کو ایک زبردست شکست دے کر اُنھون نے ناموری بھی حاصل کر لی۔ اُن کے بعد پانچ چھ سال تک اُن کے فرزند الواثق باللہ خلیفہ رہے پھر سنہ ۲۳۲ھ مین اُن کے بیٹے جعفر متوکل جو میرے والد بزرگوار تھے سریر خلافت پر بیٹھے وہ زیادہ تر مذہبی جھگڑون اور معتزلیون کے استیصال مین مصروف رہے۔ جس چیز نے اُن کو ملک گیری و جہانبانی کے ضروریات سے بالکل غافل رکھا۔ اور سب سے زیادہ خرابی یہ تھی کہ اُن کو مجھ سے اس قدر زیادہ محبت تھی کہ مجھی کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتے تھے۔ اور میرے بڑے بھائی محمد منتصر خلافت تھے جن کو پہلے ولی عہد تسلیم کر چکے تھے آخر اظہار عنایت کے لیے اُنھون نے مجھ کو والی مصر مقرر کر دیا۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ بھائی محمد میرے دشمن ہو کر ترک سردارون سے سازش کرنے لگے۔ اور اُنھین یہ دُھن ہو گئی کہ کسی تدبیر سے مجھ کو مروا ڈالین۔ میرا سِن اُن دنون اٹھارہ برس سے زیادہ نہ تھا۔ بھائی کو اپنے خون کا پیاسا سُنا اور ترک غلامون اور ترک سرداران فوج مین اُن کا اثر بڑھتا دیکھا تو چھپ کے مصر مین بھاگ آیا۔ مین اگرچہ مصر کا والی تھا مگر والد کے پاس بغداد ہی مین رہتا تھا اور میری طرف سے ایک نائب یہان حکومت کرتا تھا۔ خود میرے یہان آنے کی ضرورت نہ تھی مگر جان کے خوف سے گھر چھوڑ کے بھاگنا پڑا۔

میرے آنے کے بعد بھائی میرے قتل کرنے سے زیادہ سنگین جرم پر آمادہ ہو گئے اور ارادہ کیا کہ خود والد کو قتل کرا کے تخت خلافت پر بیٹھ جائین۔ محل کے تمام ترک غلامون اور ترکی [illegible] تمام اتراک سردارون سے اُن سے سازش تھی ہی۔ اس کوشش مین اُن کو [illegible] کوئی دقت نہین پیش آئی۔ والد کے مخصوص

ترک غلام باغر اور اُس کے کئی رفیقوں نے ۲۴۷ھ کی ایک خوفناک رات میں والد کے دیوان خانے میں گھس کر ان کو اور اُن کے وزیر خاقان کو قتل کر ڈالا اور بھائی محمد نے خلیفہ بن کے المنتصر باللہ کا لقب اختیار کر لیا۔

تخت نشین ہوتے ہی انھوں نے مجھ کو ولایت مصر سے معزول کر دیا۔ اور ساتھ ہی لکھا۔ "اگر تم بے عذر میرے پاس چلے آؤ گے تو جان بخشی و عزت افزائی ہو گی اور چھوٹا عزیز بھائی سمجھ کے تم کو سب سے زیادہ عزیز رکھوں گا۔ ورنہ جہان ہو گے میرے سردار تم کو ڈھونڈھ کے قتل کریں گے۔" اب مجھے بجز اسکے کوئی مفر نہ تھا کہ فوراً اُن کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں چنانچہ خط پڑھتے ہی میں نے اُن کو اطلاع دی کہ میں حسب الحکم بھائی کی شفقت کا لطف اٹھانے کے لیے حاضر ہوتا ہوں۔ اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کبھی کسی امر میں آپ کے حکم کے خلاف نہ کروں گا۔" اور اس خط کے روانہ کرنے کے چوتھے روز بذات خود بغداد کی راہ لی۔

اُن دنوں پیاری جولیانا مجھے تمھارے عشق نے دیوانہ بنا رکھا تھا تمھارے ساتھ شادی کا پیام دیا تھا اور تمھارے عزیزوں اور ولیوں کے راضی کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیسا ہی ضروری کام ہوتا میں نہ جاتا۔ مگر یہ ایسا معاملہ تھا کہ جوش عشق پر بھی غالب آ گیا۔ اور اپنی زندگی کی مسرتوں اور تمناؤں کو یہیں چھوڑ کے عراق میں پہونچا۔

جب میں سامنے پہونچا تو بھائی منتصر باللہ سریر خلافت پر بیٹھے تھے میں نے بڑھ کے اُن کے زانو کو بوسہ دیا۔ اور سامنے مودب کھڑا ہو گیا۔ پہلے دیر تک وہ میری صورت دیکھ دیکھ کے مسکراتے رہے۔ پھر کہا۔ "تم کو تو نامرادی و ناکامی کا بڑا افسوس ہو گا۔" میں نے قسم کھا کے کہا۔ "لا واللہ! مجھے خلافت کی ہوس نہ تھی اور نہ ہے۔ اور نہ کبھی میرے دل میں یہ خیال آیا کہ بڑے بھائی کو محروم کر کے میں جانشین خلافت ہوں۔ مگر والد مرحوم کے طرز عمل نے آپ کو مجھ سے بدظن کر دیا ہو گا۔" اس پر اُنھوں نے کہا۔ "مجھے اُس زمانے کے واقعات سے تعلق نہیں مگر اب تو تمھارے دل میں بغض و عداوت نہیں ہے۔" اس پر میں آبدیدہ ہو گیا اور کہا۔ "معاملہ ایسا نازک ہے کہ آپ کو شاید اعتبار نہ آئے۔ مگر میں سچ کہتا ہوں

کہ مجھے آپ کی اطاعت و غلامی مین جو مسرت ہوگی حکمرانی مین نہین ہو سکتی"
اس کا منتصر پر ایسا اثر پڑا کہ تخت سے اُٹھ کر مجھے گلے لگا لیا۔ میری پیشانی چومی
اور کہا "تمھارا یون اشارہ ہوتے ہی چلا آنا تمھاری سچائی اور صاف دلی کی دلیل
ہے۔ اور اب مین وعدہ کرتا ہون کہ تم مجھ کو والد سے زیادہ اپنے حال پر شفیق
پاؤ گے" اس پر خوش ہو کر اظہار احسان مندی مین مین نے پھر اُن کے قدم چومے
اور اُنھون نے اسی گھڑی سے مجھ کو اپنا انیس صحبت بنا لیا۔

اب بھائی منتصر کو بغیر میرے نہ دربار مین لطف آتا اور نہ سیر و شکار مین۔ نہ
کوئی بزم طرب مجھ سے خالی ہوتی۔ اور نہ کوئی خلوت کی صحبت۔ اندر باہر خلوت
و جلوت مین ہر وقت مین موجود رہتا تھا۔ اور اُن کو اپنی اولاد سے شاید اتنی محبت نہ
تھی جتنی مجھ سے تھی۔ مگر والد کے قتل کرنے سے ترکی سردارون کے منھ کو خون لگ گیا
تھا اور اُن کے دل مین خیال پیدا ہو گیا تھا کہ خلافت ہماری لونڈی ہے۔ ہم جس کو چاہین
دلوا دین اور جس خلیفہ کو چاہین قتل کر ڈالین بھائی سے وہ بار بار روپیہ کا تقاضا کرتے
اور جب نہ دیا جاتا یا خزانے مین نہ ہوتا تو اُن کے چشم و ابرو سے ناراضی ظاہر ہوتی
جس سے مین بہت خائف تھا۔ اور کئی بار بھائی سے کہا بھی کہ یہی تاتاری سردار
جنھون نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کے دشمن ہو جائین۔ مگر انھون
نے ہمیشہ یہی کہا کہ "تم والد کے واقعے سے خائف ہو۔ مگر یہ لوگ میرے دوست
اور جان نثار ہین۔ اور غیر ممکن ہے کہ میرے ساتھ دغا بازی کرین" لیکن آخر مین
ایک بار جبکہ کوئی اور قریب نہ تھا انھون نے کہا "تمھارا اندیشہ بے بنیاد نہین ہے
مین خوب جانتا ہون کہ یہ بے وفا ترک میرے خون کے پیاسے ہین۔ اور میرے قتل
کرنے کی تاک مین ہین۔ مگر مین ایسی احتیاط سے رہتا ہون اور اس کا مین نے
پورا بند و بست کر لیا ہے کہ مجھ پر حملہ کرنے کا ان کو کبھی موقع نہ ملے گا"

اس کے بعد جو مین نے غور کیا تو نظر آ گیا کہ واقعی سرداران ترک کی بجز دربار
کے خوابگاہون اور خلوت سراؤن تک مطلق رسائی نہ تھی۔ اور وہ شب و روز
اس فکر مین رہا کرتے تھے کہ کوئی موقع ملے تو اس خلیفہ کا خاتمہ کر دین جس کو
ہم پر بھروسہ نہین ہے۔

اسی اثنا مین ایک دن بھائی منتصر نے جشن منانے کا ارادہ کیا۔ اس ضرورت کے لیے ایک خاص قصر آراستہ کیا گیا۔ اور اس کی رونق بڑھانے مین اس قدر اہتمام تھا کہ مجھ کو ساتھ لے کر خود گئے اور اعلی درجہ کے قالین نکلوا نکلوا کے بچھوانے لگے اتنے مین اُن کو کچھ یاد آیا فوراً داروغۂ فراش خانہ کو بلا کے کہا، "وہ سارے کمرے کا بڑا ریشمی قالین جو دولت ساسانی کی یادگار ہے نکال لاؤ۔ آج ارادہ ہے کہ اپنی صحبت نشاط مین اُسی کو بچھواؤن۔" داروغہ نے تعمیل مین ذرا تامل کیا تو بھائی نے بگڑ کے کہا، "تم لوگ ہمیشہ اسی فکر مین رہتے ہو کہ خزانۂ خلافت کی چیزون کو ہاتھ نہ لگایا جائے مگر مین تمھاری ایسی بیہودگیون کی پروا نہین کرتا۔ خزانے مین جو کچھ ہے کام مین لانے کے لیے ہے رکھنے کے لیے نہین ہے۔"

داروغہ: "امیرالمومنین۔ مگر بہت سی چیزین تاریخی یادگار ہوتی ہین اور اس قابل نہین ہوتین کہ کام مین لائی جائین۔ وہ قالین ایسی ہی چیزون مین ہے۔ اور حضور یہ بھی خیال فرمائین کہ اگرچہ اس مین اعلی درجہ کے نقش و نگار اور گل بوٹے بنے ہین مگر ایسی چیزین خوش نصیب لوگون کے کام کی نہین ہوتین جس طرح ایک افسردہ دل شخص زندہ دلی کی صحبتون کو افسردہ کر دیا کرتا ہے ویسے ہی بدبخت لوگون کی یادگارین بھی اقبالمندون کے حق مین منحوس ہوا کرتی ہین۔"

منتصر: "بس زیادہ نہ بکو۔ اور جو حکم دیا گیا ہے اُس کی تعمیل کرو۔ مجھے عورتون کی طرح بدشگونیون کا وہم نہین ہے۔"

جب کوئی عذر نہ سنا گیا تو داروغہ اس قالین کو لے آیا۔ جو اتنا بڑا تھا کہ پورے کمرے مین پھیلا کے بچھا دیا گیا۔ اب جو غور کیا گیا تو نظر آیا کہ اس مین اعلی درجے کے نقش و نگار اور گل بوٹون کے درمیان ایک جوان خوشرو تاجدار عجم کی بڑی بھاری تصویر بنی ہے جس کے سر پہ تاج خسروی جسم مین لباس شاہی۔ اور ران کے نیچے بادرفتار گھوڑا ہے۔ اور تصویر کے نیچے قدیم پہلوی زبان مین کچھ لکھا ہے۔ منتصر کو فکر ہوئی کہ کیا لکھا ہے۔ اسی وقت ایک عجمی موبد کو بلوا کے حکم دیا کہ پڑھو اس مین کیا لکھا ہے۔ موبد نے پڑھا تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اور حسرتناک صورت بنا کے خاموش ہو گیا۔ منتصر نے جب زیادہ اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ امیرالمومنین یہ قالین غالبًا

شیرویہ ابن خسرو پرویز کے بعد کسی تاجدار عجم کے حکم سے بنا ہے۔ اس مین شیرویہ کی تصویر بنی ہے۔ اور اُس کے نیچے یہ الفاظ لکھے ہین، "مین شیرویہ بن پرویز ہون۔ مین نے سلطنت کی ہوس مین اپنے باپ کو مار ڈالا مگر چھ مہینے سے زیادہ حکومت کرنا نہ نصیب ہوا"۔ اتفاقاً اسوقت منتصر کو تخت نشین ہوے چھ مہینون مین چند روز باقی تھے۔ یہ تحریر پڑھنے کے ساتھ ہی اپنا واقعہ یاد آگیا کہ مین نے بھی سلطنت کی ہوس مین اپنے باپ کو قتل کیا ہے۔ یک بیک جشن طرب کا سارا شوق خاک مین مل گیا افسردہ و ملول ہو کے کونے مین بیٹھ گئے۔ مین نے بہت تسلی دی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور تھوڑی دیر مین بخار شدید چڑھ آیا۔ اب نہایت بدحواسی و پریشانی کے ساتھ اُنھون نے مجھ سے کہا "اباؤ یہ قالین تم ہی لے جاؤ۔ ایسی پریشان کرنیوالی چیز کو خزانۂ خلافت مین نہ رہنا چاہیے"۔

اسی ضمن مین غالباً اُن کو پھر خیال آیا کہ ایسا نہ ہو ترک لوگ مجھ کو قتل کر کے میرے بھائی کو تخت پر بٹھا دین۔ پھر دل مین میری طرف سے بدگمانی پیدا ہوئی۔ اور کہا "تم اب فوراً مصر چلے جاؤ۔ اور اس قالین کو بھی اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔ دیکھو اب ایک گھڑی کے لیے بھی یہان نہ ٹھہرنا"۔ اسی موقع پر مین نے ان سے ابن مبرد کے نام امیر خراج مصر مقرر ہونے کا حکم لکھوا لیا۔ اور اُن کو کچھ ایسا اضطراب تھا کہ بلا تامل لکھ دیا اور کہا "بس اب اسی وقت جاؤ رات تم کو یہان نہ ہو"۔

میری تو تمھارے شوق دیدار مین خود ہی یہ تمنا تھی اُسی وقت چل کھڑا ہوا۔ یہان آتے ہی والی مصر اُمیہ بن مزاحم کے سامنے وہ فرمان خلافت پیش کر کے ابن مبرد کو امیر خراج مقرر کرا یا۔ اور ایک ہی ہفتہ کے اندر خدا نے تمھارے وصل سے شادکام کیا۔

اب مین شادکامی و مسرت مین دنیا و مافیہا کو بھولا ہوا تھا کہ آنے کے مہینہ بھر بعد مجھے اطلاع ملی کہ بھائی منتصر کا مرض بڑھتا ہی گیا۔ بخار کی شدت کسی طرح کم ہونے کو نہ آئی۔ اور درد سر کی شدت سے سر پھٹا جاتا تھا۔ آخر طبیبون نے فصد تجویز کی۔ اور قصر خلافت سے خلافت کے خاص حجام ابن طیفور کے نام جو بڑا ہوشیار جراح تھا اطبا کا حکم ہوا کہ "کل صبح کو آکر امیرالمومنین کی فصد کھولو"۔

اس رات کو بھائی منتصر سوتے سوتے ڈرے سہمے اور روتے ہوئے چونک پڑے۔ اماں جان نے جو ماتا کے جوش مین سرہانے بیٹھی سر دبا رہی تھین پوچھا "بیٹا روتے کیون ہو؟" کہا مین نے ابھی ابھی ابا جان کو دیکھا کہ آئے اور کہتے ہین "محمد تو نے مجھ کو قتل کیا تاکہ خلافت ملے۔ مگر خدا کی قسم تو چند ہی روز اس سے بہرہ یاب ہو گا" صبح ہوئی تو ابن طیفور نے آکے فصد کھولی۔ مگر فصد سے بجائے فائدے کے یکایک طبیعت بگڑ گئی۔ ہوش و حواس رخصت ہو گئے اور سخت تشنج شروع ہو گیا۔ ہونٹ اور ناخن سیاہ ہو گئے۔ اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے زہر دیا ہے۔ آخر کھلا کہ ذلیل و نمک حرام ابن طیفور نے ترک سردارون سے ایک ہزار اشرفیان لے کر زہر آلود نشتر سے فصد کھولی جس کا زہر دم بھر مین سارے جسم کے اندر دوڑ گیا۔ اور آخر چھ ہی مہینے مین سریر خلافت منتصر سے خالی ہو گیا۔

اب خلیفہ گر سرداران ترک کو اندیشہ ہوا کہ متوکل کی نسل مین سے کوئی شاہزادہ تخت خلافت پر بٹھایا گیا تو وہ اپنے باپ اور بھائیون کے خون کا انتقام لینے پر آمادہ ہو جائے گا۔ چنانچہ انھون نے متوکل اور منتصر دونون کی اولاد کو محروم کر کے معتصم باللہ کے ایک بیٹے احمد ابو العباس کے سر پر دستار خلافت رکھی اور اس نے المستعین باللہ کا لقب اختیار کر کے حکمرانی شروع کی۔ اور وہی اس وقت امام زمانہ و دارالسلام آل عباس مانا جاتا ہے۔ لیکن وہ فقط نام کے لیے خلیفہ ہے۔ عنان حکومت سرداران لشکر اور غلامان ترک کے سرغناؤن باغر اور وصیف کے ہاتھ مین ہے۔ وہ دونون المستعین کے نام سے جو چاہتے ہین کرتے ہین۔ خزانے اور رعایا کو لوٹتے ہین۔ اور جو احکام چاہتے ہین جاری کرا دیتے ہین۔

چنانچہ اسی وہم اور دھوکے سے جو ان کو متوکل کی اولاد سے ہے عام حکم جاری کر دیا ہے کہ متوکل اور منتصر کی نسل سے دنیا خالی کر دی جائے۔ جو خلیفہ زادہ جہان ملتا ہے قتل کر ڈالا جاتا ہے۔ آج کل بغداد مین ہر ادنی و اعلیٰ کی زبان پر یہ اشعار جاری ہین۔

خلیفۃٌ فی قفصٍ بین وصیف و بغا   یقول ما قالا لہ کما تقول البغا

(خلیفہ ایک پنجرے مین بند و صیف اور بغا کے درمیان مین رکھا ہوا ہے۔ جو بولیان وہ سکھا دیتے ہین وہی بولتا ہے۔ جیسے کہ طوطا بولے۔)

اس مین شک نہین کہ امیر المومنین المستعین نہایت دانا و عاقل اور ذی علم و فضل ہین۔ اور تاریخ ایام سے ماہر۔ سب سمجھتے ہین مگر ترکون پر کوئی زور نہین چلتا۔ اور جو مظالم اُن کے ہاتھ سے کرائے جارہے ہین ان کو وہ نہایت ناگواری کے ساتھ برداشت کرتے ہین۔

اسی سلسلہ مین کوئی تعجب نہین اگر میرے قتل ہونے کا بھی حکم جاری ہوگیا ہو۔ مگر تم کو اس پر پریشان نہ ہونا چاہیے۔ یہان مصر مین کوئی ہاتھ نہین ڈال سکتا اور تم نے دیکھ لیا کہ اس کور نمک غلام نے ایسی جرأت کی بھی تو اسکو کیا سزا ملی"

جولیانا" یہ تو صحیح ہے۔ مگر ایسا نہ ہو کہ ابن طولون کے نام بھی وہان سے تمھارے خلاف حکم آجائے"

منصور" اول تو ابن طولون نیک نفس آدمی ہین وہ ایسے ظالمانہ احکام کی ہرگز تعمیل نہ کرین گے اور اگر انھون نے بھی ہم سے بیوفائی کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے یقین ہے کہ فسطاط کی رعایا اُن کے ساتھ بھی یہی کرے گی جو ابن مبرد کے ساتھ ہوا۔

جولیانا" یقین ہے کہ عنقریب خمارویہ اپنے وعدے کے مطابق پھر ملنے کو آئین گے۔ اس وقت مین اُن سے اس کا ذکر کرون گی"

منصور" خمارویہ ابھی بچے ہین اُن کی باتون کا کیا اعتبار؟ مین خود ابن طولون سے مل کے اس کا تذکرہ کرون گا"

جولیانا" اس سے اچھا یہ ہوگا کہ ہم ابن طولون کی دعوت کر دین۔ اور دونون باپ بیٹون کو بلائین۔ دیکھیے وہ کس طرح ملتے ہین۔ اور کیا خیال ظاہر کرتے ہین۔ اسی دعوت مین موقع نکال کے اس کا ذکر چھیڑا جائے"

اس تجویز کو منصور نے پسند کیا۔ اور دوسری صبح کو ایک گرجستانی غلام کے ہاتھ ابن طولون اور اُسکے فرزند خمارویہ کے نام دعوت کے رقعے بھیج دیے گئے۔

ساتوان باب

بہائم پرست ولی عہد

شہر فسطاط سے دو میل کے فاصلے پر دریاے نیل کے مشرقی کنارے ایک وسیع و پرفضا باغ ہے۔ بہار کا موسم ہے اور دن کا ابتدائی حصہ پھولون کے تختے ہر طرف لہلہا رہے ہین۔ اور خوشبودار پھولون نے سارے باغ کو مہکا دیا ہے۔ یہ باغ رعایا مین سے کسی کا نہین۔ بلکہ سلطنت کی جائداد ہے۔ کہتے ہین کہ عبدالعزیز بن مروان نے اپنے ولایت مصر کے زمانے مین اپنی تفریح اور دلچسپی کے شوق مین اس کو بنوایا تھا۔ جب سے معمول ہو گیا ہے کہ جو والی ملک آتا ہے اگرچہ اس کا قیام خاص فسطاط کے اندر قصر شمع مین ہوتا ہے مگر سیر و تفریح اور دلچسپیون کے لیے اس باغ کو خوب رونق پر رکھتا ہے۔ مگر فی الحال اسکی آراستگی و سرسبزی کی بے انتہا کوشش کی گئی ہے کوہ مقطم کا سارا میدان اس مین شامل کر لیا گیا ہے اور بڑے اہتمام سے جنت کا خطہ بنا دیا گیا ہے۔ اور اس کے گرد کا میدان مرغزار مینو سواد ہو رہا ہے۔

اسی باغ مین دریا کنارے ایک عالیشان قصر بھی بنا ہوا ہے جس کے بلند صحن سے دریاے نیل کی روانی کی خوب سیر ہو سکتی ہے اور قصر کا ہر کمرہ یا دیوانخانہ زرین و مرصع نقش و نگار سے خوب آراستہ کر کے دولھن بنا دیا گیا ہے۔ دنیا بھر کا سامان زینت و عیش یہان جمع کر دیا گیا ہے۔ اور روز بروز اس کی دلکشی و نزہت کو بڑی سرگرمی سے ترقی دی جا رہی ہے۔

قصر کے سامنے ایک چمن مین جس مین ہر جگہ رنگ رنگ کے پھول کھلے ہوے ہین پھولون کے درمیان مین ایک عجیب و غریب حوض بنایا گیا ہے۔ جیسا شاید دنیا مین کہین نہ نظر آئے گا۔ یہ حوض بیس گز لمبا اور بیس گز چوڑا اور دو گز گہرا ہے چارون طرف کنارون پر چار چار گز تک سنگ مرمر خام کی سلون پر برنجی تختے چڑھا دیے گئے ہین جن کی وجہ سے پورا حوض سونے کا ڈلا معلوم ہوتا ہے۔ جس پہ آفتاب کی شعاعین تڑپ کر اسے ایسا چمکاتی ہین کہ دیکھنے والون کی نظر نہین ٹھہر سکتی کنارے کنارے اُن پیتل کے پترون مین برنجی کڑے لگے ہوے ہین۔

اس طلائی حوض مین پانی کے عوض پارہ بھردیا گیا ہے اور آفتاب کی گرمی سے اس چاندی کے دریا مین ایسا پر لطف تموج پیدا ہوتا ہے کہ انسان دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ اسکے بیچ مین پارے کے اوپر زرد چمڑے کی ایک توشک پڑی ہوئی ہے جس مین ہوا بھری گئی ہے جو کشتی کیطرح اس چاندی کے دریا مین تیرتی رہتی ہے توشک مین چارون طرف سونے کی کڑیان لگی ہین جن مین باریک باریک خوبصورت طلائی زنجیرین ڈال کے حوض کے کنارے والی برنجی کڑون سے وابستہ کردی گئی ہین اور ان کی وجہ سے توشک اگرچہ پارے کے طلاطم سے ڈگمگاتی رہتی ہے مگر اپنی جگہ سے نہین ہٹ سکتی۔

اس توشک پر ابن طولون کا جوان سال عیش پرست بیٹا خمارویہ ہوائی تکیے پر سر رکھے لیٹا ہے۔ اور حوض کے کنارے کی برنجی زمین پر ایک شیر ببر خمارویہ کیطرف منھ کیے بیٹھا ہے۔ جو خمارویہ کا ایسا مطیع و منقاد ہے کہ اشارون پر چلتا اور جو حکم دیا جائے اسکو فوراً بجالاتا ہے۔ نوجوان امیرزادہ اُسی سے باتین کر رہا ہے۔ اور وہ غرانے کی ایسی رسیلی آوازین نکالتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے اسکی باتون کو سمجھتا اور محبت سے جواب دیتا ہے۔ اس شیر کے گلے مین سونے کی ہیکل ہے۔ اور اس کے سر پہ دونون کانون کے درمیان ایک خاص وضع کا تاج نما طلائی مرصع زیور جس کو خمارویہ نے اپنی طبیعت سے ایجاد کیا ہے۔

اتنے مین شیر ایک طرف دیکھ کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور غراتا ہوا جھپٹا خمارویہ بہت روکتا اور "زریق" "زریق" کہہ کے پکارتا رہا مگر شیر نے مطلق سماعت نہ کی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد آیا تو اُس کے پنجے مین ایک مرا ہوا کالا زہریلا سانپ تھا جس کو اس نے حوض کے کنارے ڈال دیا۔ اب خمارویہ کو معلوم ہوا کہ یہ سانپ حوض کیطرف آرہا تھا شیر نے میری ہی جان بچانے کے خیال سے اس کو جا کے مار ڈالا اور اُٹھا لایا ہے کہ مجھے اپنی خیرخواہی کا ثبوت دے چنانچہ خمارویہ نے چمکار کے اُسے بٹھایا۔ اور پکار کے کہا "ہنا" (یہان آؤ) فوراً ایک حبشی غلام آیا اور سامنے ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہو گیا۔

خارویہ:۔ دیکھو۔ زرزیق نے ابھی اس سانپ کو مارا ہے۔ اس کو لے جاکے کہین دور پھینک آؤ۔ اور تھوڑا سا پیالا کو لاکے اس کے سامنے رکھ دو"۔ غلام سانپ کو اُٹھا کے چلا گیا۔ اور خارویہ نے شیر کی طرف دیکھ کے کہا "زرزیق۔ بس دنیا مین اکیلا ایک تو ہی میرا سچا انیس اور میری جان کا محافظ ہے۔ کسی نے میری طرف بری نگاہ سے دیکھا اور تو اس پر جھپٹ پڑا۔ مین سوتا ہون تو تو پلنگ کے پاس بیٹھ کے میری حفاظت کرتا ہے۔ کاش آدمیون مین بھی ایسے وفادار ملتے۔ والد نہین پسند کرتے کہ تو شب و روز میرے ساتھ رہے۔ افسوس اُنھین تیری وفاداری کا ایسا تجربہ نہین ہے جیسا کہ مجھ کو ہے"!

یہ باتین سنتے سنتے زرزیق نے کان کھڑے کیے۔ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور ایک طرف دیکھ کے غرایا۔ خارویہ نے اُس طرف دیکھا تو ایک خوش رو نوجوان نظر آیا۔ جو باریابی کی اجازت چاہتا تھا۔ فوراً شیر کو چمکار کے بٹھایا اور اُس شخص سے پکار کے کہا "جمیل آؤ۔ اس وقت تمھین سے ملنے اور باتین کرنے کو جی چاہتا تھا"۔ جمیل کانپتا اور ڈرتا ہوا آیا۔ بعد اجازت حوض کے کنارے بیٹھ گیا۔ اور ہنس کے کہنے لگا "بیشک حضور کی شوکت و عدالت شیر اور بکری کو ایک گھاٹ سے پانی پلاتی ہے"۔

خارویہ۔ (خوش ہو کر) "تم نے بات خوب پیدا کی۔ مگر مین نے تو اپنی جان کی حفاظت کے لیے زرزیق کو دوست بنایا ہے۔ دسترخوان پر بھی اسی کو اپنے ساتھ کھلاتا ہون۔ ہر چیز پہلے اسے کھلا لیتا ہون پیچھے خود کھاتا ہون"۔

جمیل:۔ "مگر حضور ہم لوگون کی خیریت نہین نظر آتی۔ کسی نہ کسی دن اس کے شکار ہون گے"۔

خارویہ:۔ نہین۔ میرا زرزیق ایسا بدتمیز نہین ہے۔ یہ میرے سب دوستون کا دوست ہے۔ اب تم اس وقت اٹھ کر اسے مارو اور کان پکڑو۔ دُم پکڑ کے کھینچو چٹکیان لو۔ کچھ کرو۔ نہ بولے گا ہان جب مین سوتا ہوتا ہون اس وقت البتہ کسی کو میرے پلنگ کے پاس نہین آنے دیتا"۔

جمیل:۔ "کیا اگر حضور کسی آدمی کو ایسا ہی عزیز رکھین تو وہ جان نثار و وفادار

نہ ہو جائے گا۔"

خارویہ "مجھے انسان کا اعتبار نہیں۔ مین نے تمام قومون کی تاریخ پڑھی ہے اور اکثر نظر آیا کہ وہی لوگ جو جان نثار دوست اور خاص اپنے ساختہ وپرداختہ تھے ذرا سے لالچ مین دشمن سے مل گئے۔ اور موقع پا کے آقا کا کام تمام کر دیا۔ خلفاے بغداد کو نہین دیکھتے کہ اپنے ہی ساختہ وپرداختہ اور اپنے مورد عنایت لوگون کے ہاتھ سے قتل ہو رہے ہین۔ کیا تمھارا خیال ہے کہ یہ شیر بھی کسی سے سازش کر کے میرے خون کا پیاسا ہو جائے گا؟"

جمیل "حضور کا فرمانا بجا ہے۔ یہ کسی سے سازش نہ کرے گا۔ مگر خود اس کی بہیمیت خطرے سے خالی نہین۔"

خارویہ "اس کی بہیمیت سے مین نہین ڈرتا۔ چاہون اس کی بوٹیان کاٹ ڈالون۔ مجھ پر غصہ کرے گا۔ زریق سے مجھے بیوفائی کا ہرگز اندیشہ نہین ہے۔"

جمیل "تو پھر ہم بھی اس کا اعتبار کرنے پر مجبور ہین۔ مگر اس وقت تو مین حضور کو پہلے پہل اس چاندی کے حوض مین رونق افروز ہونے پہ مبارکباد دیتا ہون۔ اسی لیے حاضر ہوا ہون شوق تھا کہ اپنے آقا کو اس دریاے نور مین جہانرانی کرتے آنکھون سے دیکھ لون۔"

خارویہ "ہان آج ہی یہ حوض پارے سے لبلب کیا گیا۔ اور واقعی حکیم صاحب کے کہنے کے مطابق مجھے اس مین بڑا آرام ملا۔"

جمیل "حضور نے فرمایا تھا کہ کسی کے پاؤن دبانے کو برداشت نہین کر سکتے۔ اور اتنی تاب نہین ہے کہ کسی کا ہاتھ جسم مبارک مین لگے۔"

خارویہ "اجی اصل واقعہ مجھ سے سنو۔ چند روز سے ایسے واقعات پیش آئے ہین کہ مجھے رات رات بھر جاگتے گزر گئی اور کسی پہلو پہ قرار نہین آتا۔ والدہ نے سبب پوچھا تو کیا کہتا؟ یہی ظاہر کیا کہ دماغ مین خشکی بڑھ گئی ہے۔ انھون نے حکیم صاحب کو بلا کے دکھایا۔ حکیم صاحب نے چند نسخے تجویز کیے اور کہا کہ مین سوتے وقت لیٹ کر پاؤن دبوایا کرون۔ اس کو مین گوارا نہین کر سکتا۔ اس لیے کہ مرد ہو یا عورت مجھے کسی پر بھروسہ نہین۔ اسی وجہ سے مین نے زریق کے علاوہ

سو کے قریب تیر اور چیتے رکھتے ہین۔ مین نے اپنی بیویون اور حرمون تک سے ملنے کا یہ معمول رکھا ہے کہ بیداری مین اُن سے مل لیا کرتا ہون۔ سوتے وقت کسی کو پلنگ کے پاس نہین آنے دیتا۔ اپنا یہ اندیشہ حکیم صاحب پر ظاہر کرتا تو وہ اور اُن سے سُن کر والد اور تمام لوگ ہنسی بناتے۔ اور جنون کا علاج ہونے لگتا۔ ان باتون سے بچنے کے لئے مین نے حکیم صاحب سے کہا کہ مین اس کا عادی نہین کہ کوئی میرے پنڈے مین ہاتھ لگائے۔ مین کسی کے ہاتھ کی تاب ہی نہین لا سکتا۔ انھون نے اس حوض کی ترکیب بتائی کہ اس کی لہرین دلک کا کام دین گی۔ والد نے فوراً اس حوض کے بنوانے کا حکم دے دیا۔ اور واقعی مین آج پہلے پہل اس مین آکے لیٹا تو بڑا لطف آیا۔"

جمیل "مگر یہ نہین معلوم ہوا کہ حضور کی نیند کیون اُڑ گئی؟"

خمارویہ "آہ! اس کو نہ پوچھو۔ اس راز کو کاش مین اپنے ساتھ قبر مین لے جاتا اور کسی پر ظاہر نہ کرتا۔ مگر افسوس ہے کہ بھی نہین رہا جاتا۔ تم سن کر لوگون مین مشہور کر دوگے اور نئی آفت اُٹھ کھڑی ہوگی۔"

جمیل "حضور کا راز اور مین فاش کرون! اگر حضور کو اتنا بھی میرا اعتبار نہین تو پھر میرا جینا ہی بیکار ہے۔"

خمارویہ "مین یہ نہین کہتا کہ مجھے تمھارا اعتبار نہین۔ مگر وہ بات ایسی ہے کہ اس کو زبان تک لاتے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جب سے مین نے عزیزۂ مصر شاہزادی جولیانا کی صورت دیکھی ہے بھوک پیاس نیند سب اُڑ گئی۔ نہ کسی حال پر قرار آتا ہے۔ اور نہ کسی کام مین دل لگتا ہے۔ اور کیا عجب کہ مجھے جو وحشی درندون سے علی العموم اُنس ہے اور زریق کے سوا کسی کی صحبت نہین پسند آتی یہ مجنون عامری کی وہ عاشقانہ سنت قدیم ہو کہ وحشیان صحرا کے سوا انسانون سے کم ملتا تھا۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ شاہزادی ایک عباسی خلیفہ زادے کی دلھن ہے۔ اس سے تعلق پیدا کرنے کا خیال بھی دل مین لانا زنائے محصنہ کے حکم مین ہے۔ آہ! وان لڑی آنکھ جہان اپنا گذارا ہی نہین۔ پہلے پہل جب ابن مبرد کی گرفتاری کے دن وہ اس کے قیدخانے سے بیہوش اُٹھا کے لائی گئی ہے۔ اُس کی پریشان زلفین بیمار نرگسین آنکھین۔ گلاب کی پنکھڑیون کے سے ہونٹ۔ اور بیخودی کی ادائین دیکھ کے مین

بھوت رہ گیا۔ مجھے ایسا نظر آیا کہ زلیخا اور شیرین کے عدیم المثال تاریخی حسن اُس کے پیارے کھڑے مین بھر دیئے گئے ہین۔ پھر جب وہ ہوش مین آنے لگی تو پہلے اُس کی نیم خواب آنکھین دیکھین۔ اور جب مین اس کے گھر پہونچا کے اُس سے رخصت ہوا تو دیکھا کہ اُنھین آنکھون سے مسلسل غمزون اور کرشمون کے تیر چل رہے ہین جن مین سے ایک بھی نہ تھا جس نے میرے دل کو خطا کیا ہو۔ آہ سب اس زخمی دل مین پیوست ہین۔ اور جب وہ پیاری صورت یاد آتی ہے کھٹکنے لگتے ہین۔

"الغرض جمیل مین فقط دیکھنے کو زندہ ہون ورنہ اصل مین مجھے زندہ نہ سمجھو۔ مین جولیانا کی نرگس فتان کا کشتہ ہون۔ دوسرے دن اسی ماہوش نازنین نے مجھے اور والد کو دعوت مین بلایا۔ والد سے اُس سے اور اُس کے شوہر منصور سے باتین ہو رہی تھین۔ اور مین بیٹھا اُس کی ہر ہر ادا کو دیکھتا اور دل ہی دل مین تڑپ رہا تھا۔ والد سے جولیانا اور منصور نے اپنے متعلق پوچھا اور درخواست کی کہ بغداد کے سرکش وطاغی سرداران ترک کے مقابلے مین وہ اُن کو اپنی امان مین لے لین۔ اور والد پر بھی جولیا کے حسن وجمال کا اس قدر اثر پڑا تھا کہ اس نے جو درخواست کی قبول کر لی۔ اور جو کچھ وہ کہتی گئی وہ اس کو مانتے چلے گئے۔ چنانچہ اب والد اُس کے حال پر اس درجہ مہربان ہین اور اُس کی باتون مین اس قدر آ گئے ہین کہ خلافت کی مخالفت کرنے تک کو آمادہ ہین۔ اُن کی اس جنبہ داری نے مجھے بالکل مایوس کر دیا۔ وہ اپنے اصول پر اس قدر مستقل ہین کہ اب اگر مین منصور کے خلاف کوئی لفظ بھی زبان سے نکالون تو محبت پدری کو الگ رکھ کے میرے خون کے پیاسے ہو جائین گے۔ مین اُس نازنین اور اُس کے شوہر سے بارہا ملا۔ اور اب مین نے مجبور ہو کے ملنا بھی چھوڑ دیا۔ اس لیے کہ ڈر لگتا ہے زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکل جائے جو میرے راز عشق کو آشکارا کر دے۔ اور پھر اس قابل بھی نہ رہون کہ اُس کی صورت دیکھنے کو جاؤن۔"

جمیل (تعجب سے) "حضور نے بڑا ضبط کیا کہ آج تک اس راز کو زبان پر نہ لائے۔ لیکن اگر مجھ سے فرمایا ہوتا تو مین کوئی نہ کوئی صورت ضرور نکالتا۔"

خمارویہ "تم کیا صورت نکالتے؟ ایک شوہر والی عورت پر عاشق ہونا کس قدر

شرمناک ہے؟ مین کس زبان سے کہتا؟ اور کہتا بھی تو لوگ سنکر مجھے کس قدر برا سمجھنے لگتے؟"

جمیل "مگر انسان تحمل اور ہوشیاری سے کام لے تو ہر قسم کی دشواریون پر غالب آجاتا ہے۔ اگر غور کیا جاتا تو ہم سے جان نثار جو حضور کی فیاضی وعنایت پر جی رہے ہین کوئی نہ کوئی بات پیدا ہی کر لیتے"

خارویہ "کوئی جائز صورت تو میرے خیال مین نہین آتی۔ یہ اور بات ہے کہ ایک جرم وگناہ کے لئے اور گناہ بھی گوارا کر لیے جائین"

جمیل "اوہ! جس طرح ہر مشکل دور ہوسکتی ہے اسی طرح ہر گناہ معاف ہوسکتا ہے۔ خیر یہ تو فرمایئے کہ ابن مبرد کا کیا حشر ہوا؟"

خارویہ "وہ اب تک شہروالون کے پاس اسیر ہے۔ والد نے منصور اور جولیانا کے خوش کرنے کے لیے زور وشور سے اُس کے خلاف لکھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے دربار خلافت مین اُس کے طرفدار بھی موجود ہین۔ جن کی وجہ سے اس کو سزا دینے کی اجازت نہین ملتی۔ بلکہ حکم آیا ہے کہ وہ چھوڑ دیا جائے مگر والد جولیانا کی طرفداری مین بغداد کے حکمون کی بھی پروا نہین کرتے۔ اور کیا عجب کہ فسطاط کی رعایا کو اشارہ کردیا جائے کہ اندر ہی اندر اُس کا کام تمام کردین"

جمیل "تو اُس کو جس طرح بنے بچانا چاہیے۔ اگر اس کو آزادی مل گئی تو مین وعدہ کرتا ہون کہ آپ کی تمنا پوری ہوجائے گی"

خارویہ "یہ کیسے؟"

جمیل "وہ اسی عباسی شاہزادے منصور اور اُس کی بیوی جولیانا کا جانی دشمن ہے۔ اُس نے پہلے ہی تجویز کیا تھا کہ منصور کو گرفتار کرکے بغداد بھیج دے جہان وہ فوراً مارڈالا جائے گا۔ اور جولیانا کو آپ کے والد ابن طولون کی نذر کردے۔ مگر اس مین کامیابی نہ ہوئی۔ اور اب آپ کے والد کے مخالف ہوجانے سے وہ بالکل بے بس ہوگیا۔ اگر کسی کوشش سے وہ چھوڑ دیا جائے تو یقیناً ایسی کارروائی کرے گا کہ آپ کی آرزو بغیر کوشش

کئے پوری ہو جائے گی۔"

خارویہ "مگر والد سے تو میں اُس کی طرفداری میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

جمیل "اس کی بھی ضرورت نہیں۔ آپ ایک زبردست والی امیر کے فرزند ہیں۔ آپ کا ادنی اشارہ کافی ہوگا۔"

خارویہ "تو میں کیا اشارہ کروں؟ اور کس سے کہوں؟"

جمیل "اگر حضور اجازت دیں تو میں جا کے یہاں کے کوتوال ابن الدغنہ سے ملوں۔ وہ بظاہر بہت سیدھا آدمی ہے۔ اور شہر کے حالات اور شہر والوں کے حرکات سے بخوبی واقف ہے۔ میں اُسے آپ کا طرفدار بنا لوں گا۔ اور وہ سب کام کرلے گا۔"

خارویہ "اور اگر اُس نے والد سے جا کے پوچھا۔ اور کہہ دیا کہ میں ایسا چاہتا ہوں تو کیا ہوگا؟"

جمیل "میں اس کا بھی اطمینان کر لوں گا۔ اُس سے وعدہ لے لوں گا کہ اس کارروائی کو حضور امیر مصر ابن طولون پر نہ ظاہر کرے۔ اول تو اُس کے خیال میں یہ بات ضرور ہوگی کہ جس امر کو آپ چاہیں اُس میں آپ کے والد خلاف بھی ہوں تو آخر میں طرفداری ہی کریں گے۔ تاکہ آپ خوش رہیں۔ علاوہ بریں اس کا بھی تھوڑا اثر نہ ہوگا کہ آپ ہی ولی عہد سلطنت ہیں۔ اور ایک دن آپ ہی سے سابقہ پڑنے والا ہے۔"

خارویہ "جمیل تم میرے دل کو خوش کر رہے ہو۔ اور بے شک یاس کی گہری تاریکی میں تم نے ایک شمع روشن کر دی ہے۔ مگر سچ یہ ہے کہ عشق نے میری عقل ٹھکانے نہیں رکھی۔ فی الحال مجھ میں نیک و بد کے پہچاننے کا امتیاز نہیں ہے۔ تمہاری باتیں اچھی معلوم ہوتی ہیں مگر ان پر دل نہیں جمتا۔ خیر جاؤ۔ اور جو مناسب جانو کرو۔ مگر یاد رکھو کہ اگر تمہاری کوشش سے جولیانا مل گئی تو تمہارا غلام ہو جاؤں گا۔"

جمیل "اپنے غلاموں کو اتنا نہ بڑھائیے۔ میں جاتا ہوں اسی وقت سے کارروائی شروع کر دوں گا۔ اور کوشش کروں گا کہ جہاں تک بنے

آپ کا نام درمیان مین نہ آئے۔"

یہ کہہ کے جمیل بن سنان آداب بجالا کے چلا گیا۔ اور اُس کے جانے کے بعد خارویہ نے شیر کی طرف دیکھ کے کہا "میرے رازدار دوست۔ اور میرے محافظ مہربان۔ مین تجھ سے اپنے سب راز کہہ دیا کرتا ہون۔ جمیل چالاک آدمی ہے مجھے جیسے کسی پر بھروسہ نہین ہے اُس پر بھی نہین ہے۔ خدا جانے وہ کیا کیا مصیبتین اُٹھا کے کھڑی کر دیگا۔ وہ منصور اور جولیانا کے خلاف کوشش کرنے کو گیا ہے جن کی رعایا ے فسطاط عاشق ہے۔ ابن مہرو نے ان سے دشمنی کر کے کیا پھل پایا جو یہ پائے گا۔ انجام یہی ہونا ہے کہ یہ شہر والون کے ہاتھ سے ذلیل ہو یا مارا جاے۔ اور خرابی یہ ہے کہ اُس پر جو لوگون کا نرغہ ہوگا اُس کا اثر مجھ تک بھی پہنچے گا۔ اُس وقت اے رفیق تو ہی میرا بچانے والا ہے۔ جہان پر غلامون کا مسلح گروہ۔ اور بہادرون کا لشکر کام نہ آئے گا تو کام آئے گا۔"

اس کے جواب مین شیر اظہار محبت مین غرانے کی مہیب آوازین نکالنے لگا اور خارویہ اسی قالین کے اوپر جیسے متلاطم پارہ جھلا رہا تھا ہوائی تکیے پر سر رکھ کے سو گیا۔

آٹھوان باب

خوفناک سازش

جمیل خارویہ سے رخصت ہو کے گیا تو سیدھا ابن الدغنہ کے دروازے پر تھا دروازے پر چند حبشی غلامون کا پہرہ تھا جن سے معلوم ہوا کہ کوتوال صاحب حسب معمول شہر کی گشت کو گئے ہین۔ مگر اب آتے ہی ہون گے۔ اس لیے کہ دوپہر کا وقت آگیا جبکہ وہ ہمیشہ واپس آجایا کرتے ہین۔ جمیل ڈیوڑھی کی ایک صحنچی مین بیٹھ کے انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر مین ابن دغنہ جو ایک کشیدہ قامت شامی عرب تھا پچاس حبشی غلامون کے ساتھ جن کے ہاتھون مین چوڑے چوڑے سیفے تھے آگیا۔ گھوڑے سے اُتر کے اندر جانے لگا۔ ڈیوڑھی مین جمیل کی صورت دیکھی تو ٹھہر گیا اور پوچھا "آپ کون ہین؟"

جمیل "مین امیر ابن طولون کے بڑے فرزند خارویہ کا رفیق خاص جمیل بن سنان ہون۔ اور آپ کے پاس اُن کا بھیجا ہوا آیا ہون۔"

یہ سنتے ہی ابن دغنہ کی صورت و وضع میں ایک فوری تغیر پیدا ہوا۔ یا تو حکومت اور عہدہ داری کی نخوت۔ پولیس کی افسری کی رعونت و درشتی تھی یا حد سے زیادہ تواضع اور فروتنی پیدا ہو گئی۔ نہایت محبت و خلوص کے ساتھ اُس سے ہاتھ ملایا۔ ذوق و شوق سے لبیک و مرحبا کہی۔ اور کہا میں امیرزادہ بلند اقبال کا شکرگزار ہوں کہ مجھے یاد فرمایا۔ کیا کوئی خاص حکم ہے؟"

جمیل "جی نہیں اگر کوئی حکم ہوتا تو آپ کو خود امیر سے ملتا۔ امیر کو اُن سے ایسی محبت ہے کہ اُن کی بات کو ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ٹالتے۔ فوراً حکم جاری کر دیتے ہیں۔ مگر آج خدا جانے کیا بات تھی کہ مجھے حکم ہوا آپ سے مل لوں۔"

ابن دغنہ "تو آپ نے اور انھوں نے دونوں نے مجھ کو سرفراز کیا۔ آیئے دم بھر تشریف رکھیے۔ اور شربت کے دو ایک جام پی لیجیے۔"

جمیل "تشریف لے چلیے۔ میں تو اسی لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے دو گھڑی باتیں کروں۔"

اب ابن دغنہ جمیل کو اپنے دیوانخانے میں لے گیا۔ بیٹھتے ہی شربت مانگا۔ ایک رومیہ لونڈی صراحی اور جام لے کے آئی۔ اپنے آقا اور جمیل دونوں کو شربت کے دو دو جام پلائے اور چلی گئی۔

ابن دغنہ "کام اس قدر زیادہ ہے کہ گھر پہونچتا ہوں تو بالکل خستہ ہو جاتا ہوں۔ اگر آپ بدتمیزی نہ سمجھیں تو ذرا پاؤں پھیلا لوں۔ سچ یہ ہے کہ اب میں زیادہ محنت کی تاب نہیں لا سکتا۔"

جمیل "تو اس میں مضائقہ کیا ہے؟ آپ شوق سے پاؤں پھیلا لیجیے۔"

اجازت پاتے ہی ابن دغنہ نے گاؤتکیہ سے پیٹھ لگا کے دونوں پاؤں پھیلا دیے۔ اور ساتھ ہی دو رومی غلام بیٹھ کے چپی کرنے لگے۔

جمیل "جب سے ابن مہرہ کے گھر کی نگرانی آپ کے سپرد ہوئی ہے کام بہت زیادہ ہو گیا ہے۔"

ابن دغنہ "اس کام سے تو میں عاجز آ گیا۔ کسی طرح فیصلہ ہونے کو آتا ہی نہیں دربار خلافت سے اُس کی رہائی کا حکم آ گیا مگر ہمارے امیر کسی مصلحت سے اُس کو

نہین چھوڑتے"

جمیل "اور چھوڑین کیسے؟ اُس کو اگر چھوڑ دین تو رعایا مین سے کوئی نہ کوئی اُس کو مار ڈالے گا۔ اس کو قید مین رکھنا دراصل اس کی جان کی حفاظت کرنا ہے"

ابن دغنہ "یقیناً۔ اگر حضور امیر نے اس کی مدد نہ کی ہوتی تو اسی دن مار ڈالا جاتا۔ اور اب بھی جو بچا ہوا ہے تو انھین کی مہربانی سے اگر شہر والون سے ضمانت نہ لے لی گئی ہوتی تو کب کے اس کا کام تمام کر چکے ہوتے"

جمیل "خدا جانے شہر والون کو اس سے اس قدر عداوت کیون ہے؟"

ابن دغنہ "اُس کے مظالم ہی ایسے تھے کہ کوئی اُس سے خوش نہ تھا۔ اور اس آخری حرکت نے کہ شاہزادی عزیزۂ مصر کو فریب سے بلا کے قید کر لیا لوگون کا غصہ اور بڑھا دیا"

جمیل "لیکن ایسا مجرم ہے تو اُس کو قتل کر ڈالنا چاہیئے"

ابن دغنہ "غالباً ہمارے امیر کا بھی یہی منشا ہے۔ مگر سنتا ہون دار الخلافت کے وزرا و سردار اور خود امیر المومنین اُس کے طرفدار ہین"

جمیل "مگر امیر وہان کے اور حکمون کی کب پروا کرتے ہین جو اس حکم کا خیال کرتے؟"

ابن دغنہ (جمیل کی صورت کو ذرا غور سے دیکھ کے) "اب حضور امیر کی مصلحتون کو مین کیا سمجھ سکتا ہون؟ وہ جو کچھ کرتے ہی کسی مصلحت ہی سے کرتے ہون گے"

جمیل (مسکرا کر) "غالباً آپ کو مجھ پر بدگمانی ہو گئی کہ مین آپ کے بعض راز دریافت کرنے کو آیا ہون اور نفاق کی باتین کرتا ہون۔ لیکن مین امیر المومنین اور اپنے امیرزادہ بلند اقبال خارویہ کی حرمت و اقبال کی قسم کھا کے آپ کو یقین دلاتا ہون کہ مین آپ سے نہایت خلوص کے ساتھ اور چاہتا ہون۔ اور دراصل میری طبیعت ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ دیاکاری سے قطعی نفرت ہے۔ ہمارے امیر زادے کے مزاج کی حالت شاید آپ جانتے ہون کہ انھین مرد ہو یا عورت کسی کا اعتبار نہین۔ اور اسی بدگمانی مین یہان تک بڑھ گئے ہین کہ وحشی درندون سے صحبت رہتی ہے۔ کسی انسان سے نہین ملتے۔ مگر انھین

انسانون مین اعتبار ہے تو میرا۔ اور محض اسی وجہ سے کہ مجھے صاف باطن اور سچا جانتے ہین"

ابن دغنہ "نہین مجھے آپ پر مطلق بدگمانی نہین ہے۔ مگر میرا معمول ہے کہ بجز اُن باتون کے جن سے مجھے تعلق ہے اور کسی امر مین دخل نہین دیتا۔ مجھ کو اس سے بالکل واسطہ نہین رہتا کہ امیر المومنین کیا کرتے ہین اور امیر مصر کی اصلی غرض کیا ہے۔ میرا تو اس کو تو الی کی ملازمت نے یہ مذہب کر دیا ہے کہ

اگر شہ روز را گوید شب است این   بباید گفت اینک ماہ و پروین

اسی سبب سے کبھی میرا خیال اس طرف گیا ہی نہین کہ دربار خلافت ابن مہرد کا کیون طرفدار ہے اور ہمارے امیر کی اُس کے بارے مین کیا کوشش ہے"

جمیل "آپ کو نہین معلوم تو مجھ سے سنیے۔ امیر ابن طولون کو دار الخلافت کے احکام کی مطلق پروا نہین۔ وہ مستقل فرمان روائے مصر بن گئے ہین۔ اور امرا و وزرائے خلافت مین اتنا دم نہین کہ اُن کو مغلوب کر کے اپنا مطیع و منقاد بنائین اس کو آپ تقدیر کا سچا فیصلہ سمجھین۔ اور یقین کر لین کہ اب آپ کو انھین سے سابقہ رہے گا۔ باقی رہا یہ کہ ہمارے امیر صاحب ابن مہرد کو قتل کی کیون سزا نہین دیتے اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ وہ خود اپنی ذات سے اس کو قتل کرنا نہین چاہتے اسی خیال سے ایک طرف ابن مہرد کو اسی کے دشمنون کے ہاتھ مین دے کر اُن سے اچھی طرح رکھنے کی ضمانت لے لی ہے۔ اور دوسری طرف آپ کو اُس کے بال بچون اور مال و متاع کا محافظ بنا دیا ہے۔ ہمارے امیر اپنے زمانے کے اعلی ترین عقلا مین ہین اُن کی حکمت عملی کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔ ابن مہرد کی حفاظت بھلا اس سے زیادہ عمدگی سے اور اس سے زیادہ حیرت ناک طریقے سے کوئی اور بھی کر سکتا کہ خود اپنے دشمنون کے ہاتھ مین ہے مگر کوئی اس کا بال بیکا نہین کر سکتا۔ علی ہذا القیاس اس کو بھی سوچیے کہ اُن کے گھر بار کی حفاظت آپ سے زیادہ کون کر سکتا تھا؟"

ابن دغنہ "آپ کا قیاس تو ٹھیک معلوم ہوتا ہے"

جمیل "یہ قیاس نہین۔ مین بچارا سیدھا سادھا آدمی ان باتون کی تہ کو بھلا

کیا پہونچ سکتا تھا - دراصل یہ وہ باتین ہین جو امیر ابن طولون نے اپنے فرزند سے کہین جن کو ولی عہد بنانے کی وجہ سے تعلیم کے طور پر ہمیشہ اپنی حکمت عملیان بتا دیا کرتے ہین - ان سے یہ باتین مجھے معلوم ہو گئین"

ابن دغنہ "تو سمجھنا چاہیے کہ ابن مبرد بڑا خوش نصیب آدمی ہے - مین آج تک اس کو نہایت بدنصیب خیال کر رہا تھا"

جمیل "اور یہ بھی نہ سمجھیے کہ ہمارے امیر دل سے عباسی شاہزادۂ منصور کے دوست ہین - اُن کو یہ ی چال عزیزۂ مصر کی صورت بھلی معلوم ہوئی - اس سے ملنے جلنے اور اس کا دل ہاتھ مین لینے کے لئے اس کے شوہر سے بھی مل لیتے ہین"

ابن دغنہ "مجھے اس کا یقین نہین آتا - ایسا ہوتا تو منصور کو گرفتار کر کے بغداد بھیجتے - جہان سے فرمان پر فرمان چلے آتے ہین کہ اُن کو گرفتار کر کے بھیجو"

جمیل (ہنس کر) "یہی کہتا ہون کہ آپ نے ہمارے قابل و ہوشیار امیر کو ابھی تک نہین پہچانا - اگر شاہزادۂ منصور کو گرفتار کرتے یا کرا دیتے تو ایک طرف فسطاط کی رعایا اُن سے ناراض ہو جاتی - دوسری طرف خود شاہزادی عزیزۂ مصر کے دل کو ملال ہوتا - اور وہ نہ رعایا کو ناراض کرنا چاہتے ہین - اور نہ شاہزادی کا دل دکھانا انھین منظور ہے"

ابن دغنہ "واقعی آپ سچ کہتے ہین - اب مجھے یقین آیا"

جمیل "مجھے یہ باتین محض اس وجہ سے معلوم ہو جاتی ہین کہ امیرزادے صاحب کا ہمدم و ہمراز ہون - ورنہ بھلا مین کیا خاک سمجھتا"

ابن دغنہ "اب تو مجھے خود اپنے معاملات مین دشواری نظر آتی ہے - سمجھ مین نہین آتا کہ مین کیا طرز عمل اختیار کرون"

جمیل "آپ کے لیے کوئی دشواری نہین - اور آپ کو ان امور سے کیا تعلق؟ آپ کو جو احکام ملین اُن پر عمل کرتے رہیے - مگر ہان اتنا کیجیے کہ امیر کے ان مقاصد کو ذہن نشین رکھیے"

ابن دغنہ "آخر مجھے کام کرنا ہے - یہی ابن مبرد کا معاملہ ہے - نہین سمجھ مین آتا کہ کیا کرون - امیر کا ظاہری حکم یہ ہے کہ اُس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت

نہ کی جائے۔ اور اصلی منشا یہ ہے کہ اُس کو کوئی آزار نہ پہونچے"
جمیل "آپ فقط اتنا کرین کہ حتی الامکان اُس کے ساتھ نرمی کرین۔ شہر والون کو سمجھا بجھا کے اُس کے موافق بناتے رہین۔ مگر اس طرح نہین کہ امیر کے دل مین ذرا بھی شبہہ پیدا ہونے پائے کہ آپ اُن کی حکمت عملی کو سمجھ گئے ہین۔ وہ بہت ہی گہرے آدمی ہین ایسے شخص سے بھی دنیا کو خالی کر دیتے ہین جس کی نسبت گمان ہوتا ہے کہ اُن کے راز سے واقف ہو گیا۔ اور ایسی خوش تدبیری سے کہ اُس کو یا کسی کو اُن کی کارروائی کا وہم و گمان بھی نہین ہونے پاتا"
ابن دغنہ "مین نہایت شکرگزار ہون کہ آپ نے مجھے ایسی باتون سے آگاہ کر دیا جن سے واقف ہونے کی بے انتہا ضرورت تھی"
جمیل "انھین باتون پر کیا موقوف ہے اگر آپ نے رازداری کی تو مین ہمیشہ ہر معاملے مین آپ کو بتا دیا کرون گا کہ امیر کا اصلی منشا کیا ہے؟" یہ کہہ کے جمیل نے پوچھا "کیا وقت ہو گا؟"
ابن دغنہ "اب سہ پہر کا وقت ہے"
جمیل "تو مین رخصت ہوتا ہون۔ امیرزادے کی خدمت مین حاضر ہونے کا وقت آ گیا۔ اور وہ نازک مزاج ایسے واقع ہوئے ہین کہ ذرا مین ناراض ہو جاتے ہین۔ خدا حافظ"
ابن دغنہ (رخصت کا مصافحہ کر کے) "تو پھر ملنے کا وعدہ کرتے جائیے"
جمیل "ضرور حاضر ہون گا۔ اور اب تو مین اکثر ملتا رہون گا مجھے آپ سے ملنے کا بڑا شوق تھا۔ اسی لیے اپنے آقا کے ذریعہ سے تعارف حاصل کر لیا"
ابن دغنہ "آپ مجھے ہمیشہ اپنا خادم پائین گے۔ اور امید ہے کہ امیرزادہ بلند اقبال کی خدمت مین میرا سلام عرض کر کے اتنا فرما دین گے کہ غلام اُن کا حکم بجا لانے کو ہمیشہ اپنا فخر اور سرمایہ ناز تصور کرے گا"
جمیل "وہ انشاء اللہ آپ سے خوش رہین گے۔ میری ملاقات کا اتنا بھی نتیجہ نہ ہوا تو مجھ سے کیا امید ہو سکتی ہے؟" یہ کہہ کے چلا آیا۔
دوسرے دن جمیل نے خارویہ سے مل کر کوتوال سے ملنے کا حال بیان کیا

اور کہا "آپ کے ہر حکم کو وہ اپنا فخر سمجھ کے بجالائین گے" ان معمولی باتون کے بعد اُس نے ولی عہد امارت کو پوری طرح اطمینان دلایا کہ "عنقریب حضور اپنے عشق مین کامیاب اور اپنی خواہشون مین بامراد ہون گے"

خارویہ "تم جس وقت یہ باتین کرتے ہو میرے تاریک دل مین ایک چراغ سا روشن ہوجاتا ہے مگر تمھارے جانے کے بعد پھر وہی اندھیرا گھُپ ہوجاتا ہے اور تمنائین حسرت واندوہ کے ساتھ اس مین بھٹکنے اور ٹھوکرین کھانے لگتی ہین"

جمیل "مین نے تو اپنے دل سے عہد کر لیا ہے کہ جب تک شاہزادی عزیزۂ مصر جولیانا کو آپ کے پہلو مین لاکے نہ بٹھادون گا چین نہ لون گا"

خارویہ "مگر کچھ بتاؤ بھی توسہی کہ تم نے کیا تدبیر اختیار کی ہے۔ اور ابن دغنہ سے کیا باتین ہوئین؟"

جمیل "ان باتون کو اُس وقت عرض کرون گا جب خدا مجھے آپ کی نظر مین سرخرو کرے گا"

خارویہ "اس کا تمھین اختیار ہے مگر ایسا نہ ہو کہ اس کوشش مین تم کوئی فتنہ اٹھا کے کھڑا کردو۔ یا مجھے والد کی نظر مین ذلیل کرو"

جمیل "حضور اس کا مطلق اندیشہ نہ فرمائین"

اب جمیل اُس سے رخصت ہو کے چلا گیا۔ اور خارویہ اپنے وحشی رفیق زریق کی طرف متوجہ ہوگیا۔ جو سب شیرون کا سردار تھا۔ اور ہمیشہ پاس رہا کرتا تھا

نوان باب

بدمعاشون کا جتھا

جمیل نے دو چار ملاقاتون مین ابن الدغنہ کو اس قدر شیشے مین اُتار لیا کہ کٹھ پتلی کی طرح اس کے ہاتھ مین تھا اور ہمہ تن اس کوشش مین مصروف تھا کہ شہر والون کو ابن مبرد کا طرفدار بنائے۔ انجام یہ ہوا کہ اہل شہر کی طرف سے سابق حاکم خراج کو سزا دینے کے بارے مین جو اصرار ہو رہا تھا کمزور پڑگیا۔ شہر کے کئی بڑے صاحب اثر تاجر علانیہ اُس کے طرفدار ہوگئے۔ اور دولتمند تاجر ابو حوقل

ومیاطی جو قسطاط میں ملک التجار کی حیثیت رکھتا تھا اور اسی کے گھر میں ابن برد رکھا گیا تھا اور ہمیشہ طوق وسلاسل میں جکڑا ایک کوٹھری کے اندر بند رہا کرتا تھا وہی ابو حوقل اپنے قیدی کے حال پر اس قدر مہربان ہوگیا کہ اس کی زنجیریں کھول دیں۔

ابن دغنہ کے ذریعے سے جمیل نے ابو الحوقل سے بھی ملاقات پیدا کرلی دوسرے تیسرے روز اُس سے ملنے لگا۔ اور آخر ایک روز باتیں کرتے کرتے اُس سے کہا جب آپ ابن برد کے حال پر مہربان ہوگئے ہیں اور اُن کی زنجیریں کھول دی ہیں تو انھیں اس کا موقع کیوں نہیں دیتے کہ آپ کی صحبت میں آکر بیٹھا کریں سب جانتے ہیں کہ وہ معزز شخص ہیں۔ کل تک بڑے رعب داب کے حاکم تھے۔"

ابو حوقل :۔ مجھے اس میں کوئی عذر نہیں ہے۔"

جمیل :۔ عذر نہ ہونا اور بات ہے دیکھنا یہ چاہیے کہ مصلحت کیا ہے۔ وزراے خلافت اور مدینۃ السلام بغداد کے سرداران ترک ابن برد کے حال پر اس قدر مہربان ہیں کہ مجھے معلوم ہوتا ہے ایک روز وہ رہائی حاصل کرکے پھر مصر کے حاکم خراج ہوں گے۔ اور اُن کو یہ عہدہ ملا تو اُن لوگوں کے ساتھ کوئی دشمنی نہ اٹھا رکھیں گے جنھوں نے اس مصیبت کے زمانے میں اُن پر سختی کی ہوگی۔ میری راے میں تو یہ ہے کہ آپ انھیں اپنے ہی ساتھ کھانا کھلایا کریں۔ اور ان کو اپنی صحبت میں آنے جانے کی آزادی دیں۔"

ابو حوقل :۔ آپ کی راے بے شک مصلحت پر مبنی ہے۔ دیکھیے میں اسی وقت اُن کو بلوا تا ہوں۔" یہ کہتے ہی اپنے ایک غلام کو بھیج کر ابن برد کو بلا بھیجا۔ اور جیسے ہی وہ آیا ابو حوقل اور جمیل اس کی تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ دولتمند تاجر نے اس کو جمیل سے ملایا اور کہا "آپ جمیل بن سنان امیرزادہ خارویہ کے مصاحب خاص ہیں۔ اور آپ سے ملنے کے مشتاق تھے۔"

ابن برد :۔ میں آپ کی محبت و نوازش کا شکرگزار ہوں۔ مگر افسوس اب تو میں اس قابل نہیں کہ کسی کے کچھ کام آؤں۔ تاہم آپ کی جو خدمت ہو یا آپ کا جو حکم ہو اس کو خوشی سے بجا لاؤں گا۔ کاش آپ سے اُسوقت ملاقات ہوئی ہوتی جب میں برسرکار تھا۔ اُس وقت آپ ملتے تو دیکھتے کہ میں اپنے

دوستون کا کیسا خالص وفادار دوست ہون۔ اور سچ یہ ہے کہ مین نے ہمیشہ اپنے کرم فرماؤن کی غلامی کی ورنہ میرا یہ حال نہ ہوتا۔ اور اب تو ساری دنیا بھر مین بدنام اور ذلیل وخوار ہون۔"

جمیل "عوام جو چاہین کہین مگر مین آپ کو رئیس قوم سمجھتا ہون۔ امید ہے کہ ایک دن خدا ان مصیبتون کو دور کر دے گا اور آپ پھر قوم کے معزز و محترم رئیس ہون گے۔"

ابن مبرد "شاید خدا دن پھیر دے۔ مگر ہان اپنے محافظ ملک التجار کی مہربانیون سے تو اب میرے دل مین بھی زندگی کی کچھ امید پیدا ہو گئی ہے۔ یا تو ایک بدترین مجرم کی حیثیت سے طوق و سلاسل پہنے کوٹھری مین بند پڑا رہتا تھا یا اب یون کھلے بندون یہان تک آنا نصیب ہوا۔ اور اس خوش نصیبی کے ساتھ کہ میری تعظیم کے لیے آپ دونون حضرات اُٹھ کھڑے ہوئے۔"

ابو حوقل "بے شک آپ کے ساتھ سختی ہوئی۔ مگر یہ فقط اس وجہ سے تھا کہ عوام کی یورش سے مجھے اندیشہ رہتا تھا کہ کہین مجھ سے بدگمان نہ ہو جائین مگر اب کئی معزز لوگ آپ کے طرفدار ہو گئے ہین۔ اور وہ شورش فرو ہوتی جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر مجھے بھی موقع ملا کہ آپ کے ساتھ وہی برتاؤ کرون جس کے آپ مستحق ہین اور اب انشاء اللہ آپ یہان ایک قیدی کی حیثیت سے نہین بلکہ میرے ایک عزیز مہمان کی طرح رہین گے۔ اور جس چیز کی ضرورت ہو فرما دیجیے فوراً حاضر کر دی جائے گی۔"

ابن مبرد "مین چاہتا تھا کہ چند گھڑیون کے لیے اپنے ویران گھر مین جاتا اور اپنے اہل وعیال سے مل آتا۔"

ابو حوقل "ابھی اس کا ارادہ نہ کیجیے۔ آپ اس گھر سے ایک لمحہ کے لیے بھی باہر نکلے تو اندیشہ ہے کہ عوام مین پھر شورش نہ مچ جائے۔"

جمیل "مضائقہ نہ ہو تو مجھے ارشاد ہو۔ جو پیام فرمائیے آپ کے گھر مین جا کے پہونچا دون۔"

ابن مبرد "پہلے تو مجھے فقط اپنے متعلقین کی خیریت معلوم ہونی چاہیے۔"

جمیل "میں انشاء اللہ کل ہی مفصل حالات دریافت کرلون گا۔ اور پرسون آپ سے مل کے عرض کرون گا"

الغرض جمیل نے تھوڑے ہی زمانے مین ابو حوقل اور ابن مبرد سے تعلقات بڑھا دیے۔ اُن دونون کو باہم ایک دوسرے کا دوست بنا دیا۔ اور سب کے بعد یہ کارروائی کی کہ ابو حوقل سے اس مضمون کی ایک عرضداشت امیر المومنین خلیفہ بغداد کے نام لکھوائی کہ "ابن مبرد جو بے قصور میرے گھر مین قید رکھا گیا ہے اس کا جلد ہی کوئی فیصلہ کیا جائے ورنہ مین مجبور ہو کر اس کو چھوڑ دون گا تاکہ آستان خلافت پر حاضر ہو کے خود ہی اپنے معاملہ کا تصفیہ کرالے" اور اس عرضداشت کو بغیر اس کے کہ والی مصر ابن طولون کو خبر ہو دربار خلافت مین بھیج دیا۔

اس درخواست کے بھیجنے کے بعد کبھی کبھی جمیل کو اس کا موقع بھی مل جاتا کہ ابن مبرد کی کوٹھری مین جا کر اس سے ملاقات کرے۔ چنانچہ ایک روز ایسے ہی تنہائی کے موقع پر جمیل نے ابن مبرد سے ہمدردی و دوستی کا اظہار کیا تو اُس نے کہا "آپ میرے حال پر نہایت مہربان ہین۔ اور افسوس ہے مین اس قابل نہین کہ ان عنایتون کا کوئی معاوضہ کرسکون۔ تاہم یہ مہربانیان لوح دل پر لکھی ہوئی ہین۔ ایک دن ان کا معاوضہ ضرور ہوگا۔ آپ امیرزادۂ خارویہ کے مصاحب ہین۔ بھلا اُن کے ذریعہ سے یہ ممکن ہے کہ اُن کے والد ابن طولون امیر مصر کو میرے حال پر مہربان کر دین؟"

جمیل "امیر مصر اس قدر گہرا آدمی ہے کہ اُس کے دل کا حال کسی کو نہین معلوم ہو سکتا۔ کوئی نہین کہہ سکتا کہ کل وہ کیا کرنے والا ہے۔ مگر مین نے اُن کے ولیعہد خارویہ کو آپ کے حال پر مہربان بنا دیا ہے"

ابن مبرد "بے شک وہ مجھ پر مہربان ہین۔ اُن کے خوبصورت بشاش چہرے اور اُن کے دلکش اخلاق نے مجھے اسی دن ان کا گرویدہ کر دیا تھا جس روز اپنے والد کے ساتھ وہ میرے یہان آئے تھے اور وہ ہنگامہ اُٹھ کھڑا ہوا جس کی بدولت مین قید مین پڑا ہون۔ مین نے اسی روز ان مین بوئے محبت پائی تھی"

جمیل "بے شک وہ ایسے ہی دلفریب نوجوان ہین۔ مگر اب جو وہ آپ کے طرفدار ہو گئے ہین تو اس کا ایک سبب ہے۔ اور اس کا اصلی باعث مین ہوا ہون۔

مین ہی نے اُن کے اثر سے فائدہ اٹھاکر کوتوال ابن الدغنہ کو اور ان کے ذریعے سے بہت سے لوگون کو آپ کا طرفدار بنا دیا۔ اور ابن الدغنہ ہی کے کہنے سے آبو جوقل نے آپ کے ساتھ نرمی شروع کی۔ اور پھر مین نے ان سے ملاقات پیدا کر کے انھین آپ کا دوست بنا دیا"

ابن مبرد "ان مہربانیون کا شکریہ ادا کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔ اور اگر ان کارروائیون مین آپ کا کوئی مقصد ہو تو وہ بھی صاف صاف بیان کر دیجیے تاکہ اس کے پورا کرنے کے لیے مین تیار ہو جاؤن"

جمیل "مگر وعدہ فرمائیے کہ اس کام کو جو امیرزادۂ خارویہ کا ہے مجھ سے سن کر آپ نہایت رازداری اور پوری مستعدی سے انجام دین گے"

ابن مبرد "اس بارے مین آپ کو کیونکر اطمینان دلاؤن۔ مجھ سے جس کی قسم کہیے کھالون جیسی حلف بتائیے اٹھالون۔ یا جیسی تحریر آپ چاہتے ہون آپ کو لکھ دون"

جمیل "آپ کا زبانی اقرار کر لینا کافی ہے۔ اصل یہ ہے کہ خارویہ عزیزۂ مصر شاہزادی جولیانا کے شمع جمال کے پروانہ ہو گئے ہین۔ اور ان کے وصال سے محروم ہونے کے باعث انگارون پر لوٹ رہے ہین۔ مگر یہ معاملہ ایسا ہے کہ کسی کے سامنے زبان سے نہین نکال سکتے۔ ایک معزز خاندان کی شاہزادی جو ایک عباسی خلیفہ زادے کو بیاہی ہوئی ہے اُس کے عشق کا نام بھی زبان سے لین تو سارے مصر مین تہلکہ پڑ جائے۔ ان کی بےقراری و بیتابی حد سے زیادہ بڑھی مین نے ان کو یقین دلایا کہ دنیا مین یہ کام صرف آپ سے ہو سکتا ہے۔ پہلے وہ اس کو نہ مانتے تھے مگر میرے کہنے اور سمجھانے سے سمجھ مین آگیا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے اُن کے سامنے جھوٹا نہ کرین گے"

ابن مبرد (بشاش چہرے سے) "یہ تو ان کی نہین بلکہ میری ذاتی تمنا ہے۔ شاید انھون نے سنا بھی ہو کہ میرا ارادہ یہی تھا کہ منصور کو گرفتار کر کے بغداد مین سرداران ترک کے حوالے کر دون جو اس کی جان لینے کو تیار بیٹھے ہین۔ اور جولیانا کو امیر ابن طولون کے حرم مین داخل کر دون۔ اسی لیے جولیانا کو دھوکے مین بلا کر

اسیر کر لیا تھا۔ مگر افسوس ابن طولون نے اس کو پسند نہ کیا۔"

جمیل "مگر اب یقین ہے کہ پسند کریں گے۔ کیونکہ خود اُن کے فرزند کی زندگی خطرے میں ہے۔"

ابن مبرد "خیر۔ اب مجھے اُن کے پسند کرنے یا نہ کرنے سے تعلق نہیں۔ میں تو امیرزادۂ خارویہ کی تمنا پوری کرونگا۔ اور اُن کا مہربان ہونا میرے لئے کافی ہے"

جمیل "تو پھر آپ کے نزدیک اس مقصد کے پورا ہونے کی کون صورت ہے؟"

ابن مبرد "وہی جو میں پہلے سوچ چکا تھا۔ اگر امیر ابن طولون موافق ہو جاتے اور کسی طرح پھر میری پُرانی خدمت مجھے دلوا دیتے تو میں یہیں بیٹھے بیٹھے اُن کے فرزند کی تمنا پوری کر دیتا۔ اور اگر وہ ساتھ نہ دیں تو مجھے اتنا موقع ملنا چاہیے کہ یہاں سے بھاگ کے بغداد پہونچ جاؤں۔ پھر کسی کو مدد دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سب کام خود ہی کر لونگا۔"

جمیل "خیر آپ اس خدمت کے انجام دینے کے لئے تیار رہیے کوئی صورت پیدا ہی ہو جائے گی۔"

یہ کہہ کے جمیل بن سنان اس سے رخصت ہو کے اپنے گھر گیا۔ اور دوسرے ہی روز جا کے ابن مبرد سے ملنے کا حال خارویہ سے بیان کر دیا۔ وہ روز روز کا حال اپنے آقا سے بیان کر دیا کرتا تھا۔ مگر کبھی یہ نہیں بتایا کہ شاہزادی کو آپ سے ملانے کی کیا تدبیر اختیار کی گئی ہے۔"

دسواں باب

ابن مبرد چھوٹ کے بھاگا

جمیل جس روز ابن مبرد سے ملا ہے اُس کے ایک ہفتہ بعد ایک دن یکایک شہر فسطاط میں غل ہوا کہ ابن مبرد ابو حوقل کی حراست سے بھاگ گیا۔ رعایا میں ایک فوری جوش پیدا ہوا۔ بہت سے لوگ امیر ابن طولون کے پاس پہونچے اور شکایت کی کہ اس معاملے کو اتنے دنوں تک ڈال رکھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بدمعاش اور سفلہ مزاج ابن مبرد قید سے نکل بھاگا۔"

ابن طولون نے کہا "تمھارے اطمینان کے لیے قیدی خود تمھارے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اور تم نے جس کے پاس چاہا اُس کو رکھا۔ لہذا اُس کے نکل جانے کا الزام ہم پر نہیں خود تم لوگوں پر ہے۔ بلکہ ہم کو حق ہے کہ اُس کو تم سے طلب کریں۔ اور اس غفلت کے جرم میں تم سے جتنا بڑا جرمانہ چاہیں وصول کر لیں۔ باقی رہا یہ کہ اس کے مقدمہ کا فیصلہ ہونے میں تاخیر کیوں ہوئی تو اس کا سبب بھی تم جانتے ہو؟ مدینۃ السلام بغداد اور دربار خلافت سے حکم پر حکم چلے آتے تھے کہ ابن مبرد چھوڑ کر اپنی قدیم خدمت پر بحال کیا جائے۔ مگر میں نے محض تمھاری دل شکنی کے خیال سے ان حکموں کی تعمیل نہیں کی اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ دار الخلافت سے میرے تعلقات اچھے نہیں رہے۔ اب بدقسمتی سے وہ خود تمھاری حراست میں سے نکل گیا تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ اور سب سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ اب تمھیں میں سے بعض ذی اثر لوگ اُس کے طرفدار نظر آتے ہیں۔"

شہروالوں کے پاس اس کا کچھ جواب نہ تھا سب لاجواب و نادم ہو کے واپس گئے۔ مگر ان کو رخصت کیے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ شاہزادی عزیزۂ مصر جولیانا اپنے شوہر منصور کے ساتھ امیر ابن طولون سے ملنے کو آئی۔ فوراً استقبال کے لیے ابن طولون قصر کے دروازے پر نکل آیا۔ دونوں کو عزت و حرمت سے اندر لے گیا۔ اور تعظیم و تکریم سے بٹھا کے مزاج پرسی کی۔

ادھر ادھر کی چند باتوں کے بعد شاہزادی نے کہا "افسوس ابن مبرد کو سزا نہ ملی اور عدالت کے پنجۂ غضب سے نکل گیا۔ جو ہمدردی آپ نے پہلے دن میرے ساتھ کی تھی اُس سے مجھے یقین تھا کہ ہمارے اس سرکش و گستاخ غلام کو اب پھر کبھی شرارت کا موقع نہ ملے گا۔"

ابن طولون "پری جمال و صاحب اقبال شاہزادی اگرچہ آپ کے نازک اور پھول سے ہونٹوں سے شکایت بھلی معلوم ہوتی ہے تاہم مجھے اس سے تکلیف بھی ہوتی ہے کہ آپ کے دل کو صدمہ پہونچا۔ مگر اس میں میرا مطلق قصور نہیں ہے۔ باب عالی خلافت سے تاکیدی حکم آ رہے تھے کہ ابن مبرد قید سے آزاد کر کے پھر اپنی خدمت پر مامور کر دیا جائے میں ایسی صورت میں

کیا کرسکتا تھا۔ آپ ہی کے خیال سے مین نے ان احکام کا مطلق لحاظ نہ کیا تو دس سال تک اس کو قید رکھا۔ آپ کی مروت کا مجھ پر اتنا اثر تھا کہ اس بارے مین آپ کے باعث مین نے خلافت اور وزرا و امراے بغداد کو اپنا دشمن بنالیا جس کا انجام مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا۔ مگر باوجود میری ان کوششون کے ابن مبرد کے بھاگ جانے کا مجھے بڑا افسوس ہے۔"

منصور "لیکن آپ نے تو اُن لوگون سے ضمانت لے لی تھی جن کی حراست مین ابن مبرد رکھا گیا تھا۔ اُن لوگون سے آپ اس کو طلب کرسکتے ہین۔"

ابن طولون "بے شک طلب کرسکتا ہون۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ وہ دولتمند تاجر ابو الحوقل وبیاطی نے جواب اس کا طرفدار ہوگیا ہے کیا عجب کہ اسی نے جان بوجھ کر اسے بھگا دیا ہو۔ لیکن ان لوگون کے ساتھ توت کی بنا پر اگر ذرا بھی سختی کی گئی تو امراے بغداد اور دربار خلافت سے مجھ سے علانیہ دشمنی ہو جائے گی۔ ممکن ہے کہ مین اُس دشمنی کی بھی پروا نہ کرون۔ مگر ابن مبرد کا ہاتھ آنا غیر ممکن ہے۔ اُس نے چھوٹتے ہی عراق کی راہ لی ہوگی اور دو ہی چار روز مین اُن لوگون کے پاس پہونچ جائے گا۔ جو وہان اس کی طرفداری کر رہے تھے۔"

جولیانا "اگر وہ وہان گیا تو آپ کے دوست منصور کے لیے بہت نازک زمانہ آجائے گا۔"

ابن طولون "وہ یقیناً آپ دونون صاحبون کے خلاف شورش پیدا کرے گا۔ مگر مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ جب تک میرے دم مین دم ہے وہ آپ کا کچھ نہین بگاڑ سکتا۔ آپ میری ضمانت مین ہین۔ اور خلیفۂ بغداد یا وہان کے سرکش امراے ترک کی اتنی مجال نہین کہ مصر مین کوئی کارروائی بغیر میری منظوری کے کرسکین۔ مین نے بفضلہ تعالیٰ اتنی قوت پیدا کرلی ہے کہ دربار بغداد نہ مجھے معزول کرسکتا ہے اور نہ میری مخالفت مین کامیاب ہو سکتا ہے۔"

منصور "تو پھر آپ علانیہ علم مخالفت کیون نہین بلند کرتے؟"

ابن طولون "مین اسلامی خلافت کا بہ ظاہر مطیع و منقاد بن کے رہنا چاہتا ہون مگر اسی اطاعت کے ذریعے سے اپنی حکومت مصر کی بنیاد اتنی مضبوط کرلون گا کہ دولتِ مصر مدتون تک میرا اور میرے خاندان کے اختیار مین رہے گی۔"

منصور "خیر تو مجھے آپ کی کفالت و حمایت مین یہان اطمینان حاصل رہے گا سچ یہ ہے کہ ہم لوگ آج کل سب سے بڑے مظلوم ہین۔ اور محض چند شرفاے اسلام کی مدد پر جی رہے ہین۔ ورنہ تُرک سردار جن کو ہمارے جدامجد معتصم باللہ نے پرورش کر کے بڑھایا تھا آج انھین کی نسل کے خون کے پیاسے ہین۔ اور ان کی بے رحمیون اور بے اعتدالیون نے یہ حالت کر دی ہے کہ ہم خود اپنے غلامون سے آزار پاتے اور ڈرتے ہین"

جولیانا "بے شک اب ہماری عزت و آبرو آپ ہی کے بچائے بچ سکتی ہے"

ابن طولون "جب تک مین زندہ ہون آپ کو ان لوگون سے کوئی ضرر نہ پہونچ سکے گا"

اس گفتگو کے بعد جولیانا اور منصور اظہار امتنان کر کے والی مصر سے رخصت ہوئے اور اپنے قصر کی راہ لی۔ اور گو کہ منصور کے دل سے تردد گیا نہ تھا۔ مگر اپنی نازک دل بیوی کی تسلی کے لیے بظاہر نہایت ہی اطمینان و فارغ البالی سے زندگی بسر کرتا"

اس حالت کو تقریبًا دو مہینے ہو گئے۔ ابن طولون نے ابو حوقل کو بلوا کے کئی بار دھمکایا۔ اور کہا "اپنی خیریت چاہتے ہو تو ابن مبرد کو حاضر کر دو۔ مین ضمانت کی رقم اس لئے وصول نہین کرتا کہ مجھے روپیہ نہین خود مجرم درکار ہے جسے تم نے کیفر کردار کو پہونچنے سے بچا دیا" اسی طرح وہ اکثر عزیزۂ مصر کے قصر مین جا کے دونون میان بیویون کی تسلی و تشفی کرتا۔ مگر ان سب سے مخفی اندر ہی اندر ایک اور سازشی قوت اپنا کام کر رہی تھی جس کے اصلی بانی خارویہ اور جمیل بن سنان تھے۔ اور ابن الدغنہ کوتوال اور ابو حوقل ومیاطی بھی اس مین شریک ہو گئے تھے۔ ابن الدغنہ کو یقین تھا کہ والی مصر ابن طولون بھی ہمارے ساتھ ہے۔ مگر ابو حوقل محض جمیل کے بہکانے سے اس امر کا امیدوار تھا کہ ابن مبرد جب دوبارہ حاکم خراج مقرر ہو گا تو مجھے اس سے بہت نفع حاصل ہو گا۔

انھین دنون ایک روز جمیل حسب معمول خارویہ کے پاس حوض سیماب کے کنارے بیٹھا تھا۔ خارویہ اس کے اندر جمیل کی طرف منہ کیے ہوائی توشک پر لیٹا ہوا تھا وہ اس کے سرکی طرف حوض کے کنارے اس کا وحشی زریق خاموش سو رہا تھا جمیل نے اپنے آقا کو اطمینان دیا کہ "اب عنقریب عزیزۂ مصر آپ کے حرم مین داخل ہو گی۔ ابن مبرد کا چھوٹ جانا آپ کی تمنا پوری ہونے کا مقدمہ ہے جس کا نتیجہ دو ہی چار روز مین نظر آجائے گا"

خارویہ "مگر مین نہین سمجھتا کہ ابن مبرد سے مجھے کیسے مدد مل سکتی ہے؟"

جمیل ”وہ یہان سے سیدھا دار السلام بغداد گیا ہے۔ اور وہان کے تمام وزرا و سپہ سالار اُس کے بس مین ہین“

خارویہ ”یہ بھی میری سمجھ مین نہین آتا کہ دربار خلافت کے لوگون پر اُس کا کیون اثر ہے؟ ایک حبشی غلام کی بغداد کے صاحب اقتدار امرا کی نظر مین بھلا کیا وقعت ہو سکتی ہے؟“

جمیل ”حضور نے ابھی تک زمانے کو نہین پہچانا۔ بغداد مین ان دنون نہ شرافت کی قدر ہے۔ اور نہ لیاقت و شجاعت پوچھی جاتی ہے۔ وہان تو ہر شخص روپیہ کا بھوکا ہے جو شخص کچھ دولت وخزانہ پہونچاوے یا کسی جگہ سے روپیہ کے ملنے کی امید دلادے وہی کامیاب و بامراد اور ارکین دولت خلافت کا سچا دوست ہے۔ ابن مبرد کو سب جانتے ہین کہ جابر و ظالم کینہ اور ایک سفلہ مزاج حبشی غلام ہے۔ مگر اپنی چالاکی سے خفیہ مراسلت کرکے اُس نے امراے خلافت کو یقین دلادیا کہ ایک بہت بڑی دولت منصور اور جولیانا کے گھر سے مل سکتی ہے۔ اور اگر مجھے موقع دیا گیا تو مین اس کو بہ آسانی حاصل کرکے بغداد مین پہونچا سکتا ہون۔ بس سب کے سب اُس کے طرفدار ہوگئے۔ ادھر سے اپنے تعلقات مضبوط کر لینے کے بعد اس نے شاہزادی عزیزۂ مصر پر ہاتھ ڈالا تھا۔ اور اسی کا باعث ہے کہ اگرچہ ساری رعایاے مصر اُس کے خون کی پیاسی ہے اور حضور کے والد امیر ابن طولون بھی اُسے قتل کرنا چاہتے تھے مگر بغداد سے برابر تاکیدی احکام چلے آتے تھے کہ اس کو چھوڑ کے پھر پہلی خدمت پر بحال کردو“

جمیل اور خارویہ ان باتون مین محو تھے کہ یکایک کسی نے جمیل کے پیچھے سے نکل کے اُس پر تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ زخمی ہو کے حوض کے کنارے گر پڑا اور اس کے خون نے پارے کے پانی مین جابجا ارغوانی رنگ کے پھول کھلادیے جمیل کو گراتے ہی اس شخص نے ارادہ کیا کہ حوض مین پھاند کر خارویہ سے کچھ کہے کہ زریق چونکا۔ جھپٹ کے اس کو چھاپ بیٹھا اور خون پی لینے کے بعد ایک چشم زدن مین ایسا پھاڑ ڈالا کہ پہچاننا مشکل تھا۔ خون پی کر حبشی شیر آپے سے باہر تھا۔ اور اس کی آنکھون سے شعلے نکل رہے تھے۔ مگر خارویہ نے قریب جاکے ہیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ پیار کیا۔ سہلایا۔ اور آخر اس کا غصہ فرو کرکے پھر اسی جگہ بٹھادیا جہان وہ معمولاً بیٹھا رہا کرتا تھا۔

اب خارویہ نے جمیل کے قریب جاکے دیکھا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ مگر وہ مرا نہ تھا بیہوش تھا۔ خارویہ نے فوراً آدمیوں کو بلاکے حکم دیا کہ اس کے منھ پر پانی چھڑک کر ہوش میں لائیں۔ اور جب اسے ہوش آ گیا تو معلوم ہوا کہ قاتل کی تلوار بہت اوچھی پڑی تھی۔ سر سے اُچٹ کے شانے پر پڑی اور خفیف سا چرکا دے کے رہ گئی۔ مگر دو ایک رگوں کے کٹ جانے سے خون البتہ زیادہ بہ گیا۔ خادموں نے اُس کے زخم دھو کر پٹی باندھ دی پھر قاتل کی لاش کو اٹھا لے گئے جس کی صورت کو شیر نے چیر پھاڑ کے اس قابل نہ رکھا تھا کہ کوئی پہچان سکے۔ خادموں کے چلے جانے کے بعد خارویہ نے جمیل سے کہا "خدا نے بڑی مہربانی کی کہ تم بچ گئے"

جمیل "خدا کی اصلی مہربانی تو یہ ہے کہ حضور کا بال بیکا نہیں ہوا۔ اس میں کوئی مضائقہ نہ تھا کہ میں حضور پر سے تصدق ہو جاتا۔ مگر وہ کمبخت خونی تو مجھے زخمی کر کے حضور کی طرف چلا تھا"

خارویہ "اگر میرا زریق نہ جھپٹ پڑے تو وہ واقعی مجھ تک پہونچ گیا تھا مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کون شخص تھا اور میں نے اس کا کیا بگاڑا تھا جو میری جان لینے کے درپے ہو گیا"

جمیل "میں بھی خداوندا اسی چکر میں ہوں۔ شہر میں جاؤں تو شاید کچھ پتہ لگے مگر آج معلوم ہو گیا کہ دنیا میں ہم سے بے آزار لوگوں کے بھی دشمن موجود ہیں"

خارویہ "تم کو اعتراض تھا کہ رات دن زریق کو ساتھ رکھنا اچھا نہیں ہے۔ اب بتاؤ کہ ایسے نازک موقع پر کوئی اور بھی کام آ سکتا تھا؟ زریق نہ ہوتا تو آج میری اور تمھاری دونوں کی خیریت نہ تھی"

جمیل "حضور کا فرمانا بجا ہے۔ اور واقعی مجھے آج اس جانور کی قدر معلوم ہوئی جو باوجود وحشی ہونے کے وفادار ہے"

خارویہ "یہی باتیں دیکھ کر میں اپنے زریق کی صورت کا عاشق ہوں" یہ کہکر اس نے ہوائی قالین کی ایک طرف کی زنجیر کھول لی۔ ایک ہاتھی دانت کی بلی سے کھے کر اس کو حوض سیماب کے کنارے لایا۔ جہاں زریق بیٹھا تھا۔ چمکار چمکار کے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا جس کی شکرگزاری میں وہ غرانے لگا۔ پھر آدمیوں سے منگوا کے اسے بہت سا گوشت کھلایا۔ اور اپنے قالین کو حوض کے بیچ میں کر کے جمیل سے کہا "جراب ابن بردکا

حال پورا کرو۔ اس لیے کہ اس کے ذریعہ سے تم کہتے ہو عزیزۂ مصر میرے آغوش شوق میں آجائے گی۔ سچ پوچھو تو میری زندگی کی اصلی تمنا یہ ہے کہ ملائک فریب نازنین جولیانا مجھ سے ہم آغوش ہو اور میرا پیارا زریق پاس بیٹھا ہو۔ ان دو تمناؤں میں سے ایک تو خدا نے پوری کر دی مگر دوسری باقی ہے۔ وہ شاید تمھاری کوشش سے پوری ہو جائے۔"

جمیل "حضور شاید نہ پسند کریں مگر اسی مقصد کے حاصل کرنے کے لیے میں نے ابن مبرد کو آزاد کرایا۔ ابو حوقل کسی طرح منظور نہ کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ ایک طرف شہر والے مجھے مار ڈالیں گے۔ اور دوسری طرف امیر ابن طولون زرتاوان وصول کرنے کے نام سے میرا سارا گھر لوٹ لیں گے۔ مگر میں ہی تھا کہ ایسے کچھ دے کے زر پرست کو کچھا بجھا کے آمادہ کر دیا۔"

خاردیہ "مگر اُس کے چھوٹ جانے سے مجھے کیا مل جائے گا؟"

جمیل "وہ جو کچھ کرے گا مجھے بتا دیا گیا ہے۔ اور میں اس کو حضور کی خدمت میں عرض کیے دیتا ہوں۔ یہاں سے چھوٹ کر وہ سیدھا بغداد میں گیا ہے۔ وہاں امیر باغر اور وصیف سے ملے گا جو بڑی بے صبری سے اُس کے آنے کے منتظر ہیں۔ دار الخلافت کے خزانے اور تاریخی قیمتی قالین کے اُڑا لانے کی وجہ سے منصور کی وہاں تلاش ہو رہی ہے۔ ابن مبرد جاتے ہی اُن دونوں کو یقین دلائے گا کہ اگر منصور کے قتل کرنے کا کام میرے سپرد کیا جائے تو ان کی اور ان کی دولتمند بیوی جولیانا کی ساری دولت لا کے میں حاضر کر دوں گا۔ لہذا آپ یقین جانیں کہ خلافت کے فرمان اور ایک زبردست لشکر کے ساتھ وہ عنقریب آتا ہوگا۔ اور آتے ہی منصور کو قتل کر کے سر بغداد بھیجے گا اور اس کی منکوحہ جولیانا کو حضور کی نذر کرے گا۔"

خاردیہ (دیر تک غور کر کے) "مگر والد اس کو ایسا کرنے دیں گے؟ انھوں نے تو عزیزۂ مصر اور منصور دونوں کی حمایت کا عہد کر لیا ہے۔"

جمیل "یہ مجھے معلوم تھا۔ اور میں نے ابن مبرد کو سمجھا دیا ہے کہ حضور امیر مصر سے جھگڑا نہ کرے۔ اور نہ ان کے خلاف کوئی کارروائی کرے۔ اس کا خیال یہ تھا کہ تھوڑے سے دلیر و جانباز بہادروں کے ساتھ ایک رات کو ناگہاں جولیانا کے قصر پر آپڑے۔ اور اس کے شوہر کے سر اور ساری دولت کو جھٹ پٹ لوٹ کے واپس چلا جائے۔ اور قبل اس کے کہ حضور والی کو خبر ہو وہ اپنا کام کر کے چلا جائے۔ بس

آپ ایک روز صبح کو یک بیک سنیں گے کہ یہ کارروائی ہو گئی۔ اس راز کی مصر میں یا تو مجھے خبر ہے اور یا ابو حوقل کو۔ ہم دونوں نے ابن مبرد کو کئی دن تک سمجھا بجھا کے اس کارروائی پر آمادہ کیا ہے۔"

خارویہ "مجھے تو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میری وجہ سے اتنا بڑا ظلم ہو جائے مگر خیر میں نے مانا کہ منصور مار ڈالا جائے گا۔ مگر جولیانا مجھے کیسے ملی گی؟"

جمیل "اس کی تدبیر بھی میں نے ابن مبرد کو بتا دی ہے۔ وہ جولیانا اور اس کی تمام لونڈیوں کو قصر سے پکڑ لے جائے گا۔ اور شام کے شہر عسقلان میں ایک ہفتہ تک قیام کرے گا جس دن مصر میں یہ واقعہ ہو گا اس کے دوسرے روز ابو حوقل یہاں سے ملک شام کی راہ لے گا۔ اور عسقلان میں پہونچے گا۔ وہاں ابن مبرد ان تمام لونڈیوں کو جو اسیر ہوں گی مختلف لوگوں کے ہاتھ بیچ ڈالے گا۔ اسی سلسلہ میں ابو حوقل جولیانا کو خرید کے یہاں واپس لائے گا۔ اور حضور اس کو ایسی خاموشی کے ساتھ خرید لیں گے کہ امیر ابن طولون یا کسی شہر والے کو خبر بھی نہ ہو گی کہ کیا کارروائی کی گئی۔ اور آپ نے عزیزۂ مصر کو مول لیا ہے۔"

خارویہ "تدبیر تو معقول ہے۔ مگر نہایت ہی سفاکی و بے رحمی کی تدبیر ہے۔ مگر خیر میں اس کو گوارا کروں گا۔ اس لیے کہ یہ کام نہ میرے ہاتھ سے ہوں گے اور نہ میرے اشارے سے۔"

جمیل "اس بار کو حضور کی خدمت بجا لانے کے لیے یہ غلام اپنی گردن پر بڑے شوق سے لے لے گا۔ بلکہ اس کی ضرورت بھی نہ ہو گی کہ ابو حوقل سے حضور سے خرید و فروخت کی معاملت ہو۔ وہ ایک اور شخص کے ہاتھ بیچیں گے۔ اس سے میں خرید لوں گا۔ اور اپنی طرف سے نذرانے کے طور پر لا کے ملاحظہ میں پیش کر دوں گا۔"

خارویہ "مگر افسوس میری حور وش اور پری جمال محبوبہ پر کتنا بڑا ظلم ہو گا!"

جمیل "بادشاہوں اور شاہزادوں کو ایسی باتوں کا خیال نہ کرنا چاہیے کیونکہ اُن کے ہاتھوں سے تو ایسے کام روز ہی ہوا کرتے ہیں۔ اب حضور کی اجازت ہو تو غلام شہر میں جا کے اس بات کا پتہ لگائے کہ یہ بدقسمت خونی کون تھا جو یہاں تک پہونچ کر مجھ پر حملہ آور ہوا تھا۔"

خالدیہ وہ ہان جاؤ۔ اور جب پتہ لگے تو مجھے فوراً آکر خبر دینا کہ یہ کون شخص تھا اور کیون ہمارے خون کا پیاسا تھا؟"

جمیل "بہت خوب" کہہ کر اپنے آقا سے رخصت ہوا اور اپنے گھر کی راہ لی۔

گیارھوان باب

سازش کرنے والون کا غلبہ

آدھی رات کا وقت ہے۔ اور اندھیری رات۔ تارے کھلے ہوئے ہین۔ اور سیلاب نیل سے جو پانی کوسون تک میدانون اور کھیتون مین پھیلا ہوا ہے اُس پر ہلالی مہینے کی پچھلی راتون کے چاند نے افق مشرق سے منھ نکال کر اپنی نور کی چادر بچھادی ہے جس کے نیچے سے بے قرار لہرین اُبھر اُبھر کے کسی طرح شکنون کو نہین مٹنے دیتین۔ یہ متلاطم موجین کسی عاشق بے تاب کی طرح چاہتی ہین کہ ماہتاب کے عکس کو اپنے آغوش مین چھپا لین مگر نہین چھپا سکتین۔ اسی فرش سیمین کے درمیان ایک بلند خطہ زمین پر شہر فسطاط کی عمارتین نمایان ہین۔ شمال کی جانب ایک بہت اونچے ٹیکرے پر عزیزۂ مصر کا تاریخی قصر اپنے کلسون کو فلک بے مہر کے کلیجہ مین پیوست کیے ہوئے ہے۔ درمیان مین وہ پرانا قصر ایلیون ہے جس مین والی مصر رہتا ہے اور اُس کی چوٹی پر دولت عباسیہ کا پھریرا اُڑ رہا ہے ان دونون قصرون کے درمیان اور ہر چہار طرف دور دور تک شہر فسطاط کی آبادی پھیلی ہوئی ہے جو قبطیون کے سنہ عہد کی بہ نسبت اب بہت زیادہ ترقی پر ہے اور اسی موجودہ عروج کے باعث یہ شہر سارے یورپ مین فی الحال "بابل" کے نام سے مشہور ہے۔ اس لیے کہ فرنگستان والون نے توراۃ کی تاریخ مین فرات کے کنارے والے فنا شدہ بابل کے جو افسانے پڑھے ہین وہ سب اُن کو ان دنون اسی شہر کی سیر کر کے اور اس کی عالی شان عمارتین دیکھ کر یاد آجاتے ہین۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ فسطاط نے اسکندریہ کی ساری دولت وعظمت کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور اُس اگلے دارالسلطنت مصر کی وقعت ایک مرکز تجارت بندرگاہ سے زیادہ نہین باقی رہی۔

اسی آبادی کے آگے آگے اور دریا کے کنارے کنارے جو سڑک شمال سے جنوب کی طرف چلی گئی ہے اُس پر اس سناٹے کی گھڑی مین دو شخص آپس مین باتین کرتے ہوے آہستہ آہستہ جا رہے ہین۔ ان مین سے ایک جس کے سر اور شانے پر پٹیان بندھی ہوئی ہین ہمارا مفسدہ دوست جمیل بن سنان ہے اور دوسرا اُس کا رفیق کور معصیت۔ ابوالحوقل و میاطی۔ عالم آب اور اس پر چھلکتے اور تڑپنے والی چادر نور نہایت دلکش اور پُرلطف چیزین ہین۔ مگر دونون کچھ ایسے افکار و تردداتمین محو ہین کہ خبر بھی نہین ہوتے کہ مشرقی افق سے کیسی نور پاشی ہو رہی ہے۔ اور صفحۂ عالم پر کیسا بہار کا عالم طاری ہے۔ انھین اپنی فکرون کے سوا کسی بات کا خیال نہین۔ ابوالحوقل نے چلتے چلتے رک کے اپنے رفیق کی طرف منھ پھیرا اور کہا "مین تو سمجھتا ہون کہ آج ہی کی تاریخ سے یہ سب اندیشے دور ہو جائین گے۔ بس ابن مبرد کے واپس آنے کی دیر ہے۔"

جمیل "مگر مجھے تو اس واقعہ کی وجہ سے اپنے تمام منصوبون کی نسبت شبہہ ہو گیا اور ایسا نظر آتا ہے کہ جیسے کوئی اور مخالف قوت اور خوفناک سازش پردے کے پیچھے پیچھے ہمارے خلاف کام کر رہی ہے۔"

ابوالحوقل "اس واقعے کے اندیشہ ناک ہونے مین شبہہ نہین مگر آپ اس کو جہان تک بڑھاتے ہین وہ آپ کا وہم ہے۔"

جمیل "آخر مجھ پر اور میرے آقا خارویہ پر کسی کو حملہ کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ ہم نے کسی کا کیا بگاڑا ہے جو کوئی ہماری جان کا خواستگار ہو گا؟ یقیناً کوئی شخص ان تدابیر مین ہمارا مزاحم ہونا چاہتا ہے۔ اور اسی لیے مین نے عہد کر لیا ہے کہ جب تک اس سازش کو ڈھونڈھ نہ نکالون گا دم نہ لون گا۔"

ابوالحوقل "مگر آدھی رات کے سناٹے مین اس وقت کیسے پتہ لگے گا؟ اس کا خیال چھوڑ دو اور اس وقت جو ہونے والا ہے اس کا ذکر کرو۔"

جمیل "جس شخص نے ہم پر حملہ کیا اگرچہ شیر نے چیر پھاڑ کر اس کی صورت بگاڑ دی مگر جس وقت اُس نے مجھ پر تلوار ماری ہے مین نے پلٹ کے اس کی صورت دیکھی تھی۔ اُس صورت کا ایک شخص ملاحون کی گلی مین رہتا ہے۔

اور اس کی کشتی پر ایک بار سوار ہو کے مین قصبۂ آرسوف مین گیا ہون۔ پھر اس کے بعد مین نے ایک دن اس کو کوتوال شہر ابن دغنہ کے دروازے پر دیکھا تھا۔ چل کے اس کو دیکھتا ہون۔ اگر صحیح و سلامت ملا تو سمجھون گا کہ وہ کوئی اور شخص تھا۔ اور اگر نہ ملا تو مجھے یقین ہو جائے گا کہ وہی تھا جو زریق کے پنجہ کا شکار ہوا۔ اور اتنا پتہ مل جانے کے بعد مین سب باتین دریافت کر لون گا۔" پہلے اُس کو چل کے دیکھ لو۔"

ابوالحوقل: "اس وقت گھبراہٹ مین آپ نے کیا دیکھا ہو گا۔ بھلا ایسے دیکھنے کا کچھ اعتبار ہے؟ اور اگر اس کا کچھ خیال ہے بھی تو ابن دغنہ سے کہیے گا وہ پتہ لگا لین گے۔"

جمیل: "اپنا کام آپ ہی خوب ہوتا ہے۔ اور ابن دغنہ سے امید بھی نہین کہ سچائی سے اس کام کو انجام دین۔ مجھے اُن پر بھروسا تھا اگرچہ دو روز سے اُن کو یہ وہم ہو گیا ہے کہ مین نے اُن کو فریب دیا اور غلط باور کرایا کہ امیر ابن طولون دل سے ابن مبرد کے طرفدار ہین۔"

ابوالحوقل: "تو کیا آپ نے اُن سے یہ کہا تھا؟"

جمیل: "مین نے یہ تو کہا نہین کہ مجھے صحیح طور پر ایسا معلوم ہوا ہے۔ مین نے اپنا یہ قیاس اُن پر ظاہر کیا تھا۔ تو اول تو ابھی اس خیال کی پوری طرح تکذیب نہین ہوئی اور ہو بھی تو کسی قیاس کے غلط ہو جانے سے مجھ پر بدگمانی کیسے کی جا سکتی ہے؟۔ اور لو یہ ملاحون کا محلہ بھی آ گیا۔ اور یہ دیکھیے اس مشتبہ شخص کا مکان ہے۔" ساتھ ہی بڑھ کے دروازہ دھم دھمایا۔ اور اندر سے ایک ضعیف العمر شخص نے نکل کر صاحب سلامت کے بعد پوچھا "آپ کیا چاہتے ہین؟"

جمیل: "اسی مکان مین وہ ملاح رہتا ہے جو ٹھنگنا۔ گدرا اور بڑے بڑے نتھنون والا شخص ہے۔ اس کی ڈاڑھی چھوٹی ہے اور سر گنجا ہے۔"

بڈھا: "شاید آپ ابن الغیوق کو پوچھتے ہین۔ وہ میرا بیٹا ہے۔ اور پرسون چند شامی سپاہیون کو لے کر دمیاط کی طرف گیا ہے امید ہے کہ دو تین ہفتون مین واپس آ جائے۔"

جمیل: "تو وہ پرسون سے یہان نہین ہے؟"

بڈھا "ہاں ہاں نہیں ہے ان لغو اور فضول باتوں سے کیا حاصل؟ اپنا مطلب کہیے۔ تھوڑی دور جانے کی ضرورت ہو تو مین پہونچا دے سکتا ہون۔ مگر میری کشتی دور نہیں جا سکتی۔"

جمیل "مجھے کہیں جانا نہیں ہے۔ تمھارے بیٹے سے مجھے ایک ضروری کام تھا۔" یہ جواب پاکر بڈھے نے گھر میں گھس کر دروازہ بند کر لیا۔ اور جمیل و ابو الحوقل واپس روانہ ہوئے۔ اور دو قدم بڑھ کے ابو الحوقل نے کہا "اب تو یقین ہو گیا کہ یہ شخص نہ تھا؟"

جمیل "ابھی مین کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس کی صورت دیکھ لوں تو جانوں کہ وہ نہ تھا۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک حبشی نے قریب آکے کہا "میرے آقا آپ خوب ملے۔ مجھے اندیشہ تھا کہ شاید آپ اس وقت آدھی رات کو نہ آئے ہوں مگر آپ میرے لکھنے کے مطابق موجود ہیں اور یہ آپ کے دلی دوست جمیل ہیں۔" ابو الحوقل نے اپنے غلام کو فوراً پہچان لیا اور کہا "کافور۔ تم نے بڑا انتظار کرایا۔ اچھا جلدی کہو کہ سب کام پورا ہو گیا۔"

کافور "جی ہاں آپ کی عنایت سے ابن مہرد اپنی سب تدبیروں میں کامیاب ہوئے۔ جب آپ نے اُن کو آزادی دینے کے بعد مجھے اُن کے ساتھ روانہ کیا تو ہم دونوں یہاں سے بھاگ کر سیدھے شہر عسقلان میں پہونچے۔ اور وہاں دو چار روز دم لینے کے بعد دار السلام۔ بغداد کی راہ لی۔ وہاں پہونچنے کے دوسرے دن ابن مہرد سردار عساکر ترک باغر سے اور پھر باغر کے ساتھ جا کے ایوان خلافت کے داروغہ وصیف سے ملے۔ اور اپنی رہائی کا حال بیان کر کے اُن دونوں کو اپنا دوست اور طرفدار بنا لیا۔"

جمیل "یہ دونوں ترک سردار اُن کے ہمدرد پہلے ہی سے تھے۔ تم نے یہ بھی سُنا کہ اُن سے کیا باتیں ہوئیں۔"

کافور "اگرچہ مین ابن مہرد کے ساتھ وہاں گیا تھا مگر اتنے فاصلہ پر ٹھہرا دیا گیا تھا کہ ان کی گفتگو اپنے کانوں سے نہیں سن سکا۔ تاہم جو کچھ ابن مہرد سے مین نے سنا عرض کیے دیتا ہوں۔ ابن مہرد نے ان سے کہا آپ کو اپنی قوت و شوکت بڑھانے کے لیے دولت اور روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ چیز

کسی جگہ اتنی نہین مل سکتی جتنی کہ مصر کے صرف ایک گھر یعنی جولیانا اور منصور کے مکان سے مل جائے گی۔ آپ نے جب میری خواہش کے مطابق منصور کے گرفتار کرنے کا حکم جاری کیا تو مین نے اس کارروائی کو اسی وقت شروع کر دیا تھا۔ مگر ابن طولون مزاحم ہوا مین نے جولیانا کو بلا کے حراست مین لیا ہی تھا کہ اس کے اشارے سے بازاری لوگون نے مجھ پر نرغہ کر دیا اور عین اسی وقت خود ابن طولون بھی آ پہونچا۔ انجام یہ ہوا کہ جولیانا چھوڑ دی گئی اور مین قید کر کے شہر کے بازاری لوگون کے حوالے کر دیا گیا جن کی حراست سے چھوٹ کر اب کئی سال بعد مجھے یہان آنا نصیب ہوا ہے۔

باغر "تو پھر اب اس دولت کے حاصل کرنے کی کیا تدبیر ہے؟ ابن طولون کو لکھا جائے؟"

ابن مبرد "ابن طولون کے ذریعے سے اس کام کا انجام پانا غیر ممکن ہے۔ وہ جولیانا کا جامہ پہنے ہوئے ہے۔ اور ان دونون میان بیویون کی حمایت کا ذمہ لے چکا ہے۔"

وصیف "اچھا تو باغر آپ زبردست لشکر کے ساتھ ابن طولون پر حملہ کر دین اور اس سرکش والی کے ساتھ اُن دونون میان بیویون کو گرفتار کرا کے اور ان کا مال و اسباب ضبط کر کے یہان لے آئین۔"

ابن مبرد "اس طرح آپ کا مطلب حاصل نہین ہو سکتا۔ ابن طولون کے مقابلے پر لشکر گیا تو وہ مقابلہ کرے گا۔ اور اگر آپ فتحیاب بھی ہوئے تو سونے کی چڑیا کے اس جوڑے کو مع اس کے خزانۂ جواہرات کے افریقہ کے کسی ایسے دور و دراز مقام مین پہونچا دے گا کہ پھر ان کا ہاتھ آنا غیر ممکن ہو جائے گا اس لئے مجھے اپنے خیال مین تو مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھے فقط ایک ہزار بہادر وجرار ترکون کے ساتھ روانہ کرین۔ مین ابن طولون اور تمام اہل فسطاط کو غفلت مین ڈال کے ناگہان ایک آدھی رات کو جا پہونچون اور رات کے اندھیرے مین عزیزۂ مصر کے قصر پر شبخون مار کے ان دونون میان بیویون کو گرفتار کر لاؤن اور جو کچھ مال و دولت ملے اس کو بھی لا کے آپ کی خدمت مین حاضر کر دون۔ پھر اس کے بعد جب مصر کے اس قدیم دولتمند گھرانے کی

دولت ہاتھ آجائے۔ اور منصور و جولیانا بھی آپ کے قبضے مین ہو جائین۔ تب سردار باغر جا کے ابن طولون کو اس کی بغاوت و سرکشی کی سزا دین۔"

اس تجویز کو وصیف و باغر دونون نے پسند کیا۔ اور ایک ہفتہ کے اندر ایک ہزار جوانان ترک کا شاندار لشکر ابن مہرد کے حوالے کر دیا۔ جس کو لے کر وہ نہایت خاموشی کے ساتھ شام مین آئے اور مشہور کر دیا کہ عسقلان سے جہازون پر سوار ہو کر جزیرۂ اقریطش (کریٹ) پر جائین گے۔ وہین سے آپ کو مین نے ایک قاصد بھیج کر اطلاع کر دی کہ آج آدھی رات کو وہ جولیانا کے قصر پر حملہ کرین گے۔ اور واپسی کے وقت آپ ان کو جبل مقطم کی اُس گھاٹی مین ملین جس گھاٹی مین سے گزر کے قافلے مصر سے شام کو جایا کرتے ہین اور جب وہ جبل مقطم سے نکل کے قصر جولیانا کی طرف چلے مین ان سے الگ ہو کر آپ کی خدمت مین چلا آیا تاکہ آپ کو ساتھ لے چل کے اس وقت اُن سے ملا دُون جب وہ اپنا کام پورا کر کے اُس گھاٹی مین واپس جائین گے۔"

ابوالحوقل – تو چلو ہم اُنھین پہاڑون مین چل کے ٹھہرین۔"

جمیل – بے شک چلیے۔ ابن مہرد نے بڑی ہوشیاری سے اپنا کام پورا کر لیا۔ اور بہتر ہوتا کہ ہم اسی وقت عزیزۂ مصر کو ان سے لے کر آپ کے گھر مین رکھ دیتے اور جب موقع ملتا اس کو خارویہ کے پاس پہونچا دیتے۔"

فوراً دونون شخص کافور کے ساتھ ہو لیے اور سیلاب کے درمیان بلند مینڈون پر قدم رکھتے ہوے کوہسار معظم کی طرف چلے۔ اور تقریباً ایک گھنٹہ مین جبکہ دو ثلث رات گزر گئی تھی اُس گھاٹی مین پہونچ کر جو ملاقات کے لیے مقرر ہو گئی تھی ابن مہرد کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ ایک گھنٹے کے انتظار کے بعد ابن مہرد اپنے ترک ہمراہیون کے ساتھ واپس آگیا۔ یہ لوگ مال و دولت سے خوب لدے ہوے تھے۔ اور تقریباً پچاس رومی و ترکی کنیزین اُن کے ہاتھون اسیر تھین۔ جن مین حور خصال و پری جمال نازنین جولیانا بھی تھی

ابن مہرد جمیل اور ابوالحوقل کو دیکھتے ہی گھوڑے سے اُتر کر ان سے بغل گیر ہوا۔ اور چلایا "میرے مہربان دوستو مرحبا"۔ ساتھ ہی جمیل بولا

اور میرے فتحمند بہادر زندہ باش۔"

ابن مبرد:" بے شک آپ کی مہربانی وحمایت سے مین بہادر اور فتحمند ہون۔ اور اصل مین یہ آپ کی فتح ہے۔ مگر اصلی فتح آپ کو اس وقت حاصل ہو گی جب آپ کی مدد سے سپہ سالار بغداد باغر کو فتح ہو گی۔ اور اُن کے علم اقبال کے سایے مین ہم آپ مل کے مصر پر حکومت کرین گے۔ اور اس کی تدبیر یہ ہو گی کہ ہم ابن طولون کو قتل کرکے خارویہ کو یہان کا فرمان بردار بنا دین گے جو اپنے وحشی شیر زریق کی پناہ مین بیٹھ کر عزیزۂ مصر کے وصال کا شربت پین گے اور ہم آپ حکومت کرین گے۔"

جمیل:" اور یہ کامیابی خارویہ کے لیئے نعمت غیر مترقبہ ہو گی۔ اس لیے کہ مین نے ان کو ابھی اس کی مطلق امید نہین دلائی ہے۔ مگر یہ تو بتایئے کہ آپ پوری طرح کامیاب ہوئے؟"

ابن مبرد:" ہان جولیانا اور اس کی تمام کنیزین میرے ساتھ ہین۔ اس کا بہت سا مال وخزانہ بھی مل گیا۔ مگر اس مین سے بہت سی قیمتی چیزین جلدی مین ہم نہین لا سکے۔ مگر ایک بڑی بات رہ گئی۔ وہ یہ کہ منصور ہاتھ نہ آیا۔ وہ کسی طرف نکل گیا۔ اور نہ وہ تاریخی قالین ملا جس کو منصور خزانہ خلافت سے اٹھا لایا ہے۔"

جمیل:" یہ تو بہت برا ہوا مگر کوئی مضائقہ نہین۔ اس کو ہم مخفی رکھین اور اگر وہ غائب نظر آیا تو خارویہ پر مین یہی ظاہر کرون گا کہ وہ اسیر ہو کے بغداد گیا اور مار ڈالا گیا۔ اور یہی آپ ظاہر کرین۔"

ابن مبرد:" بہتر ہے یہی ہوگا۔ مگر مین نے قصر کا ایک ایک کونا ڈھونڈھ ڈالا اس کا کہین پتہ نہ تھا۔ اچھا اب یہ بتایئے کہ جولیانا کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟ مین اپنے ساتھ لیتا جاؤن یا آپ اپنے پاس رکھین گے؟"

جمیل:" اس کو اپنے ساتھ کیون لے جایئے؟ یہین ابو الحوقل کے سپرد کر جایئے تاکہ جس کی وجہ سے آپ کو مصری ملک التجار ابو الحوقل کی قید بھگتنا پڑی اسی قید کا مزہ گذشتہ واقعات کے انتقام مین چند روز

وہ بھی بھگت لے۔"

ابو الحوقل "مگر مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسب قرارداد سابق آپ شاہزادی کو اپنے ساتھ لے جائین - اور عسقلان مین ایک مجمع عام مین سب لونڈیون کے ساتھ اس کو بھی فروخت کر ڈالین - میرا غلام کافور جو پھر آپ کے ساتھ جائے گا اس کو میری طرف سے خرید کر اپنے پاس رکھے - یہان تک کہ تجارت کے بہانے کسی موقع پر میرے پاس مصر مین پہونچا دے - اس طرح کسی پر اس کا حال نہ کھلے گا - اور نہ کوئی یہ جان سکے گا کہ کیونکر میرے قبضے مین آئی - پھر چند روز بعد مخفی طور پر مین اسے امیر زادۂ خارویہ کی نذر کر دون گا۔"

ابن مبرد "اس مصلحت کے خیال سے بہتر یہ ہوگا کہ آپ خود عسقلان مین چلے آئین ممکن ہے کہ کسی کو خبر ہو جائے اور لوگ راستے مین سے اس کو چھڑا لے جائین - اور پھر آپ سے بدگمان ہون - عوام الناس پر عزیزۂ مصر کا بڑا اثر ہے۔"

ابو الحوقل "بہتر ہے مین خود چلا آؤن گا۔"

اب ابن مبرد واپسی کے لئے ان دوستون سے رخصت ہو رہا تھا کہ جمیل نے پوچھا "آپ نے جس وقت جو لیانا کے قصر پر حملہ کیا ہوگا بڑا ہنگامہ مچا ہوگا - کاش مین اُس وقت کی حالت کو دیکھتا مگر اپنا جانا کسی طرح مصلحت نہ نظر آیا۔"

ابن مبرد - (ہنس کر) "بے شک وہ گھڑی لطف سے خالی نہ تھی جب ہم رات کے سناٹے مین گھوڑون کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے پہاڑی کی بلندی پر پہونچے - جہان ہر طرف خموشی کا عالم طاری تھا - پھاٹک خوش قسمتی سے کھلا ملا - اور ہم فوراً اندر گھس پڑے - دو دربانون کو جاگ رہے تھے تلوار کے گھاٹ اُتارا - اور قصر کی اندرونی عمارت کی طرف چلے - اس گھڑی تک تو سناٹا اور سکوت تھا مگر دربانون کے قتل ہوتے ہی سارے قصر مین شور مچ گیا - لوگ گھبرا گھبرا کے صحن مین دوڑنے اور بھاگنے لگے - کنیزین اور محل کی ملازم عورتین چلانے اور ماتم کرنے لگین - ہم نے نہایت استقلال کے ساتھ

محل کو چارون طرف سے گھیر لیا۔ اور یہ طریقہ اختیار کیا کہ مرد ہو یا عورت جو سامنے آتا اسے باندھ لیتے اور اگر مزاحم ہوتا تو تلوار سے خبر لیتے۔ اس طریقہ سے ہم نے باہر ہی کھڑے کھڑے قریب قریب قصر کے تمام آدمیون کو اسیر کر لیا اور منتظر تھے کہ اسی طرح جولیانا اور اس کا شوہر بھی خود ہماری کمند مین پھنس جائین گے۔ مگر وہ کسی طرح نہ آسئے۔ آخر آدھ گھنٹہ کے توقف کے بعد بغیر کسی روک ٹوک کے ہم محل کے اندر داخل ہوئے۔ ہمراہیون کو حکم دیا کہ جو کچھ قیمتی مال و اسباب اور سونا چاندی ملے اس کو لا کر قصر کے برآمدے مین جمع کرین۔ اور مین خود قصر کے کمرون اور مختلف حصون مین چکر لگانے لگا کہ عزیزۂ مصر اور منصور کو گرفتار کرون مگر باوجود سخت جستجو کے انکا کہین پتہ نہ تھا۔

اب مجھے اندیشہ ہوا کہ بہت دیر ہو گئی ہے۔ ایسا نہ ہو شہر والون کو ہمارے حملے کی خبر ہو جائے۔ سارے اہل فسطاط چڑھ آئین اور ان کے ساتھ امیر کی فوجین بھی ہون۔ سخت ناامیدی کے بعد ہمین ایک ٹوٹے ہوئے صندوق کی آڑ مین جولیانا مل گئی جو خوف سے سہمی اور دبکی ہوئی تھی۔ میری صورت دیکھتے ہی اس نے ایک چیخ ماری۔ اور جھپٹی کہ مجھ پر حملہ کرے۔ مگر میرے بہادر ساتھ والون نے پکڑ لیا اور منھ مین کپڑا ٹھونس کے باندھ لائے۔ اس کے بعد مین نے منصور کو ڈھونڈھا مگر معلوم ہوا کہ وہ ہاتھ سے نکل گیا۔

جمیل "نہین نکلا نہین بلکہ اسیر ہوا ہے اور بغداد مین قتل ہو گا۔" یہ کہہ کے ہنسنے لگا۔

ابو الحوقل "اور عزیزۂ مصر جولیانا کہان ہے؟"

ابن مبرد "مین نے اس کو ایک خچر کی پیٹھ پر بندھوا دیا ہے۔ یہان سے ایک منزل نکل جانے کے بعد کھلوا دون گا۔"

یہ کہہ کے ابن مبرد دونون رفیقون سے رخصت ہو کر کوہ مقطم کی گھاٹیون سے گزر کے مشرق کی طرف روانہ ہو گیا۔

بارھوان باب

شیرون کی سپہگری

مذکورہ واقعہ کو ایک ہفتہ گزرا ہو گا کہ ایک شام کو ہم شہر فسطاط کے پاس ترکی

ترکی سواروں کو جوش وخروش کے نعروں کے ساتھ ایدار تلواروں کو حرکت دیتے اور عراقی گھوڑوں کو ہنہناتے دیکھتے ہیں۔ یہ دس ہزار ترکوں کا لشکر بغداد ہے"۔ اور علم سپہ سالاری امیر الجیش خلافت باغر کے سر پر لہرا رہا ہے۔ باغر سر پہ خود اور جسم میں دوہری زرہ پہنے ہے۔ اور اس کے مضبوط و بلند قامت راہوار پہ بھی فولادی جال پڑا ہوا ہے جو ترکی الاصل غلام ان دنوں تاج و تخت دولت عباسیہ پہ حاوی ہیں ان کا سردار اعظم یہی شخص ہے۔ جس نے خلافت کو اپنے ہاتھ کا کھلونا بنا لیا ہے۔ خاندانی شرفائے عرب گزرگر کے گھروں میں بٹھا دیے گئے ہیں۔ اور یہ غلاموں کا سردار جس کو چاہتا ہے تخت پر بٹھاتا ہے جس خلیفہ کو چاہتا ہے کمال بیرحمی سے قتل کرتا ہے۔ اور اب ابن طولون کو اپنی اطاعت سے باہر اور اپنی شرمناک ظالمانہ خواہشوں کے خلاف پا کے لشکر جرار کے ساتھ آ پہونچا ہے کہ اسے قتل کر کے حکومت مصر خمارویہ کے ہاتھ میں دے دے۔ ان لوگوں کو یقین ہے کہ قبل اس کے کہ اہل مصر کو خبر ہونے پائے ہم بلائے ناگہان کی طرح یکایک آ پہونچے ہیں کسی کو مزاحمت کی جرأت نہ ہو گی۔ ہم جی بھر کے امرائے شہر اور دولتمند مصریوں کو لوٹیں گے۔ اور دولت سے لدے پھندے واپس جائیں گے۔

مگر ان لوگوں نے جبل مقطم کی گھاٹیوں سے سر نکالا ہی تھا کہ امید کے خلاف سامنے مصری سواروں کا لشکر صفیں باندھے اور لڑائی کے لیے تیار نظر آیا۔ جس کے آگے خود ابن طولون ایک اعلیٰ درجے کے گھوڑے پر سوار زرہ جوشن سے آراستہ اور خود پہنے کھڑا تھا۔ اور اس کے سر پہ مصری علم کا پھریرا سایہ کیئے ہوئے تھا۔ باغر حریف کو تیار دیکھ کے ذرا رکا۔ اور دل میں سوچا کہ اب کیا کیا جائے۔ مگر دلیری و شجاعت کی غیرت نے جوش دلایا۔ اور یہ نعرہ مار کر کہ "ان دشمنان خلافت کو پامال کر ڈالو" حملہ کر دیا۔ اس لشکر کو آتے دیکھ کر چار ہزار مصری سواروں نے بجائے آگے بڑھ کر روکنے کے اپنے نیزے آگے جھکا دیے کہ بیباک ترک ان میں چھد کے رہ جائیں۔

چند منٹ کے اندر دونوں لشکر مل گئے۔ ترکوں نے قریب پہونچ کر مصریوں کے نیزے اپنی تلواروں سے کاٹ ڈالے یا زمین پر گرا دیے اور بڑھ بڑھ کے تلواروں سے وار کرنے لگے۔ سخت خونریزی ہونے لگی۔ اور بہادروں کے نعروں۔ گھوڑوں

سے کے ہنہنانے۔ اور اسلحہ کے لڑنے کے شور نے مل کے ایسا ہنگامہ مچا دیا کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ اور میدان خون سے سرخ ہوتا جاتا تھا۔ تقریباً دو گھنٹوں تک سخت معرکہ آرائی رہی۔ اور دونوں طرف کے سپاہی کثرت سے مارے گئے۔

یہ حالت دیکھ کر باغر ترکی بھڑتا نیزوں اور تلواروں کے صدماوروں کو اپنے آہنی لباس کے مقابل بیکار ثابت کرتا ہوا ابن طولون کے قریب پہونچا اور پکار کے کہا "ابن طولون۔ ادھر آ۔ اور بہادری کا دعوی ہے تو بہادروں کا مقابلہ کر۔" یہ الفاظ سنتے ہی ابن طولون ایک وحشی شیر کی طرح اس پر جھپٹا اور باغر کے سینے پہ اس زور سے نیزہ مارا کہ اگرچہ فولادی چار آئینہ پر کارگر نہیں ہوا مگر ترک سپہ سالار اس کے دباؤ اور زور سے اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر چت لیٹنے کے قریب جھک گیا۔ مگر ساتھ ہی نیزے کو ہاتھ سے پکڑ کے سینے پر سے ہٹایا سنبھل کے سیدھا ہوا۔ اور کہا "ابن طولون تو باغی ہے اور نمک حرام۔ خلافت نے اس لیے تجھکو حکومت مصر نہیں دی ہے کہ باغی بن کر امام وقت اور جانشین مسند آل عباس سے دشمنی کرے۔"

ابن طولون: "میں نہ خلافت کے خلاف ہوں اور نہ اپنے امام کا دشمن۔ میں تم طاغی و ظالم سرداران ترک کے پنجۂ ستم سے خلافت کو چھڑانا چاہتا ہوں۔ اور ان دشمنان خدا کے خون کا پیاسا ہوں جو آل عباس کے محترم و مقدس خون سے زمین کو تر کرتے ہیں۔"

باغر: "کیا تجھے اس میں شک ہے کہ اس لشکر کو امیر المومنین المنتصر باللہ نے بھیجا ہے؟ اور ہم خاص علم خلافت کے نیچے لڑ رہے ہیں؟"

ابن طولون: "ہاں جانتا ہوں۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ امیر المومنین تمہارے ہاتھ کا کھلونا اور تمہارے مظالم سے نالاں ہیں۔ اور دینی اقتدارات خلافت کو تم لوگوں نے غصب کر لیا ہے۔ لہذا تمہارے احکام ہرگز واجب العمل نہیں ہیں۔"

باغر: "خیر اگر ہوس نے تجھے خلافت کا دشمن بنا دیا ہے تو اپنی جان پر اپنے بال بچوں پر اپنی فوج پر اور اپنے شہر والوں پر ترس کھا۔ اور اطاعت قبول کر۔ اس لیے کہ تیرا لشکر کمزور پڑ چکا۔ تیرے سپاہی اپنی تعداد کی کمی کی وجہ سے ہمت ہار بیٹھے اور بالکل بیکار جا نیں دے رہے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ یا ہمت ہار کے بھاگ جائیں گے یا سب کے سب مارے جائیں گے۔ اس لیے تیرے لیے مناسب یہ ہے کہ اطاعت قبول کر کے ہتھیار رکھ دے۔ خلافت و امامت کی دشمنی کی سزا

تو تجھے مرنے کے بعد ملے گی مگر عقل کا دشمن نہ بن جس کی سزا اسی دنیا میں اور اسی میدان میں تجھے بہت جلد ملا چاہتی ہے۔"

ابن طولون "میرے بہادر مر جائیں گے مگر تم ظالم غاصبان امامت کی اطاعت ہرگز نہ کریں گے۔"

اس جواب پر طیش کھا کے باغر نے ابن طولوں کے خود پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ تلوار خود میں پیوست ہو کے رہ گئی۔ اور باغر کو مجبوراً اس سے دست بردار ہو جانا پڑا۔ تلوار کو چھوڑ کے وہ پیچھے ہٹا اور ابن طولون گرز تانکر بڑھا کہ ایک کوہ شکن ہاتھ سے بھیجا پاش پاش کر دے۔ مگر باغر اپنے لشکر میں غائب ہو گیا۔

اب لڑائی کا یہ رنگ تھا کہ مصری ساعت بہ ساعت کمزور ہوتے جاتے تھے۔ اور حملہ آوران شام کا زور اور جوش و خروش بڑھتا جاتا تھا۔ ابن طولون کے رفقا شہر کی گلی کوچوں میں پکارتے پھرتے تھے کہ حمایت وطن کو چلو ورنہ دم بھر میں مردم خوار وبہائم صفت ترک آ کر تمہارے گھروں کو لوٹیں گے اور تمہاری بے حرمتی کریں گے مگر رات ہو جانے کی وجہ سے بہت کم لوگ گھروں سے نکلتے تھے۔

اب رات ہو چکی تھی۔ اور ظلمت نے عالم کے چہرے پر اپنا تیرہ و تار غلاف ڈال دیا تھا۔ مگر تارے اس خونیں منظر کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھ رہے تھے۔ مصری لشکر میں ہزاروں مشعلیں روشن تھیں۔ مگر عراق کے ترکی لشکر والوں کے پاس روشنی کا سامان کم تھا۔ اس لیے وہ لوگ باوجود غلبے کے چاہتے تھے کہ لڑائی کو کل پر اٹھا رکھیں۔ مگر مصری ابن طولون کی حوصلہ افزائیوں سے برابر مقابلہ کیے جاتے تھے۔ اور روشنی کا اچھا انتظام ہونے کے باعث میدان سے واپس جانے کا خیال نہ تھا۔ آخر عراقی لشکر التوائے جنگ کے ارادے سے پیچھے ہٹ کر سمٹنے لگا کہ رات کو ایک ہی جگہ جمع ہو کر بسر کریں۔

اسی حالت میں ناگہاں باغر کے ترکی لشکر میں ایک عجیب ہلچل پڑ گئی۔ ہر حصۂ فوج کمال بدحواسی و اضطراب سے ایک دوسرے پر گرنے لگا۔ لوگ چیخیں مار مار کے بھاگتے۔ اور ہر شخص دوسرے کی آڑ میں پناہ ڈھونڈھتا۔ ان کے شور و غل اور ان کی چیخوں اور آہ و فریاد کی آوازوں نے ایک عجیب دہشتناک عالم پیدا کر دیا تھا

جن کو حملہ آوران مصر اور ابن طولون نے نہایت ہی حیرت سے دیکھا۔ مگر کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ عراقیوں پر یکایک یہ کیسی بلا نازل ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ابن طولون نے اپنے لوگوں سے پکار کے کہا "خدا نے اچھا موقع پیدا کر دیا۔ گو کہ رات کا وقت ہے مگر اے بہادران مصر۔ ایک اور جان بازی کا حملہ کرو اور ان بے حمیت دشمنوں کو جن پر معلوم ہوتا ہے عذاب الٰہی نازل ہو چکا اسی میدان میں کاٹ کے ڈال دو"۔

ابن طولون یہ الفاظ کہہ ہی رہا تھا کہ اس کا نو عمر فرزند خارویہ جھپٹ کے قریب آیا۔ اور چلایا کہ "بابا جان ذرا توقف فرمائیے"۔ خارویہ باپ کے سامنے ادب سے کبھی زبان نہ کھول سکتا تھا اس نے جو جرأت کر کے یہ فقرہ کہا تو ابن طولون نے حیرت سے اس کی صورت دیکھی اور کہا "اس سے بہتر بھی حملے کا کوئی موقع ہو سکتا ہے؟"

خارویہ "جی ہاں ابھی موقع نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس وقت دشمنوں پر میرا حملہ ہو رہا ہے۔ شجاعان مصر کو کمزور دیکھ کے میں اپنے زبردست لشکر کو مرتب کر کے آ پہونچا اور یہ میرے خونخوار بہادر ہیں جنھوں نے دشمنوں میں ہلچل ڈال رکھی ہے"۔

ابن طولون "تمہارے بہادر کون؟ اور تمہارا حملہ کیسا؟ تم تو یہاں میرے پاس کھڑے ہو!"

خارویہ "جی ہاں میں یہاں کھڑا ہوں مگر میرے بہادر لڑ رہے ہیں"۔

ابن طولون "تمہارے بہادر کون؟"

خارویہ "میرے بہادر میرے پالو شیر ہیں۔ جن کے رکھنے سے آپ ہمیشہ ناراض رہا کرتے تھے۔ میں نے جب دیکھا کہ آبادی کے اندر لوگ کمک پر بلائے جاتے ہیں اور کوئی نہیں آتا تو دل میں خیال کیا کہ آج ہی ان بہادروں کے امتحان کا دن ہے۔ چنانچہ اپنے بیس خونخوار شیروں اور بیس خون آشام چیتوں کو لا کے دشمنوں پر چھوڑ دیا۔ جو اپنے پرائے کو خوب پہچانتے ہیں۔ میرا پیارا انزریق ان کا سپہ سالار ہے وہی ان سب شیروں اور چیتوں کو لڑا رہا ہے۔ دشمنوں میں جو آپ پریشانی اور بدحواسی ملاحظہ فرما رہے ہیں یہ انھیں شیروں کی بدولت ہے"۔

یہ سن کر ابن طولون کو نہایت ہی حیرت ہوئی۔ اور مسکرا کے کہا "واقعی تمہارے بہادروں نے آج بڑا کام دیا۔ اور آئندہ میں تم کو ان درندوں کے پالنے سے نہ روکوں گا۔

مگر شب و روز ان کے پاس رہنے سے مجھے اندیشہ رہتا ہے کہ کبھی خدانخواستہ تمھاری جان کو ضرر نہ پہونچ جائے۔ لیکن آج یہ درندے بڑے وقت پر کام آئے۔ تاہم میں پوچھتا ہوں کہ کیا مناسب نہ ہوگا کہ ہم بھی اسی وقت حملہ کر کے دشمنوں کو بھگا دیں؟"

خارویہ: "میں نے اگرچہ اپنے شیروں کو مصری سپاہیوں کی وضع و لباس سے اس قدر مانوس بنا دیا ہے کہ غالباً وہ ہماری فوج والوں پر حملہ نہ کریں گے۔ مگر پھر بھی جانور ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کا پنجہ آپ کے کسی بہادر پر پڑ جائے۔"

ابن طولون: "لیکن یہ وقت اس کا اندیشہ کرنے کا نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے اپنی فوج والوں کو للکار کے زور و شور سے حملہ کر دیا۔ مگر قبل اس کے کہ وہ اور اس کا لشکر دشمنوں تک پہونچے وہ لوگ شیروں سے شکست کھا کے بھاگ نکلنے تھے اور شیروں نے اتنی دیر میں بہت سے ترکوں کو گرا کے پھاڑ ڈالا تھا جو نہایت بدحواس تھے اور کسی ترک سپاہی کے ہوش و حواس درست نہ تھے۔ خود باغر اس تماشے کو کھڑا حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ یکایک زریق جو دس بارہ آدمیوں کو مار چکا تھا اسے چھاپ بیٹھا۔ اور پنجوں اور دانتوں سے جھنجھوڑنے اور کاٹنے لگا تمام عراہی سمجھے کہ اس کا کام تمام ہو گیا۔ اور سب کے سب اسے چھوڑ کر نہایت ہی بدحواسی کے ساتھ خوف و دہشت کی چیخیں مارتے ہوئے بھاگے۔

خارویہ اور ابن طولون جو اس مقام پر پہونچے جہاں شیروں نے بازار مرگ گرم کر رکھا تھا تو زریق اپنے آقا کو پہچانتے ہی باغر کو چھوڑ کے اس کے قریب آیا اور قدموں پر لوٹنے اور دم ہلانے لگا۔ خارویہ اس کو چمکارنے اور سہلانے لگا مگر ابن طولون نے بڑھ کے اس کے شکار کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ خود باغر ہے وہ دو ہری زرہیں اور خود نہ پہنے ہوتا تو زندہ رہنا محال تھا۔ مگر جب زریق نے گرایا تو اس نے اپنا منھ بھی ڈھال میں چھپا لیا۔ اور شیر کے پنجۂ جان ستان سے بچ گیا۔ مگر خوف اور دہشت سے غش آ گیا تھا۔ ابن طولون نے حکم دیا کہ باغر کو اٹھا کے میرے گھر میں لے جاؤ۔ اور لباس جنگ اور اسلحہ اتار کے ہوش میں لانے کی تدبیر کرو۔"

اب خارویہ اور اس کے ملازم شیر پروروں نے اپنے شیروں کو بلا بلا کے باندھ لیا۔

فوج مصر نے مشعلوں کے ساتھ جبل مقطم کے درون تک مفرورین کا تعاقب کیا۔ اور اس کے بعد شہر میں واپس آئے۔

ابن طولون کو اس غیر متوقع فتح کی بڑی خوشی ہوئی اور بیٹے کا نہایت ہی شکر گزار تھا جس نے بالکل نئے اور نرالے طریقے سے فسطاط کو دشمنوں کی دستبرد سے بچا لیا۔ اپنے قصر شمع میں آکر دیکھا تو باغر کو ہوش آچکا تھا مگر دل میں شیروں کی ہیبت اس قدر سما گئی تھی کہ آنکھوں پہ دہشت برس رہی تھی۔ ابن طولون نے اس کو تسلی دی۔ اطمینان دلایا۔ اور بیٹے کو اجازت دی کہ اپنے باغ میں جا کے شیروں کو بند کروائے۔ اور اس کارگزاری کے صلے میں ان کی اچھی خاطر داشت کرے۔

دوسری صبح کو ابن طولون نے جب دیکھا کہ باغر بحال اور مطمئن ہے تو پوچھا بھلا اس ظالمانہ کارروائی اور بیہودہ فوج کشی سے تم کو بجز ذلت کے کیا ملا؟"

باغر: "واقعی یہ میری حماقت اور طمع کا انجام ہے۔ میں سخت نادم ہوں۔ اپنے کیے پر پچھتاتا ہوں۔ اور معافی چاہتا ہوں۔"

ابن طولون: "وہ تو خدا کو بھلا کرنا تھا کہ عرش کے چند بدویوں نے دوڑ کے مجھے خبر کر دی۔ ورنہ تم میری غفلت میں آ ہو پہنچتے۔ اور میرے ساتھ وہی سلوک کرتے جو شاہزادگان بنی عباس مسند نشین خلافت امامون۔ اور بہت سے سرداران عرب کے ساتھ کر چکے ہو؟"

باغر بجز ندامت سے آنکھیں نیچی کر لینے کے کچھ جواب نہ دے سکا۔ اور ابن طولون نے کہا "سچ سچ بتاؤ جس طرح تم میرے ہاتھ میں اسیر ہوئے ہو اسی طرح میں تمہارے ہاتھ میں گرفتار ہوتا تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرتے؟"

باغر: "یہ سوال مجھ سے نہ کیجئے۔"

ابن طولون: "نہیں۔ یہ سوال میں ضرور کروں گا اور تم کو اس کا جواب دینا ہوگا۔ مگر میں اطمینان دلاتا ہوں کہ تمہارے ساتھ وہ سلوک نہ کروں گا۔"

باغر: "اب آپ نہیں مانتے تو میں بتانے پر مجبور ہوں۔ میں یہ ارادہ کر کے آیا تھا کہ اگر آپ کو زندہ اسیر کر سکا تو پہلے آپ کے ذریعے سے سارے فسطاط والوں کی دولت جمع کراؤں گا۔ اور یہ کام لے لینے کے بعد آپ کو پابزنجیر لے جا کے اپنے

دوست وصیف کے پاس حاضر کردوں گا۔ جن کی سفارش سے آپ کو حکومت مصر ملی۔ اور آپ ان کے حکم سے باہر ہو گئے۔"

ابن طولون:" میں بے شک وصیف کا احسان مند ہوں۔ مگر ان کے ان حکموں کی تعمیل مجھ سے نہیں ہو سکتی جو رعایا پر ظلم و جور کرنے اور شرفا و معززین کو آزار پہونچانے کے متعلق ہوں۔"

باغر:" ہم لوگوں کو آپ سے شکایت ہے کہ ہم ہی نے آپ کا تقرر کرایا۔ اور اس بلند رتبے پر پہونچایا۔ اور آپ نے باوجود تاکیدی حکموں کے نہ ابن مہدی کو چھوڑا اور نہ منصور کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیجا جو وہاں سے خلافت کی نہایت قیمتی چیزیں چُرا لایا ہے۔"

ابن طولون:" تمہاری یہی باتیں ہیں جنھوں نے مجھکو تمہارے خلاف کر دیا۔ منصور پر یہ الزام ہے کہ وہ خزانۂ خلافت سے کوئی چیز چرا لائے غلط ہے۔ وہ فقط وہی چیزیں لائے جو ان کو اپنے محترم بھائی امیر المومنین المنتصر باللہ سے ملیں۔ اور ان کو اختیار حاصل تھا کہ خزانہ خلافت کی جو چیز جس کو چاہیں دے دیں۔"

"اصل یہ ہے کہ امام زمانہ دواز دہم آل عباس المستعین باللہ جن کو تم نے سریر خلافت پر بٹھا کے جبراً اپنا غلام بنا لیا ہے۔ وہ کبھی نہیں چاہتے کہ اپنے اعزا و اقارب اور اپنے خاندان کے شاہزادوں کو ستائیں اور آزار پہونچائیں۔ مگر تم لوگ ان کے ہاتھ سے زبردستی ظلم کرا رہے ہو۔ اور ان کو بدنام کرتے ہو۔"

باغر:" خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب آپ بتائیے کہ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟"

ابن طولون:" میرے اختیار میں ہے کہ جو چاہوں کروں۔ جو جو مظالم آل عباس پر تمہارے ہاتھ سے ہوئے ہیں ان کے معاوضے میں ممکن ہے کہ میں تمھیں قتل کرا ڈالوں۔ مگر نہیں۔ میں ایسا سنگدل نہیں بننا چاہتا مجھے۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ مصر پر تم نے کس غرض سے حملہ کیا تھا؟"

باغر:" ہم لوگوں کو روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور سنا کہ یہاں بعض لوگ خصوصاً منصور اور عزیزۂ مصر نہایت دولت مند ہیں۔ فوج لے کے چلے آئے کہ تم کو زیر کر کے ان لوگوں سے دولت حاصل کریں۔"

ابن طولون: "تم نے اپنے بدمعاشوں کو بھیج کر شاہزادی اور اس کے شوہر کے گھر کو لٹوا لیا جب چوروں کی طرح آ کے خلافت کے دامن عدالت میں دھبّے لگا گئے اور غریب شاہزادی کو پکڑ لے گئے جو نہایت ہی عالی خاندان نیک طینت اور پاکدامن عورت ہے۔"

باغز: "مجھے اس کی نہیں خبر۔ اور نہ یہ جانتا ہوں کہ کن لوگوں نے یہ نالائق حرکت کی۔"

ابن طولون: "بس معلوم ہو گیا کہ تم سچ نہیں بولتے۔ اور ابھی تک مکر و فریب سے دست بردار نہیں ہوئے یہ غیر ممکن ہے کہ شاہزادی عزیزۂ مصر کے قصر پر تمہارے سوا کوئی اور حملہ کرتا۔ ابن مہرد یہاں سے بھاگ گیا۔ جس سے بڑا نمک حرام محسن کش ظالم دنیا کے پردے پر نہیں ہے تم لوگ ہمیشہ دربار خلافت سے اس کی طرفداری کرایا کرتے رہے اور میرے پاس احکام آتے رہے کہ اس کو چھوڑ کر پھر اس کی قدیم خدمت پر مقرر کر دوں جس کے معنے یہ تھے کہ پھر رعایائے مصر کو اس ظالم کے پنجۂ ستم میں دبے دوں۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہاں سے بھاگ کر وہ تمہارے پاس پہونچا۔ اور پھر اُن دو چار آدمیوں سے جو شاہزادی کے قصر میں تاخت و تاراج کی رات کو موجود تھے معلوم ہوا کہ خود ابن مہرد نے آ کے قصر کو لوٹا۔ اور چوروں کی طرح بھاگ گیا۔ ایسی صورت میں بھلا یہ ممکن ہے کہ تم کو ان واقعات کی خبر نہ ہو؟"

باغز: "نہیں مجھے مطلق خبر نہیں ہے اور نہ اس کی اطلاع ہے کہ شاہزادی کے محل کو ابن مہرد نے لوٹا۔"

ابن طولون: "میں نے جھوٹی باتوں کی طرف سے کان بہرے کر لیے ہیں تم لوگ مجھے فریب نہیں دے سکتے۔ اور تمہارے متعلق یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں کہ شاہزادی عزیزۂ مصر کو اس کے شوہر شاہزادۂ منصور۔ ان کے قصر کے ان تمام لوگوں کو جنھیں ابن مہرد پکڑ لے گیا ہے اور نیز ان کے قصر کے تمام سامان و دولت کو جو لوٹ لے گئے ہو پندرہ دن کے اندر حاضر کر دو ورنہ تم اور تمہارے تمام رفقا جو اسیر کر لئے گئے ہیں بلا تامل قتل کر ڈالے جائیں گے۔ بس یہی آخری فیصلہ ہے۔ اور پندرہ دن کے بعد اس پر عمل ہو گا۔ تمہارے اسیر شدہ ہمراہیوں میں سے پانچ آدمی تمہارے پاس چھوڑ دیے جائیں گے۔ اور تم کو آزادی ہے کہ اُن کو میرے حکم کی تعمیل کے لیے

جہاں چاہو بھیجو۔ ان کی روک ٹوک نہ کی جائے گی۔"

اب ابن طولون نے حکم دیا کہ باغز چوروں اور ڈاکوؤں کے تیرہ و تار قید خانے میں رکھا جائے۔ اسیروں میں سے پانچ آدمی جن کو یہ خود بتائے اس کے پاس بھیج دیئے جائیں اور قید خانے کے گرد ایک ہزار ہوشیار اور بہادر آدمیوں کا پہرہ رہے۔" لوگ باغز کو لے چلے تو اس نے عذر خواہی و معافی کے متعلق پھر کچھ کہنا چاہا مگر ابن طولون نے کہا۔ "میں اس بارے میں اب کچھ نہ سنوں گا بجز اس کے کہ میری خواہش پوری کی جائے شاہزادی عزیزۂ مصر پر تم نے ایسا ظلم نہیں کیا ہے کہ کسی کو تم پر ترس آئے۔"

لوگ فوراً باغز کو طوق و سلاسل پہنا کے لے گئے۔ اور ابن طولون اپنے معمولی مشاغل میں مصروف ہو گیا۔

تیرھواں باب

مردم دری کی سیر

ابن طولون کی فتح اور باغز کی گرفتاری کے دوسرے دن خارویہ اپنے باغ میں حوض سیماب کے کنارے ایک کرسی پر نہایت ہی خوش و خرم اور شاداں و فرحاں بیٹھا ہوا ہے۔ برابر بائیں طرف اس کا چاہتیا شیر زریق بیٹھا بلی کی طرح خرخر کر رہا ہے اور اس کے پاس کئی لگنوں میں پلاؤ رکھا ہوا ہے جس میں سے ایک پلیٹ میں نکال کے اس نے زریق کے آگے رکھ دیا۔ اور شیر پرور جو دوسرے شیروں اور چیتوں کو نقرئی زنجیروں میں باندھے ہوئے فاصلہ پر کھڑے ہیں انھیں حکم دیا کہ باری باری اپنے شیروں کو قریب لا کے پیش کریں۔ حکم ہوتے ہی خونخوار شیر یکے بعد دیگرے پیش کیے جانے لگے۔ وہ سب کے سر اور پیٹھ پر محبت سے ہاتھ پھیرتا۔ اور پلاؤ کی ایک رکابی کھلا کے ان کو رخصت کر دیتا جب سب شیر اور چیتے پیش ہو لیے تو اس نے شیر پروروں کو انعام دیا اور کہا "تم نے میرے شیروں کو بہت اچھی تعلیم دی ہے اور تمہارا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ کل کے معرکے میں سوا دشمنوں کے انھوں نے کسی اپنے پر حملہ نہیں کیا۔" سب نے قدردانی کا شکریہ ادا کر کے عرض کیا کہ "یہ تو پہلا موقع تھا۔ آئندہ معرکوں میں حضور ملاحظہ فرمائیں گے کہ یہ کیسی انسانیت و شائستگی سے کام کرتے ہیں۔"

شیروں کو رخصت کر کے اس نے آواز دی "ہٹا" فوراً دو تو خیز رومی غلام کانوں میں گوشوارے اور جسم میں ارغوانی قبائیں پہنے آ کر سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے۔ اور خارویہ نے پوچھا "جو لوگ مجھ سے ملنے کو آئے ہوں ان کو بلا لاؤ" غلام گئے اور دم بھر میں جمیل بن سنان اور ابو حوقل حاضر ہوئے۔ جمیل نے کئی مہینے ہوئے ابو حوقل کو خارویہ کے دربار میں باریاب کرا دیا تھا۔ جس کے بعد سے وہ دولتمند تاجر اکثر سلام کو آتا۔ اور اپنی وفاداری و جان نثاری کا یقین دلایا کرتا۔ ان دونوں کی صورت دیکھتے ہی زریق چوکنا ہو کے کھڑا ہو گیا خارویہ نے فوراً اسے ڈانٹ کر اور تھپک کے روک دیا اور دونوں آنے والوں کی طرف متوجہ ہو کے کہا "تم نے میرے شیروں کا کمال دیکھا؟ لوگ اعتراض کیا کرتے تھے کہ وحشی جانوروں میں شب و روز مصروف رہنے سے کیا فائدہ۔ مگر آج ان وفادار بے زبانوں کی کارگزاری سب نے دیکھ لی۔"

ابو حوقل: "حضور نے یہ بالکل نیا کمال دکھایا کہ ان وحشی جانوروں سے عظیم الشان فوج کا کام لے لیا۔"

خارویہ: "اور کل کی فتح تو واقعی انھیں کی بدولت ہوئی۔ ترکی لشکر عراق بہت زبردست تھا۔ اور قریب تھا کہ مصریوں کو شکست ہو جائے۔" (جمیل کی طرف متوجہ ہو کر) "تم کہا کرتے ہو کہ انسان کو دوست بناؤ تو وہ بھی ایسی ہی وفاداری و جان نثاری کرے گا۔ مگر کل میں نے دیکھ لیا کہ بابا جان کے آدمی فسطاط کے ہر ہر محلے میں پکارتے پھرتے تھے کہ اپنے شہر کو دشمنوں سے بچاؤ اور کوئی گھر سے نہ نکلتا تھا۔ اگر میں ایسی نازک گھڑی میں اپنے ان بہادروں کو نہ چھوڑ دوں تو خدا جانے کیا حشر بپا ہو جاتا۔ ان کی کل کی کارگزاری دیکھ کر اب ان کی تیاری کے لیے میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ جتنے واجب القتل مجرم ہوں وہ بجائے اس کے کہ تلوار سے مارے جائیں ان شیروں کا لقمہ بنا دیے جایا کریں۔ اور اب غالباً بابا جان بھی اس کو منظور کر لیں گے۔"

ابو حوقل: "بے شک۔ گھر بیٹھے شکار کا لطف آیا کرے گا۔ ابھی تو نہایت ہی بدمزگی سے مجرموں کی گردن ماری جاتی ہے۔"

خارویہ: "ہاں میں یہ کروں گا کہ ہر مجرم اس باغ میں لا کر رکھا جائے گا۔ اس کی

زنجیریں کھول دی جائیں گی اور دو چار روز خوب کھلا کے تیار کیا جائے گا۔ اس کو ڈھال تلوار دی جائے گی تاکہ آزادی سے ان کی مشق کرے۔ پھر ایک روز میرے سامنے اس پر کوئی شیر چھوڑ دیا جائے گا۔ بلکہ اس کارروائی کی ابتدا آج ہی سے ہو گی۔ میں نے کل کے اسیران جنگ میں سے چار ترک منگوائے ہیں۔ وہ آجائیں تو اسی وقت تم میرے شیروں کی شجاعت کا تماشا دیکھ لینا۔"

جمیل:" تو کیا چاروں پر ایک ساتھ سب شیر چھوڑ دیے جائیں گے؟"

خارویہ:" یہ نہیں۔ یوں تو میرے شیر آپس ہی میں لڑ کے زخمی ہو جائیں گے۔ ایک ایک پر ایک ایک شیر یکے بعد دیگرے چھوڑا جائے گا۔ اور جس شخص پر چھوڑا جائیگا اسے موقع دیا جائے گا کہ ڈھال تلوار لے کر آزادی سے مقابلہ کرے۔"

جمیل:" نہایت دلچسپ اور بہت شجاعانہ سیر و تفریح ہو گی۔ سنتا ہوں اگلے دنوں رومیوں میں بھی اس کا بہت رواج تھا۔"

خارویہ:" ہاں تھا۔ مگر وہاں جنگل کے پکڑے ہوئے وحشی شیر چھوڑے جاتے تھے اور یہاں تعلیم پائے ہوئے شائستہ شیر ہوں گے جو حکم پر چلتے ہیں۔ اور کیسے ہی غصے میں بھرے ہوں اشارہ پاتے ہی خون خواری سے رک جاتے ہیں۔ خیر اب یہ بتاؤ کہ کل کی لڑائی کیسی رہی؟"

جمیل:" بہت اچھی۔ مگر (دبی زبان سے) ہمارے مقصد کو اس سے نقصان پہونچا۔"

خارویہ۔(تعجب سے)" نقصان! دشمنوں کی شکست سے تم کو نقصان پہونچا؟"

جمیل:" یقیناً حضور کو شاید نہیں خبر ہے کہ باغر یہاں زبردست لشکر لے کے کیوں آیا تھا؟"

خارویہ:" اس میں کون سی چھپی بات ہے وہ آیا تھا کہ والد کو قتل یا کم از کم حکومت مصر سے معزول کر کے سارے فسطاط کو لوٹ لے۔ اور اس کے بعد کسی اور کو والی مصر مقرر کرے۔"

جمیل:" حضور کا فرمانا ایک حد تک صحیح ہے مگر اس میں جو امر ہمارے موافق تھا اس سے حضور نہیں آگاہ ہیں۔ باغر اس ارادے سے آیا تھا اور دربار خلافت سے اس مضمون کا فرمان اپنے ساتھ لایا تھا کہ حضرت ابن طولون کو معزول کر کے

آپ کو والیٔ مصر مقرر کر دے جس کی ہمیں پہلے سے خبر دے دی گئی تھی۔"

خمارویہ۔ (ذرا سوچ کر) "مجھے اس کا یقین نہیں آتا جو شخص والد کا دشمن و بدخواہ ہو وہ میرا طرفدار کیسے ہو سکتا ہے؟"

جمیل:۔ "یہ تو جب ہوتا جب لشکرِ عراق خود سے آتا۔ مگر یہاں تو یہ ساری کارروائی ہماری سوچی اور خود ہمارے ہاتھ کی ہوئی تھی۔"

خمارویہ (نہایت حیرت و استعجاب سے) "تو ان دشمنوں کو تم نے سازش کر کے بلوایا تھا مگر مجھ سے اس کی امید رکھنا حماقت ہے کہ میں والد کے دشمنوں کو اپنا دوست اور خیر خواہ سمجھوں گا۔ یہ غیر ممکن ہے کہ والد پر حملہ ہوا اور میں اس کے روکنے کی کسی امکانی کوشش کو اٹھا رکھوں۔"

جمیل:۔ "مگر حضور پہلے یہ تو سن لیں کہ میں نے اور میرے دوست ابو حوقل نے ابن مہرد کو درمیان میں ڈال کر بغداد کے صاحبِ اثر و ذی شوکت سردارانِ ترک وصیف۔ بغا۔ اور باغر سے کیا معاملت کی تھی؟"

خمارویہ:۔ "تمہاری کوئی کوشش چاہے کتنی ہی میرے فائدے کے لیے ہو اگر والد کے خلاف ہے میں ہرگز اس میں تمہارا شریک نہیں ہو سکتا۔"

جمیل:۔ "مگر ہم نے جو کچھ کیا ہے خیر خواہی کی راہ سے کیا ہے۔ اب حضور کو اختیار ہے کہ چاہیں اپنے والد کو اس کی اطلاع کر کے ہم سب کو قتل کرائیں یا جان بخشی فرمائیں مگر پہلے میری کارگزاری کو تحمل کے ساتھ سن لیں پھر جو چاہیں کریں۔"

خمارویہ:۔ (ناگواری کے ساتھ) "اچھا بتاؤ کہ تم سے اور سردارانِ ترک سے کیا معاملت ہوئی تھی؟"

جمیل:۔ "ہم نے یہ معاملت کی تھی کہ دربارِ بغداد سے پہلے ابن مہرد کو تھوڑی سی مختصر فوج دی جائے جس کو لے کے وہ یہاں آئے۔ اور پری جمال جو لیانا کے قصر پر ناگہاں شبخون مار کے اس شاہزادی اور اس کے شوہر کو پکڑ لے جائے۔ اس کے بعد باغر زبردست لشکر کے ساتھ آ کر فسطاط پر حملہ کرے اور فتحیاب ہونے کے بعد ابن طولون کی جگہ آپ کو حاکمِ مصر مقرر کر دے تاکہ وہ لوگ جو حضور کے والد کے طرفدار ہیں وہ بھی خوش رہیں اور ان کی بھی گونہ دلدہی ہو جائے۔ اس طریقے سے ان کو قربانیوں کی منزل مل جائے اور حضور کی تقرر سے ان کی اشک شوئی بھی ہو جائے۔

لہٰذا اب ابن مہرد منصور کو دربار بغداد کے حوالے کردے جہاں وہ فوراً قتل کر ڈالا جائے اور اس کے قتل ہوتے ہی جولیانا کو میرے دوست ابو حوقل کے ہاتھ بیچ ڈالے اور اس کو لاکے حضور کی حرموں میں داخل کر دیں۔ اور انجام یہ ہے حضور اس خدمت کے معاوضے میں ابن مہرد کو معافی و خوشنودی کا خلعت دے کر عہدۂ ارسال کی خدمت پر پھر سرفراز فرما دیں۔"

خارویہ: "افوہ! تم نے چالاکی دانائی کی حد کر دی۔ اور ایسی معقول صورت پیدا کی جو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔"

جمیل: "حضور کو کیسے معلوم ہوتا۔ میں نے اس معاملہ میں کچھ عرض ہی نہیں کیا۔ ہاں اتنی غلطی ہو گئی کہ حضور کو یہ نہ بتا دیا کہ باغر حضور کا دوست ہے دشمن نہیں۔ ابن مہرد اسی مقصد کے لیے شاہزادی جولیانا کو اس کے گھر میں گھس کے پکڑ لے گیا۔"

خارویہ: "اور منصور کہاں ہیں؟"

جمیل: "وہ بغداد میں وصیف کے حوالے کر دیے گئے جو تمام سرکش شاہزادگان آل عباس کو قتل کر رہا ہے۔"

خارویہ: "میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ میرے لیے تم اتنا بڑا ظلم کرو گے۔ اور نہ یہ بات میرے خیال میں تھی کہ میرے لیے تم والد کے دشمن بن جاؤ گے؟"

جمیل: "میں تو حضور کے مقابل دین و دنیا میں کسی کا نہیں ہو سکتا۔ چاہیں اس غداری کے پاداش میں حضور مجھے قتل ہی کیوں نہ کر ڈالیں۔"

خارویہ: "واقعی تم نے قتل ہونے ہی کا کام کیا ہے مگر خیر میں تمہارے ساتھ اتنی رعایت کر سکتا ہوں کہ تمہاری سازش اور تمہارے ارادوں کو والد پر ظاہر نہ ہونے دوں۔ اور اگرچہ عزیزۂ مصر اور اس کے معزز شوہر پر میں ان ظلموں کو برداشت نہیں کر سکتا مگر تمہارا شکرگزار ہوں کہ میرے لیے تم نے ایسی ہولناک کارروائی کی جس کے خیال سے میں بھی کانپ جاتا ہوں۔ خیر اب یہ تو بتاؤ کہ جولیانا کہاں ہے؟"

ابو حوقل: "وہ ابن مہرد کے پاس ہے جو غالباً عسقلان میں باغر کی واپسی کا انتظار کر رہا ہو گا۔"

خارویہ: "باغر تو والد کے ہاتھ میں اسیر ہے۔ اور والد نے قطعی طور پر کہہ دیا ہے

کہ جب تک عزیزۂ مصر منصور اور ان کا تمام لوٹا ہوا سامان واپس نہ آ جائے گا اس کو آزادی نہ ملے گی"۔

جمیل:۔ "مگر یہ امر تو باغر کے اختیار سے باہر ہے۔ اس لیے کہ اس کی گرفتاری کا حال سنتے ہی ابن مبرد بھاگ جائے گا۔ اور کسی کو پتہ نہ لگے گا کہ کہاں ہے اور جب اس کا ملنا دشوار ہے تو عزیزۂ مصر کا ملنا بھی غیر ممکن سمجھئے اس لیے کہ ابن مبرد کو عزیزۂ مصر سے ذاتی خصومت ہے"۔

خارویہ:۔ "افسوس۔ میری جمال شاہزادی جو لیانا پر ظلم ہونے کا حال سننے سے میرا دل دکھتا ہے۔ میری تو تمنا ہے کہ اس کو اپنی محبوبہ و معشوقہ بنا کے پہلے سے زیادہ شان و شوکت سے رکھوں۔ تمہارا بڑا احسان ہوگا اگر اس کو کسی طرح ظالم و محسن کش ابن مبرد سے چھین کے میرے آغوش شوق میں پہونچا دو"۔

ابو حوقل:۔ "اس کوشش میں حضور ہم اپنی جانیں لڑا دیں گے۔ مگر جب تک باغر نہ چھوٹ جائے کامیاب ہونا محال ہے"۔

خارویہ:۔ "میں تو جولیانا کے شوق وصال میں اس پر آمادہ ہو جاتا کہ باغر کے ایسے بد معاش و خیرہ دشمن کو چھوڑ دوں مگر یہ میرے امکان سے باہر ہے۔ والد اس کے معاملے میں نہ میری سنیں گے اور مجھے ان سے کہنے کی جرأت ہو سکتی ہے"۔

جمیل۔ "اس کو میں نہ مانوں گا۔ حضور جو چاہیں کر سکتے ہیں"۔

خارویہ:۔ "والد کی سطوت و عظمت ایسی ہے کہ میں ان کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ تقریباً دس بارہ سال کی حکومت میں انھوں نے عظیم الشان لشکر تیار کر لیا ہے۔ علما و فضلا کو اپنی صحبت میں جمع کر کے تمام صاحبان علم کو اپنا شیدا بنا لیا ہے۔ ایک لاکھ بیس ہزار دینار کے صرف سے عالی شان و عدیم المثال جامع مسجد تعمیر کر کے اور سینکڑوں طرح کی فیاضیاں کر کے سارے مسلمانوں کے دلوں میں جگہ پیدا کر لی ہے۔ خزانہ دولت سے بھرا ہوا ہے ان کے دس ہزار جنگجو غلام ساری قلمرو میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور چوبیس ہزار غلام جلوس کے طور پر ان کے ہمراہ رہا کرتے ہیں۔ دس ہزار گھوڑے اور چھ ہزار خچر اصطبل میں ہیں۔ اسی طرح دس ہزار اونٹ شتر خانے میں ہیں۔ اور سو زبردست جہاز دنکا بیڑا بحری مہموں کے لیے

اسکندریہ کے ساحل پر لنگر انداز رہا کرتا ہے۔ ایسے صاحب جبروت فرماں روا کی مخالفت کرنا یا اس کی مرضی کے خلاف مشورہ دینا میرے امکان میں نہیں۔"

جمیل:- "یہ بجا ہے کہ ان سے کہنے کا کچھ نتیجہ نہ ہو گا لیکن اگر حضور کی مرضی ہو اور حضور تھوڑی سی مدد دیں تو ہم کام نکال لیں۔"

یہ سنکر خارویہ دیرتک فکر میں رہا۔ پھر کہا "تم بتاؤ تو سہی کہ میں کس طرح مدد کر سکتا ہوں معلوم ہونے کے بعد کہوں گا کہ مجھ سے ہو سکے گا یا نہیں۔"

جمیل:- "کل کی فتح حضور کی قوت سے ہوئی ہے۔ جس کو سارا شہر اور ہر سپاہی جانتا ہے۔ حضور ہمارے ساتھ جیل کے باغ اور تمام اسیران جنگ کا معائنہ فرما کے واپس چلے آئیں اور واپسی کے وقت محافظوں اور پہرے والوں سے کہتے آئیں کہ اپنے شیروں کا راتب دینے اور ان کو شکار افگنی کی مشق کرانے کے لیے میں جمیل کی معرفت جن جن اسیروں کو منگواؤں فوراً بھیج دینا۔ چند اسیروں کو اسی غرض کے لیے حضور نے بلوا ہی بھیجا ہے۔ حضور کے تشریف لانے کے دوسرے روز میں جا کے باغ اور چند اور اسیروں کو حضور کے نام سے لے آؤں گا۔ اور اسی طرف سے لے کر مصر سے بھاگ جاؤں گا۔ اس کے بعد اگر میرا قصور حضور کے والد نے معاف کر دیا تو جولیانا کو لے کر اس آستان پر حاضر ہوں گا۔ ورنہ ابو جوقل شاہزادی کو حضور کی خدمت میں حاضر کر دیں گے۔ اور میں اس کا متوقع رہوں گا کہ حضور کی سفارش سے میرا قصور کب معاف ہوتا ہے۔ اگر امیر ابن طولوں باغ کے متعلق حضور سے پوچھیں تو صاف فرما دیجیئے گا کہ میرے شیروں کا لقمہ ہو گیا یا ہی فرما دیجیئے گا کہ میرا ملازم جمیل لے کر بھاگ گیا۔"

خارویہ:- "مگر تم بھاگ کے کہاں جاؤ گے؟ سارا شام وعرب دریاے فرات کے کنارے تک والد کی قلمرو میں داخل ہے۔ جہاں ہو گے پکڑے جاؤ گے۔"

جمیل:- "بغداد میں چلا جاؤں گا۔ اور وہاں بھی اندیشہ نظر آیا تو چند روز کے لیے کوہستان جرجان میں مور ہوں گا۔"

خارویہ:- "تم نے ایک صورت تو پیدا کر لی۔ مگر مجھے اس میں خطرے نظر آتے ہیں خیر جو کچھ ہو میں جولیانا کے شوق میں منظور کیے لیتا ہوں۔"

ابوالحوقل "حضور یہ بڑے عقلمند آدمی ہیں - اور جو چاہتے ہیں اسکی کوئی صورت پیدا ہی کر لیتے ہیں میرے نزدیک افلین تو زبردست سلطنت کا وزیر ہونا چاہیئے۔ ہمارے امیر ابن طولون کا سا عاقل و تر زنہ امیر ہو اور ان کا سا وزیر پھر حضور دیکھ لیں کہ چند ہی روز کے اندر کتنی بڑی دولت و سطوت قائم ہو جاتی ہے"

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ خارویہ کے غلام نے آگے عرض کیا کہ حضور نے جن ترک اسیروں کو طلب کیا تھا حاضر ہیں"

خارویہ - دوفور شوق سے اچھل کر" آ گئے ! اچھا ان کو میرے سامنے حاضر کرو"

دم بھر میں وہ ترک حاضر کر دیے گئے جو نہایت تنومند اور قوی ہیکل تھے سر سے پاؤں تک طوق و سلاسل میں جکڑے ہوئے تھے۔ اور نظریں نیچی کیے کھڑے تھے تھوڑی دیر تک خارویہ ان کو دیکھتا رہا پھر پوچھا کیوں ؟ تم نے میرے شیروں کو کیسا پایا ؟"

ایک اسیر " رات کا وقت تھا۔ دن ہوتا تو ہم لوگ بتا دیتے کہ بہادر شیروں سے کس طرح لڑا کرتے ہیں"

خارویہ "اچھا تو اب اس وقت دن ہے۔ امتحان ہو جائے۔ پھر اپنے خادم سے کہا ان چاروں کو قصر کی پشت والے احاطے میں لے چلو۔ اور چاروں طرف سے دروازے بند کر کے ان کی زنجیریں کھول دو۔ اور ان کو چوڑے سیفے اور ڈھالیں دے دو۔ میں بھی چلتا ہوں قصر کے کوٹھے پر سے ان کی شیر افگنی کا تماشا دیکھوں گا۔ اور وہیں آ کے بتاؤں گا کہ کون کون سے چار شیر ان کے مقابلے پر چھوڑے جائیں"

جمیل "حضور اپنے محبوب شیر زریق کو چھوڑیں۔ اس کی لڑائی دیکھنے کا مجھے بڑا شوق ہے"

خارویہ "نہیں اس کا مقابلہ تو ان لوگوں کے سردار باغر سے ہو گا جو خلفائے و وزرا کے خون سے ہاتھ رنگ چکا ہے"

لوگ ان ترک اسیروں کو احاطہ میں لے گئے۔ خارویہ اپنے دونوں رفیقوں جمیل اور ابوحوقل کے ساتھ سب سے اونچے کمرے میں ایک قالین پر

رونق افروز ہوا۔ اور شیر پروروں کو بلا کے حکم دیا کہ فلاں فلاں چار ببر شیروں کو قصر کے اندر ایک کمرے میں سے جا کے رکھو۔ اور باری باری ایک ایک اسیر کے مقابلے میں ایک ایک شیر کو چھوڑ دو۔"

فوراً اس حکم کی تعمیل شروع ہو گئی۔ شیر اور انسان کا مقابلہ کیا۔ مگر اسیران ترک نے جان بچانے کے لیے بڑی شجاعت سے شیروں کا مقابلہ کیا پہلے شخص پر جیسے ہی شیر جھپٹا اس نے اس کے پنجے کو ڈھال پر لیا اور سیفے کا زبردست ہاتھ شیر کے گلے پر مارا جس سے وحشی درندہ خون میں نہا گیا مگر چونکہ زخم کاری نہ تھا اپنے انسان حریف کو چھاپ بیٹھا۔ اور پنجوں سے سپر کو ہٹا کے گلا منھ میں دبا لیا۔ جبتک انسان تڑپتا رہا وہ اس کا خون پیتا رہا۔ پھر بحس و حرکت لاش پر سے اٹھ کر مڈ کارنے لگا۔ اور خارویہ نے کوٹھے پر سے جوش کے کلمات سے اس کی مردم دری کی داد دی۔

دوسرا ترک شیر کو اپنی طرف آتے دیکھ کر پہلے تو تلوار کھینچ کر بڑھا۔ مگر جب شیر قریب آ گیا تو مرعوب ہو کر کمال بدحواسی سے ڈھال تلوار پھینک کے بھاگا۔ مگر شیر نے جھپٹ کر ایک تھپیڑ مار کے گرا دیا۔ جس سے وہ زخمی ہو کر گرا۔ اور شیر الگ کھڑا ہو گیا۔ چند منٹ میں ترک اٹھا کے چلے۔ وہ چار قدم گیا تھا کہ شیر نے پھر حملہ کر کے گرا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر اپنی جگہ سے رینگا۔ اور شیر نے پھر ڈھکیل کے تھپیڑ سے گرا دیا۔ یونہیں دیر تک کھلا کھلا کے شیر نے اسے مارا اور خون پی گیا۔

خارویہ:" اس شیر کی لڑائی بڑے لطف کی ہے۔ اپنے شکار کو یہ خوب کھلا کے اور اچھی طرح تھکا کے مارتا ہے۔ مزہ ایسے ہی شیر کی لڑائی میں آتا ہے۔"

تیسرے ترک کے مقابلے پر شیر چھوٹا تو اس سے دس گز کے فاصلے پر دبک کے بیٹھ گیا اور شست باندھ کر جھپٹنے کو تھا کہ ترک بہادر نے خود ہی سبقت کر کے اس کی آنکھ پر تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ شیر اچھل کے پیچھے گرا۔ ساتھ ہی ترک نے بھی جھپٹ کے تلوار کا ایسا زبردست وار کیا کہ شیر کا ایک ہاتھ کٹ کے دور جا گرا۔ مگر اب شیر نہایت ہی غصہ کے ساتھ اس پر جھپٹ پڑا نیچے سے گرا کے

اسے گرد برد کر دیا۔ اور چہرے پیٹھ سرینوں اور رانوں کا سارا گوشت نوچ لیا۔ مگر ترک نے بھی نیچے پڑے پڑے اپنی تلوار شیر کے سینے میں پیوست کر دی اور ادھر شیر کے ناخن اس کے دل میں پیوست ہو گئے۔ جس کے بعد آناً فاناً شیر نے ایک گرج کے ساتھ اور بہادر ترک نے ایک چیخ مار کے جان دے دی۔ یہ لڑائی خارویہ کو نہایت ہی ناگوار گزری۔ افسوس کر کے کہنے لگا۔ اس ترک نے بے شک بڑی بہادری دکھائی۔ مگر مجھے اپنے شیر کے مارے جانے کا بڑا افسوس ہے۔ پھر کہنے لگا دوا ایسا شیر بہت کم دیکھا گیا ہے۔ آنکھ پھوٹ گئی زخم پر زخم کھائے مگر لڑائی سے قدم نہ ہٹایا۔ اور شیر ہوتا تو چیخ کے بھاگ جاتا۔"

اب آخری جوڑہ میدان میں آئی۔ یہ ترک میدان میں آتے وقت تو دہشت سے کانپ رہا تھا مگر جب شیر نے اس کے سامنے آکر انگڑائی لی تو دل مضبوط کر کے مقابلے کو تیار ہو گیا۔ اور بڑھا کہ اپنے سے پہلے بہادر ترک کی طرح شیر کی آنکھ پھوڑ دے مگر شیر نے تلوار دونوں پنجوں سے پکڑ کے چھین لی۔ اور اس پر چڑھ بیٹھا۔ ترک نے شیر کے پہنچنے سے پہلے ہی ڈھال اپنے اوپر کر لی۔ اور سارا جسم سمیٹ کر اس کے نیچے چھپ گیا۔ شیر نے سپر کو پنجوں سے بہت کچھ جھنجھوڑا مگر ناخن کارگر نہ ہوئے۔ آخر تھک کر ہٹ گیا۔ مگر ترک کو سپر کے نیچے سے نکلنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور شیر الگ بیٹھا ہوا غرا رہا تھا۔ شیر پروروں نے خارویہ کے اشارے سے اسے للکارا تو پھر چھپٹا اور ایک طرف سے سپر کے اندر پنجہ ڈال کر ترک کو باہر کھینچ لیا اب ترک خوف و دہشت سے روتا اور چیخیں مار رہا تھا۔ اور شیر دانتوں اور پنجوں سے اس کو چیر پھاڑ رہا تھا۔ یہ دہشت ناک ہنگامہ اسوقت تک بپا رہا جب تک کہ شیر نے ترک کے گلے کو دانتوں سے چھید کر خون نہیں پی لیا۔ اور لاش ٹھنڈی نہ ہو گئی۔"

خارویہ۔ (بلند آواز سے) شاباش! اس سے پہلی لڑائی نے مجھے ملول کر دیا تھا۔ مگر میرے بہادر شیر صاعقہ (یہ اس شیر کا نام تھا) تو نے خوش کر دیا۔ خیر اب شیر دل کو کٹہروں میں بند کر کے ان ترکوں کی کلیجیاں نکال کے انھیں کھلا دو۔"

چودھواں باب

شریف باپ اور شریر بیٹا

اس کے دوسرے روز خمارویہ اپنے مکار و بدنفس مصاحب جمیل کو ساتھ لیکر اپنے شریف النفس باپ ابن طولون کے پاس گیا۔ آفتاب کو نکلتے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔ اور ابن طولون معمول کے مطابق دربار میں برآمد ہونے کو تھا قصر حکمرانی کے بیرونی صحن میں پہلے پھاٹک سے داخل ہوتے ہی دو ہزار دیو صورت حبشی غلام نظر آئے جو زرد حریر کے کرتوں پر آسمانی صدریاں پہنے تو کدار سفید کلاہوں کے اوپر ارغوانی عمامے سر پر باندھے۔ اور آبدار و زنی گرز کندھوں سے لگائے دونوں جانب صفیں باندھے کھڑے تھے۔

دونوں ان حبشیوں کے درمیان سے گزر کر دوسرے پھاٹک پر پہونچے تو دو رویہ دو ہزار نوعمر و قیامت خرام خوش رو و گل اندام رومی و فرنگی غلاموں کی صفیں نظر آئیں۔ یہ پری وش و حور شمائل غلام برق وش نیچے علم کیے کھڑے تھے۔ سرخ اطلس کے کرتے اور نیلے پائجامے پہنے تھے۔ کرتوں کے اوپر سنہری صدریاں تھیں اور سروں پر زرد رنگ کے ریشمی بانکے شملے۔ ان کے کانوں میں موتیوں کے آویزے تھے۔ اور گلوں میں سونے کی ہیکلیں۔ ان کی صفوں کو دیکھ کر ایک عجب طلسمی عالم نظر کے سامنے ہو جاتا۔ اور معلوم ہوتا کہ ابن طولون کی خوش اعتقادی و پرہیزگاری سے خوش ہو کر خدا نے اس کی خدمت کو جنت کے غلمان بھیج دیے ہیں۔

ان پری جمالوں کی صفوں میں سے گزر کے خمارویہ اور جمیل اس اندرونی دروازے پر پہونچے جس کے داہنے جانب ابن طولون کا دیوانخانہ تھا اسی میں وہ روز دربار کیا کرتا۔ اور بائیں جانب امرا و عہدہ داروں کے ٹھہرنے کا مقام تھا۔ ڈیوڑھی کے اندر سے خلوت گاہ خاص کو آراستہ گیا تھا۔ اور اسی سے ملی ہوئی زنانی حرم سرا تھی۔ چند شعرا و مخصوص امرا اور بہت سے نقیب و چوبدار

اسی ڈیوڑھی میں احکام شہریاری کے منتظر کھڑے رہا کرتے تھے۔

خارویہ نے جمیل کو وہیں ٹھہرا دیا اور خود اندر داخل ہوا۔ خواجہ سرا نے دوڑ کر ابن طولون کو خبر کی۔ اور ساتھ ہی وہ خود پہونچ کر صاحب تخت و تاج باپ کے سامنے سلام کے لیے جھکا۔ ذی وقار حاکم مصر نے حسب سنت اسلام سلام کا جواب دیکر بیٹے کو اپنے برابر بٹھالیا۔ اور ہنس کے پوچھا "کہو تمہارے بہادر وحشی جنگجو خیریت سے ہیں؟"

خارویہ۔ (نظر نیچی کر کے) "جی ہاں اچھے ہیں۔ مگر کل کے معرکہ نے ان کا جوش و خروش اس قدر بڑھا دیا ہے کہ جب تک کسی زندہ ذی روح کا خون نہ پی لیں قرار نہیں لیتے۔ اور اصل میں وہ آدمیوں کے شکار اور انسانی خون کو مانگ رہے ہیں"۔

ابن طولون: "یہ تو مشکل ہے۔ انسان کا خون بغیر ظلم کیے نہیں میسر ہو سکتا"۔

خارویہ: "مگر بغیر اس کے شیر میدان جنگ کیلئے تیار نہیں ہو سکتے"۔

ابن طولون: "آخر تم نے ان کو کیونکر تیار کیا؟ بیٹا مجھے تم سے ایسی سنگدلی کی توامید نہیں ہے کہ انسان کا خون پلا پلا کر انھیں تیار کیا ہو"۔

خارویہ: "کل سے پہلے تو میں نے کبھی ان کو کسی انسان پر نہیں چھوڑا تھا مگر اب ضرورت پیش آگئی کہ معرکہ آرائی کے لیے وہ باقاعدہ طور پر تیار کیے جائیں"۔

ابن طولون: "ایسا ہے تو میں ان وحشی درندوں کا لشکر نہیں چاہتا۔ ہم مصر و شام پر انسانوں کی جانیں بچانے کے لیے حکومت کر رہے ہیں نہ انکی جانیں لینے کو"۔

اس کے جواب کے لیے خارویہ نے دل کو مضبوط کر کے اور ایسی جرأت سے کام لے کر جیسے کہ کبھی اس سے باپ کے سامنے نہیں ہو سکی تھی کہا "مگر انسان ہی کے بچانے کے لیے انسان کو قتل کرنا پڑتا ہے"۔

ابن طولون: "بے شک قتل کرنا پڑتا ہے۔ مگر جانوروں کا پیٹ بھرنے کے لیے آدمی کو قتل کرنا انسان کا کام نہیں ہے"۔

خارویہ: "خیر تو ایک صورت میرے ذہن میں آتی ہے جس میں بظاہر کوئی مضائقہ نہیں نظر آتا"۔

ابن طولون: "وہ کون سی صورت ہے؟"

خارویہ: "سلطنت میں اکثر مجرم واجب القتل ہوتے ہیں ایسے لوگوں پر بعوض سر کاٹنے کے اگر اس طرح سے قصاص جاری کیا جائے کہ شیروں کے آگے ڈال دیے جائیں تو کیا برائی ہے؟ علے ہذا القیاس جن اسیران جنگ کو قتل کرنا منظور ہو وہ میرے شیروں کے آگے کیوں نہ ڈال دیے جائیں"۔

ابن طولون۔ (ذرا غور کر کے) "یہ بالکل غیر مستحسن و غیر مستحسن اور کم از کم مبتدع طریقۂ قتل ہے"۔

خارویہ: "مگر میں نے تو جائز خیال کر کے ترک اسیروں میں سے چار کو آج اپنے شیروں کی نذر کر دیا"۔

ابن طولون: "اپنے اس ظالمانہ تفقہ کو چھوڑو۔ آج تم نے ایسا کیا تو غلطی کی اور آیندہ ہرگز ایسا نہ ہونا چاہیے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ رومیوں کی قدیم ظالمانہ سنت کو پھر زندہ کر دو؟"

خارویہ: "مگر چند روز کے لیے یا کم از کم ان اسیر ترکوں کی حد تک تو مجھے اس کی اجازت دے دیجیے"۔

یہ سن کر ابن طولون دیر تک سر نیچے جھکائے رہا پھر سر اٹھا کے بولا "میں اپنی طرف سے تو اس کی اجازت نہ دوں گا اور نہ بیٹا تمہارے لیے بھی میں ایسے ظالمانہ مشغلے کو پسند کرتا ہوں۔ یہ مگر یہ لڑائی جس میں ہم کو فتح کی طرف سے قطعی یاس ہو گئی تھی محض تمہارے شیروں نے فتح کی ہے اس لیے در اصل یہ تمہاری اور تمہارے شیروں کی کارگزاری ہے اور اس کے اسیروں کے بھی مالک و مختار تم ہی ہو۔ اپنے اختیار سے تم ان کے ساتھ جو سلوک چاہو کر سکتے ہو میں تعرض نہ کروں گا۔ لیکن پھر ایک بار سمجھائے دیتا ہوں کہ یہ اچھا مشغلہ نہیں ہے"۔

اس عنایت کے شکریہ میں خارویہ نے جھک کر باپ کا ہاتھ چوم لیا اور نہایت ادب کے ساتھ کہا "تو اتنی عنایت اور ہو کہ جن محابس میں ترکی اسیر ہیں ان کے داروغہ کے نام فرمان جاری ہو جائے کہ میں جن اسیروں کو بلواؤں فوراً میرے پاس بھیج دیے جائیں"۔

ابن طولون نے بیٹے کی یہ درخواست قبول کی اور اسی وقت حکم لکھ کر ایک سوار کے ہاتھ مہتمان محابس کے پاس بھیج دیا۔ اور یہ حکم بھیج کر کہا ان قیدیوں پر سختی کرنے سے بہتر یہ ہے تاکہ جس طرح تم نے بہادری سے ترکوں کو شکست دی ہے اسی طرح اپنی خوش تدبیری سے شاہزادی عزیزۂ مصر اور اس کے شوہر کو ان سنگدل ظالموں کے پنجۂ ستم سے چھڑاتے۔"

خارویہ ۔" میں اس کی پوری کوشش کروں گا۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

ابن طولون ۔" میں سمجھتا ہوں کہ اگر باغز پر سختی کی گئی تو ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔"

خارویہ ۔" یہ تدبیر بھی کروں گا۔" اس کے بعد خارویہ باپ سے رخصت ہوکر باہر نکلا اور ڈیوڑھی پر جمیل کو ساتھ لے کر ان عمارتوں کی راہ لی جن میں ترک رکھے گئے تھے۔ ابن طولون کا حکم پہلے ہی پہنچ چکا تھا داروغۂ محابس بڑے محبس کے پھاٹک پر حاضر تھا۔ ادب سے سلام کیا اور اس کو اندر لے جا کے ان سب ترکوں کے سامنے کھڑا کر دیا۔ خارویہ نے ان لوگوں سے بھی اپنے شیروں کی شجاعت و کارگزاری کی داد چاہی اور کہا "یہ نہ سمجھو کہ میرے شیروں کے پنجے سے تم آزاد ہو گئے۔ تم سب کو میں اپنے بہادر جانوروں کی غذا بناؤں گا۔" پھر باغز سے کہا تم اس ملحد لشکر خلافت کے سردار ہو۔ تم کو میرے بہادر شیر زریق سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ اور اگر اس سے بچنا چاہتے ہو تو جس طرح بنے شاہزادی عزیزۂ مصر کو لا کے حاضر کر دو۔ یا وعدہ کرو کہ کتنے دنوں کے اندر وہ آجائیں گی۔" اور قبل اس کے کہ باغز کا کچھ جواب سنے قید خانے سے نکل آیا۔ دروازے پر ذرا ٹھہر کے داروغہ سے کہا دیکھو۔ یہ میرے معتمد علیہ سردار جمیل ہیں۔ ان کو پہچان لو۔ انکو بھیج کر میں جن جن اسیروں کو بلواؤں فوراً بے عذر بھیج دینا۔"

داروغہ نے اطاعت کا وعدہ کیا اور خارویہ جمیل کو ساتھ لے کر اپنے باغ میں آیا۔ آتے ہی پہلے زریق کی پیٹھ سہلائی جو قدموں پر لوٹنے لگا پھر سیما کے

دریا میں ہوائی کشتی پر سوار ہو کے جھولنے لگا۔

پندرھواں باب

قتل الموذی قبل الایذا

شام کے شہر عسقلان میں آبادی سے جدا عین ساحل پر ایک خیمہ نصب ہے اور اس کے سامنے ایک دمشقی قالین بچھا ہوا ہے جس پر شریر النفس ابن مبرد بیٹھا ناپیدا کنار سمندر کی سیر کر رہا ہے۔ فسطاط کا دولت مند تاجر ابوالحوقل دمیاطی اس کے برابر بیٹھا ہے جو کل ہی یہاں آکر اس سے ملا ہے۔ اور اس وقت دونوں کو موقع ملا ہے کہ اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں۔ چنانچہ ابن مبرد نے کہا ہاں اب آپ فسطاط کے وہ حالات بیان کریں۔"

ابوالحوقل" سب سے پہلے تو میں آپ کی داد دیتا ہوں کہ نہایت ہی ہوشیاری اور کمال شجاعت سے عزیزۂ مصر کو پکڑ لائے۔"

ابن مبرد" بے شک مجھے اس میں پوری کامیابی ہوئی اور اس کا سبب یہ تھا کہ میں نے نہایت ہی رازداری سے کام لیا۔ اور جس وقت تک قاہرہ میں بلکہ جب لیا تا کے قصر میں پہنچ نہیں گیا ہوں بجز آپ کے اور میرے دوست جمیل کے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائی۔ مگر افسوس ہے کہ باغر کو کامیابی نہ ہوئی۔ ان کا بہترین لشکر تباہ ہو گیا۔ اور خود بھی مکار دریا کار والی مصر کے ہاتھ میں اسیر ہو گئے۔"

ابوالحوقل" یہ خوفناک منظر تو میں اپنی آنکھوں سے دیکھے چلا آتا ہوں۔ باغر کی فتح میں ذرا بھی شک نہ تھا اور مصری لشکر پیٹھ دکھانے ہی کو تھا مگر کس کو خبر تھی کہ خاروںیہ کے شیر یہ آفت جوت دیں گے۔ مجھے اور جمیل کو اس کا ذرا بھی وہم وگمان ہوتا تو ہم اس کا بندوبست کر لیتے۔"

ابن مبرد" ہاں خارویہ تو ہمارے موافق تھے۔"

ابوالحوقل" بے شک۔ مگر انھیں کیا خبر تھی کہ باغر ان کی طرفداری اور خاص ان کے نفع کے لیے حملہ آور ہوئے ہیں۔ کاش اس انجام کی طرف ہمارا ذرا بھی خیال

جاتا اور ہم ان کو تمام حالات سے آگاہ کر دیتے۔"

ابن مبرود: "جب وہ ہمارے دوست ہیں تو ان کو سب حالات پہلے سے کیوں نہ بتا دیے؟"

ابوالحوقل: "باوجود دوست ہونے کے وہ اپنے باپ کے اسقدر بہی خواہ ہیں اور ان سے اتنا ڈرتے ہیں کہ ہمیں ان پر پورا بھروسا نہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ ہم اپنے رازوں کو ان سے ہمیشہ مخفی رکھا کرتے ہیں۔"

ابن مبرود: "تو پھر باغر کے چھوٹنے کی کوئی امید ہے یا نہیں؟"

ابوالحوقل: "اس کا انتظام تو ہو گیا۔ بلکہ وہ اب آتے ہی ہوں گے۔"

ابن مبرود: "یہ کیونکر؟"

ابوالحوقل: "جمیل کو اس کوشش میں بڑی محنت کرنا پڑی۔ بلکہ انھوں نے خود اپنی ذات کو خطرے میں ڈال دیا۔ اپنی ساری کارروائی خارویہ پر آشکارا کر دی انھیں باور کرا دیا کہ یہ سب فقط اس لیے کیا گیا ہے کہ عزیزۂ مصر آپ کے آغوش میں پہنچائی جائے اور ابن طولون کو ہٹا کے آپ والی مصر بنائے جائیں۔"

ابن مبرود: (چونک کر) "یہ بھی کہہ دیا! اور وہ راضی بھی ہو گئے؟"

ابوالحوقل: "زبان سے اقرار تو نہیں کیا مگر دل میں ضرور راضی ہیں اور راضی نہ ہوتے تو یہ کیوں کرتے کہ باپ سے زبردستی اجازت حاصل کی کہ جن جن اسیروں کو چاہیں بلوا کے ان پر اپنے شیروں کو چھوڑ دیں۔"

ابن مبرود: "اوہ! یہ تو ہمارے ساتھ دشمنی ہوئی!"

ابوالحوقل: "اگر ایسی دشمنی ظاہر نہ کرتے تو ابن طولون سے کام نکالنا غیر ممکن تھا بے شک دو چار تم کو اس طریقے سے انھوں نے قتل کرا ڈالا۔ مگر یہ بھی کیا کہ جمیل نے ان کے نام سے جا کر باغر کو قید خانے سے نکالا۔ اور شیروں کا لقمہ بنانے کے بجائے اُن کو بھگا لایا۔"

ابن مبرود: "تو باغر چھوٹ کر بھاگ آئے؟ واقعی یہ بڑا مشکل کام تھا۔ مگر اس کے بعد سے جمیل اس قابل نہ رہیں گے کہ اپنے آقا خارویہ کو منھ دکھائیں۔"

ابوالحوقل: "جی نہیں ان سے کہہ کر یہ کارروائی کی ہے۔ بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ اگر

ابن طولون ناراض ہوں تو کہہ دیجئے گا کہ جمیل باغ کو لے کر بھاگ گیا اور اس نے مجھے دغا دی۔"

ابن مبرد: "تو جمیل اور غاروبہ دونوں نے بڑی جرأت کا کام کیا۔ اور ہمیں ان کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ خیر تو اب باغ کہاں ہیں؟"

ابوالحوقل: "خشکی کے راستے سے آنے میں اندیشہ تھا کہ شاید ابن طولون کے لوگ تعاقب کر کے پکڑ لیں۔ اس لیے میں اور جمیل باغ کو ایک کشتی میں بٹھا کر دمیاط میں لے آئے۔ وہاں میں ان دونوں کو اپنے ایک گھر میں چھپا آیا ہوں قاہرہ میں ان کے بھاگنے سے جو شورش مچ گئی اور ہر طرف ڈھنڈورا پڑی ہوئی ہے اس کا ہنگامہ ذرا کم ہو تو جمیل ان کو جہاز میں سوار کرا کے سمندر کے راستے سے یہاں لے آئیں۔ جہاز کا بندوبست میں نے کر دیا ہے۔ اس لیے کہ ایک جہاز فسطاط سے میری روئی لا رہا ہے اس میں وہ بخوبی چھپ کر چلے آئیں گے اور دیکھیئے سامنے وہ جہاز آ رہا ہے کیا عجب کہ اسی میں ہوں میں خشکی کی راہ سے اونٹ پر آیا ہوں۔ اور وہ جہاز میرے روانہ ہونے کے دو چار روز بعد چلا ہو گا۔ لہٰذا اس کو اب تک پہونچ جانا چاہیئے۔"

ابن مبرد نے اس کارروائی کی داد دی۔ اور دونوں شوق کی نگاہوں سے اُس جہاز کو دیکھنے لگے۔ جو ساحل کے پاس پاس پالوں اور ہوا کی مدد سے نہایت خاموشی کے ساتھ آہستہ آہستہ بڑھتا آتا تھا۔ آخر نظر بازی سے اکتا کے ابن مبرد نے کہا "انتظار بڑی تکلیف کی چیز ہے۔"

ابوالحوقل: "مگر شوق اس تکلیف میں لطف پیدا کر دیتا ہے۔ اور ہاں یہ تو بتائیے کہ شاہزادی عزیزۂ مصر کہاں ہیں؟"

ابن مبرد: "وہ بھی یہیں موجود ہے۔ اس کو شاہزادی نہ کہو۔ بڑی بدمزاج چڑچڑی اور دریدہ دہن عورت ہے۔ اور الحمد للہ کہ اب میری لونڈی ہے مگر جیسی کبھی وہ میری بدمزاج و بےرحم مالکہ تھی ویسا ہی اب میں اس کا بدمزاج و قسی القلب آقا ہوں عسقلان کی آبادی میں میرا ایک مکان ہے۔ اس میں اپنے اور غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ میں نے اس کو بھی رکھ دیا ہے۔ اور دوسرے لونڈی غلاموں کو تاکید کر دی ہے

کہ جہاں تک ہو سکے اس کو ستائیں۔"

ابوالحوقل۔ "مگر اس کے ساتھ ایسی بیرحمی نہ کرنی چاہیئے۔"

ابن مبرد۔ ضرور کرنی چاہیئے۔ وہ بڑی بدمزاج و بے حمیت عورت ہے جس کی سزا یہی ہے کہ دن رات ستائی جائے۔ آپ صاحبوں کی اس کارروائی میں فقط یہی بات مجھے ناگوار ہے کہ مجھے اسکو خارویہ کے محل میں پہونچانا پڑیگا جو پھر اسکو شاہزادی اور ایک مغرور ملکہ بنادیگا۔ مگر مجبوری ہے۔ دل پر جبر و ستم کر کے اس کو گوارا کروں گا۔"

ابوالحوقل۔ "اس کے شوہر کا بھی کچھ پتہ لگا؟"

ابن مبرد۔ "اس کمبخت کا کہیں پتہ نہیں۔ خدا جانے کیسے نکل گیا اور کہاں چلا گیا۔ وہ بھی مل جاتا تو پھر مجھے ان دونوں متکبر میاں بیویوں سے بدلہ لینے اور انھیں بھی اپنا سا مظلوم غلام بنانے کا مزہ ملتا مگر افسوس وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔"

اب جہاز قریب آگیا اور ابوالحوقل نے پہچان کر کہا "ہاں ہاں یہ وہی رومی کا جہاز ہے۔" رومال ہلا کے اشارہ کیا جس کے جواب میں ناخدا نے بھی جھنڈی ہلائی۔ اور اس کے عین مقابل پہونچکر لنگر ڈال دیا۔ جہاز ساحل سے تقریباً دو ہزار گز کی مسافت پر تھا۔ مچھلی والوں کی دو ایک کشتیاں ساحل پر کھڑی تھیں ان میں سے ایک پر سوار ہو کر ابن مبرد اور ابوالحوقل گئے۔ سیڑھی کی مدد سے جہاز پر چڑھے اور باغر اور جمیل سے مل کر بہت ہی خوش ہوئے۔ ان کو اپنے ساتھ کشتی پہ بٹھا کے کنارے پر لائے۔ اتنی دیر میں اور کئی کشتیاں بھی پہونچ گئی تھیں جن کے ذریعے سے چند اور تاجر اور سیاح اتر کے کنارے پر آئے۔ اور ساحل پر اس جہاز کے دیکھنے اور جہاز والوں سے ملنے کے لیے عسقلان والوں کی بھیڑ لگ گئی۔

اب پھر خیمے کے آگے ابن مبرد اور ابوالحوقل کی صحبت جم گئی جس میں اب ان کے دوست باغر اور جمیل بھی شریک تھے۔ صاحب سلامت خیر مقدم اور مزاج پرسی کی رسمیں جہاز ہی پر پوری ہو چکی تھیں یہاں بیٹھتے ہی اصل معاملہ میں گفتگو ہونے لگی پہلے سب نے جمیل کا شکریہ ادا کیا کہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اس نے باغر کو ابن طولون کے ایسے بیدار مغز و ہوشیار دشمن کی قید سے چھڑا لیا۔"

جمیل۔ میں تو اپنے آقا کا وفادار خادم ہوں۔ محض ان کی آرزو پوری کرنے

اور انھیں حکومت مصر دلوانے کے جوش میں میں نے یہ کارروائی کی ہے۔ ان کی دلی تمنا پوری کرنے کی دھن میں میں اپنے نیک و بد کو بھی بھول گیا۔"

ابن مبرور:۔ "آپ نے چاہے جس مقصد سے یہ کام کیے ہوں مگر ہم لوگوں پر احسان کیا۔ پہلے مجھے آزادی دلوادی۔ اور پھر میرے معزز محترم دوست باغر کو قید سے چھڑایا ان کے بغیر خلافت بغداد میں خدا جانے کیا کیا خرابیاں پیدا ہو جاتیں" یہ کہہ کر اپنے غلام کافور کو آواز دی۔ اور جیسے ہی وہ لبیک کہتا ہوا خیمہ سے نکلا حکم دیا کہ "میرے یہ احباب بڑا بھاری خطرناک سفر کئے ہوئے آرہے ہیں تم نے ان کے لیے نبیذ یا شربت کا بھی بندوبست نہیں کیا؟ جا فوراً بہت اچھی تند نبیذ کا ایک گھڑا اور جام وصراحی لے۔" غلام تعمیل حکم کے لیے واپس گیا۔ اور جمیل نے نہایت متین صورت بنا کر کہا۔ "خیر اب مجھے سب سے پہلے یہ بتائیے کہ اس کے بعد کیا کارروائی ہو گی؟ اور ابو الحوقل عزیزۂ مصر کو لے کر کب فسطاط میں واپس جائیں گے؟"

ابن مبرور (مسکرا کر):۔ "جب آپ کا قصور معاف ہو لے اور میں مصر کا حاکم مال مقرر ہو جاؤں۔ تو ہم سب ساتھ ہی چلیں گے اور آزادی و شوکت کے ساتھ سواد فسطاط میں داخل ہوں گے۔"

جمیل:۔ "یہ نہیں ہو سکتا۔ جب شاہزادی اپنے عاشق خمارویہ کے آغوش شوق میں پہنچ لینگی تب آپ کا تقرر ہو گا اور اسی وقت میرا بھی قصور معاف ہو گا۔"

ابو الحوقل:۔ "اس پر پہلے سے غور ہو جانا چاہیئے کہ پہلے کون سی کارروائی کی جائے؟"

باغر:۔ "میرے نزدیک تو مناسب یہ ہے کہ ہم سب فوراً بغداد کی راہ لیں۔ یہاں ابن طولون کی حکومت ہے۔ اگر ہماری کوئی کارروائی کھل گئی یا کسی کو ہمارا نام بھی معلوم ہو گیا تو حاکم شہر ہم سب کو پکڑ کے اس کے پاس بھیج دے گا۔ لہٰذا کافور کو لونڈی غلاموں اور اسیروں کے ساتھ یہاں چھوڑ دو جو بالکل مخفی طور پر ایک بردہ فروش تاجر کے کارندے کی طرح یہاں رہے اور ہم بغداد چلے چلیں وہاں پہونچنے کے بعد پہلے میں یہ کارروائی کروں گا کہ ابن مبرور کو ایک زبردست فوج کے ساتھ بھیجوں گا کہ جس خوبی سے یہ شاہزادی عزیزۂ مصر کو اسیر کر لائے تھے دوبارہ جا کے والی مصر ابن طولون کو بھی اسیر کر لائیں۔ بعد ازاں امیر المومنین کا

مہری فرمان جاری ہو کہ خارویہ مصر کے والی اور ابن مبرد حاکم مال مقرر کیے گئے اور جس روز خارویہ مسند ولایت پر بیٹھیں اسی روز عزیزۂ مصر کو جمیل اور ابوالحموقل لے جا کے ان کی خدمت میں پیش کر دیں۔"

اب نبیذ آ گئی۔ اور اس کے چھلکتے ہوئے جام گردش کرنے لگے جمیل نے جو دو جام تند پی چکا تھا بولا "میں تو چاہتا ہوں کہ شاہزادی یہیں سے ان کے پاس پہونچا دی جائیں۔" مگر سب حریفان صحبت نے اس سے اختلاف اور باغر کی تجویز سے اتفاق کیا۔

نشۂ صہبا تند یون پر تھا۔ اور صحبت کی گرم جوشی بڑھتی جاتی تھی کہ ابوالحموقل نے اپنے ایک خادم کو جو جہاز سے اتر کے آیا تھا حکم دیا کہ روئی کو ساحل پر اتار کے ڈھیر کر دو یہاں کے تجار ساحل ہی پر آ کے خرید لیں گے۔ دو ایک آدمیوں کو شہر میں بھیج کر یہ بھی دریافت کر لو کہ یہاں روئی کا کیا نرخ ہے۔"

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ناگہاں دو شخص قریب آئے۔ جن میں سے ایک نے جھپٹ کے اپنی لمبی اور سیدھی رومی تلوار سے جمیل پر حملہ کیا اور دوسرے نے ابن مبرد پر اور جب تک کوئی شخص قریب آ کے بچانے کا ارادہ کرے تابڑ توڑ اتنے وار کیے کہ دونوں کو زمین پر بیہوش گرا دیا۔ ابوالحموقل تاجر آدمی تھا وہ تو یہ خونریزی کا سمان دیکھ کے بدحواس بھاگا اور خیمے کے اندر چھپ گیا۔ مگر باغر اور ابن مبرد کے غلام نے آ کر ان لوگوں کو روکا اور جب دیکھا کہ وہ لوگ دونوں زخمیوں کی جان ہی لینا چاہتے ہیں تو ان سے مقابلہ شروع کر دیا۔ ان لوگوں کو مزاحم دیکھ کر اور کئی آدمی حملہ آوروں کی مدد پر آ گئے۔ اور اچھی خاصی لڑائی ہونے لگی۔ جس میں ابن مبرد کا غلام کا فور تو گہرا زخم کھا کے گر پڑا۔ مگر باغر نے گو کہ زرہ نہیں پہنے تھا اور کئی زخم کھا چکا تھا اس شخص کو مار ڈالا جس نے ابن مبرد کو مار کے گرا دیا تھا۔ ساتھ ہی باغر پر کئی آدمیوں نے جھپٹ کے ایک ساتھ وار کیے اور وہ بھی زمین پر گر کے تڑپنے لگا۔"

اب اس ہنگامے کی ان تمام لوگوں کو خبر ہو گئی جو جہاز کے استقبال کے لیے ساحل پر آئے ہوئے تھے۔ اتفاقاً حاکم شہر یحییٰ بن موسیٰ حرانی بھی موجود تھا جو ابن طولون کی جانب سے یہاں کی حکومت کرتا تھا۔ اس نے آتے ہی ان لوگوں کو

اسیر کر لیا جنھوں نے جمیل اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا تھا اور حکم دیا کہ جو لوگ زخمی پڑے ہوئے ہیں دیکھا جائے کہ زندہ ہیں یا نہیں ضبطیہ فوج یعنی پولیس کے آدمیوں نے ہلا ڈلا کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ جمیل اور ابن مبرد تو مر چکے مگر باغر اور ابن مبرد کے غلام میں سانس باقی تھی۔ فوراً ایک جراح کو بلا کے حکم دیا گیا کہ اسی خیمے میں رکھ کے ان دونوں کے ہوش میں لانے کی تدبیر کرے اور جب ہوش آ جائے تو ان کا علاج کرے۔

اب یحییٰ نے ابوالحوقل اور لوگوں کو جو خیمے کے اندر تھے بلا کے تفتیش شروع کی کہ یہ کیا واقعہ تھا۔ قاتل جو گرفتار کیے گئے بالکل مطمئن تھے اور ان کے چہرے سے گرفتار ہونے پر بھی کسی قسم کا اندیشہ نہیں ظاہر ہوتا تھا تفتیش کے شروع ہوتے ہی ان میں سے ایک نے کہا "ایہا الامیر! آپ کو خبر نہیں کہ آپ کے شہر میں کیسے کیسے متفنی اور کتنے بڑے بدمعاش جمع ہوئے تھے مقتولین میں ایک تو ابن مبرد ہے جس نے امیر مال مصر ہونے کے زمانہ میں فسطاط کی ساری رعایا کو پریشان کر رکھا۔ جو شاہزادی عزیزۂ مصر کو چوروں کی طرح اس کا گھر بار لوٹ کے پکڑ لایا۔ دوسرا مکار و بدطینت جمیل تھا جو امیر زادہ خمارویہ کا مصاحب تھا۔ اسی کی سازش سے پہلے تو ابن مبرد قید سے چھوٹ کر بھاگا۔ پھر شاہزادی کے محل پر ان بدمعاشوں کا نرغہ ہوا۔ اور آخر یہ لوگ بغداد کے زبردست لشکر کو مصر پر چڑھا لائے۔ اور اگر خدا نے فضل نہ کیا ہوتا تو ان ظالم لٹیروں کے ہاتھ سے سارا مصر تباہ ہو گیا ہوتا۔ زخمیوں میں جو دو شخص حضور کو زندہ ملے ان میں ایک تو ابن مبرد کا غلام کافور ہے اور دوسرا بغداد کا نامور ترکی سپہ سالار باغر اسی باغر نے مصر پر حملہ کیا تھا۔ اور شکست کھا کے سردار ابن طولون کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا۔"

یحییٰ: "سبحان اللہ! یہ باغر ہے جو دس پندرہ روز ہوئے دس ہزار لشکر لیے ہوئے بڑے کر و فر کے ساتھ تلستعلان کے راستے سے گزرا تھا؟ میں اس کا سر کاٹ کے امیر ابن طولون کے پاس بھیجوں گا۔"

اسیر: "اور حضور ابوالحوقل کو بھی گرفتار کر لیں جو ہماری لڑائی کے خوف سے بھاگ کر اس خیمے میں چھپ رہا ہے۔ یہ فسطاط کا ملک التجار۔ اور دمیاط کا رہنے

والا ہے۔ رعایائے مصر کو اس قدر بھروسہ تھا کہ ابن مبرد کو انھوں نے اسی کی حراست میں رکھوایا مگر اس نے جمیل سے سازش کر کے ابن مبرد کو چھوڑ دیا جس کا انجام یہ ہوا کہ ابن مبرد نے بغداد میں پہونچ کر وہاں کے اہل دربار سے سازش کی۔ اور یہ سب ہنگامے برپا کرائے۔"

یہ سن کر امیر یحییٰ کے حکم سے پولیس کے سپاہی خیمے میں گھسے۔ مگر اندر جا کے دیکھا تو ابوالجحوقل اور غلام و خدام وغیرہ جو اس میں تھے سب بھاگ گئے کسی کا پتہ نہ تھا۔ ان کے ملنے سے یاس ہوئی تو یحییٰ نے ان اسیروں سے پوچھا "اچھا بتاؤ تم کون لوگ ہو؟ اور تم نے ان لوگوں کو کیوں مار ڈالا؟"

اسیر "اس لیے کہ یہ لوگ بدمعاش تھے۔ اور ہر مصری شخص کا فرض ہے کہ ایسے شریر النفس لوگوں کو قتل کر کے مسلمانوں کو ان کے شر سے بچائے۔"

یحییٰ "مگر تم اپنا نام اور پتہ تو بتاؤ۔"

اسیر "میں ایک معمولی شخص ہوں۔ اور دمیاط کا رہنے والا۔ میں بچپن سے ابوالجحوقل کی خدمت میں رہا۔ اور ان کی خانگی کاموں کی انجام دینا میرا کام ہے میرا ایک دوست ابوالہول کو توال مصر ابن الدغنہ کے سپاہیوں میں بھرتی ہے۔ اور اس کا خاص معتمد علیہ آدمی ہے۔ جب جمیل ابن الدغنہ سے ملا تو اسے فکر ہوئی کہ یہ کیا سازش کر رہا ہے۔ آخر چند روز میں اس کی سب باتیں اسے معلوم ہو گئیں۔ پھر جب ابن الدغنہ کے ذریعے سے جمیل ابوالجحوقل سے ملا تو ابوالہول نے اس کے حالات مجھ سے بیان کیے۔ اور کہا تم پتہ لگاتے رہنا کہ یہ کیا کرتا ہے۔ چنانچہ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ ابن مبرد کا دوست ابن طولون کی مخالفت پر آمادہ ہے۔ چند ہی روز میں اس نے فریب دے کر ابوالجحوقل کو اپنے بس میں کر لیا اور انجام یہ ہوا کہ ابوالجحوقل نے بجائے اس کے کہ ابن مبرد کو مجرم قیدیوں کی طرح رکھے ایک معزز مہمان کی حیثیت سے رکھنا شروع کیا۔ اور اپنا مصاحب بنا لیا۔ اور آخر اس کو چھوڑ دیا۔ میرا ایک بھائی ابن الغلیون تھا جو ملاحی کا پیشہ کرتا۔ اور مسافروں کو کشتی پر بٹھا کے دمیاط اور ساحل مصر کے گاؤں تک لے جایا کرتا۔ وہی ابن مبرد کو لے گیا تھا۔ چار پانچ روز کے دریائی سفر میں ابن مبرد کی ایسی خدمت کی کہ اس نے

کہا میں یہاں کا اگلا حاکم مالک بن مبرد ہوں بغداد جاتا ہوں۔ وہاں سے پروانۂ حکومت لے کر واپس آؤں گا آتے ہی حاکم ہو جاؤں گا۔ پھر اس وقت ابن طولون کو معزول کروں گا اور عزیزۂ مصر سے سمجھوں گا۔ ابن الغلیون نے واپس آکر یہ واقعات مجھ سے بیان کیے۔ میں نے اسے بتایا کہ ساری فساد کی جڑ جمیل ہے۔ جو خارویہ کی مصاحبت میں دنیا بھر کی مکاریاں کر رہا ہے۔ وہ برائے نام خارویہ کا دوست ہے مگر اصل میں اس کے خاندان کا دشمن۔ اور فقط اسی کا دوست سارے مصریوں کی تباہی کا سامان کر رہا ہے۔ ابن مبرد خدا جانے بغداد میں پہونچکر کیا آفت جوتے گا۔ اور اس کی تمام سازشوں اور مکاریوں کا مرکز یہی بدمعاش جمیل ہے جس نے کوتوال ابن دغنہ اور میرے آقا ابوالحوقل دونوں کو فریب دے رکھا ہے۔ میرا یہ بیان سن کر ابن الغلیون کو بڑا طیش آیا۔ اور کہنے لگا "افسوس کہ ایسے بدمعاش شخص کو میں نے مدد دی۔ خود لے جا کے اطمینان کے مقام میں پہونچا آیا۔ گویا میرے ہی ہاتھ سے شاہزادی عزیزۂ مصر کو ضرر پہونچنے اور ہمارے عزیز امیر ابن طولون کے معزول ہونے کی بنیاد پڑی۔ میں اسی وقت پھر دمیاط جاتا ہوں۔ ابن مبرد جہاں ملے گا اس کو قتل کر ڈالوں گا۔" یہ کہکر فوراً روانہ ہو گیا مگر ایک ہفتہ کے اندر واپس آکر کہنے لگا "افسوس میں نے ابن مبرد کو فسطاط میں نہیں پایا۔ معلوم ہوتا ہے کسی جہاز پر بیٹھ کر کسی طرف نکل گیا۔ مگر مجھے اپنی اس حرکت پر بڑا غصہ ہے کیا کروں کہ دل کو قرار آئے۔" پھر خود ہی وہ جمیل کے مار ڈالنے پر آمادہ ہو گیا۔ اور کہا فساد کی اصل جڑ وہی ہے میں خود امیرزادۂ خارویہ کے سامنے اسے قتل کروں گا۔ اور اس کا کام تمام کرنے کے بعد اپنے ملک کے نوجوان و نیک نفس ولی عہد کو بتاؤں گا کہ یہ کیسا مفسد شخص ہے اور حضور کے والد کے خلاف اس نے کیسی سازشیں کر رکھی ہیں۔" میں نے اس کو اس کام سے بہت روکا۔ مگر اسکا جوش ایسا نہ تھا کہ کسی کے دبانے سے دبتا۔ دوسرے ہی روز خدا جانے کس تدبیر سے خارویہ کے باغ میں پہونچ کر کہیں قریب چھپ رہا۔ اور جیسے ہی جمیل نے آکر امیرزادے سے خوشامد و فریب کی باتیں شروع کیں نکل کے اس پر تلوار سے ایسا حربہ کیا کہ وہ گر پڑا۔ مگر قبل اسکے

کہ خاروبہ سے کچھ کہنے پائے شیر جھپٹ کر اُسے چھاپ بیٹھا اور آناً فاناً میں چیر پھاڑ ڈالا۔ میں نے جب اس کے مارے جانے کا حال سنا تو بہت افسوس ہوا خصوصاً اس لیے کہ جمیل زندہ بچ گیا۔ اب میں نے اور ابوالہول نے اپنے دل میں عہد کیا کہ جمیل اور ابن مہرد کے قتل کی کوشش میں اپنی زندگی صرف کر دیں گے۔ جمیل کا مار ڈالنا بہت آسان تھا۔ اس لیے کہ وہ فسطاط میں موجود تھا اور روز سڑکوں پر گذرتا تھا۔ مگر یہ خبر نہ تھی کہ ابن مہرد کہاں ہے جسکا قتل کرنا سب سے زیادہ ضروری تھا ہم کو یہ بھی یقین تھا کہ جمیل ہی کے ذریعے سے ابن مہرد کا پتہ لگ سکے گا اسی اثنا میں شاہزادی کا گھر لٹا اور ڈاکوان کو پکڑ لے گئے۔ پھر باغر نے بغداد کے ترکی لشکر کے ساتھ آکر ہمارے سارے ملک کے تباہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر نیک دل ابن طولون کی ہمت اور ان کے فرزند خارویہ کے بیٹوں کی شجاعت سے یہ بلا دور ہوئی اور باغر گھیر کے گرفتار کر لیا گیا۔ اس فتح اور کامیابی کے دو ہی روز بعد میں نے سنا کہ جمیل نے اپنے آقا خارویہ کو بھی فریب دیا۔ اور باغر کو قید خانے سے نکال کے بھاگ کھڑا ہوا تو ہم نے دل میں ٹھان لی کہ اب جس طرح بنے گا ان متفنی دشمنان دین سے انتقام لیں گے۔ اور چونکہ یہ جانتے تھے کہ ابن مہرد پہلی بار دریا کے راستے سے بھاگا تھا اس لیے خیال کیا کہ اب کی بھی جمیل اور وہ اسی راہ سے بھاگے ہوں گے۔ چنانچہ اپنے چار دلی دوستوں کو ساتھ لے کر ہم فسطاط سے دمیاط میں آئے۔ وہاں یہ جہاز لنگر اٹھاتا نظر آیا فوراً اس پر سوار ہو گئے۔ جہاز میں یہ لوگ ایک اندرونی کمرے میں ہمیشہ چھپے بیٹھے رہتے تھے۔ ایک دن جمیل باہر نکلا اور ابوالہول دیکھتے ہی پہچان گیا ہم نے اندر ہی اندر پتہ لگانا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ باغر بھی اسی کے ساتھ موجود ہے۔ میرا ارادہ ہوا کہ جہاز ہی پر ان دونوں کا کام تمام کر دوں مگر ابوالہول کی رائے ہوئی کہ اس میں جلدی نہ کرنی چاہیے۔ ساحل عسقلان پر پہونچ کے امید ہے کہ ابن مہرد بھی مل جائے یا ان سے کسی طرح اسکا پتہ دریافت کر لیا جا سکے۔ اس مصلحت سے ہم نے اپنی تلواریں نیام میں رکھیں۔ اور ان دونوں مغرور مجرموں کی حرکات و سکنات کی نگرانی کرتے رہے۔

جہاز ساحل پر پہونچا تو ابوالحوقل اور ابن مبر دونوں ان سے ملنے کو جہاز پر آئے۔ ابوالہول اور میں اس اندیشے سے کہ پہچان نہ لیے جائیں ان سے الگ الگ رہے مگر اپنے دوستوں کے ذریعے سے ان کے خیالات اور ارادوں کا پتا لگاتے رہے۔ خشکی پر آنے کے بعد میرے وہ احباب ان کے اس خیمے کی آڑ میں کھڑے ہو کے ان کی باتیں سنتے رہے۔ اور جب معلوم ہوا کہ یہ لوگ ملک مصر اور ابن طولون پر بغداد سے نئی آفت لانے والے ہیں تو ایک نے دوڑ کر مجھے خبر کی۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ "انتقام کا وقت آگیا۔ اور بدمعاشوں کو زیادہ مہلت نہ ملنی چاہیئے"۔ یہ کہتے ہی ہم ان کے سر پر جا پہونچے اور حملہ کر دیا۔

یحییٰ "تم نے عجیب واقعات بیان کیے۔ اور اگر تمہارا بیان سچ ہے تو تم نے قوم اور دین کی بڑی خدمت کی۔ مگر تم نے اسوقت تک اپنا نام نہیں بتایا؟"

اسیر "میں مرحوم ابن القلیون ملاح کا بھائی ابن الشمسون ابوالحوقل کا ملازم خاص اور اس کے گھر کا پروردہ ہوں۔"

سولھواں باب

دلیر پری کو لے کے اُڑ گیا

یہ سب حالات معلوم ہونے کے بعد امیر یحییٰ نے اپنے اسیر ابن الشمسون سے کہا "تم نے ایسا شریفانہ کام کیا ہے کہ جی چاہتا ہے تم کو آزادی دیکر اپنا رفیق بناؤں۔ اور امیر ابن طولون کی خدمت میں سفارش کر کے تم کو کسی معزز عہدے پر مقرر کرادوں۔ مگر مناسب یہ ہے کہ امیر ابن طولون کو ان حالات کی اطلاع تمہارے ہی ذریعہ سے کردوں تاکہ وہ تمھیں دیکھیں اور تمہاری قدر کریں۔"

ابن الشمسون "میں نے یہ کام محض ملک کی خدمت کرنے کے لیے اپنا فرض منصبی سمجھ کے کیا ہے میں نہ کسی انعام کا طالب ہوں نہ کسی قدردانی و عزت کا بلکہ اس کارروائی کو جرم تصور کر کے سلطنت میرے قتل کا بھی حکم دے تو

مجھے کسی قسم کا رنج و ملال نہ ہوگا۔"

یحییٰ "مگر تم نے اپنا فرض ادا کیا تو سلطنت کو بھی اپنا منصفانہ فرض ادا کرنا چاہیئے۔"

ابن شمسون "مگر امیر ابن طولون کو اطلاع کرنے سے پہلے ابو الحوقل کو ضرور اپنے قبضے میں کر لیجئے۔ وہ اگرچہ میرے آقا ہیں مگر ابن مدبر کے بہکانے سے فی الحال اپنے وطن اور اپنی حکومت کے نہایت خوفناک دشمن بنے ہوئے ہیں۔"

اس مشورے کے مطابق یحییٰ بن موسےٰ حرّانی نے فوراً تفتیش شروع کر دی شہر کے تمام ناکوں اور باہر جانے والی سڑکوں پہ آدمی مقرر کر دیے گئے کہ ابو الحوقل کو جدھر سے جاتے دیکھیں اسیر کر لیں۔ اس کا حلیہ ان کو بتا دیا گیا۔ اور جو جو آدمی اُس کے پہچاننے والے ملے فوج ضبطیہ کے سپاہیوں کے ساتھ دوڑائے گئے کہ شہر کے گلی کوچوں کو چھان ڈالیں۔ اور ہر ہر مکان میں جا کے اسکو تلاش کریں۔

یہ انتظامات کر کے امیر یحییٰ نے ابن شمسون ابو الہول اور ان کے رفیقوں کو ساتھ لے کر شہر کی راہ لی۔ راستے میں ایک بوڑھے حبشی کو دیکھ کر ابن شمسون نے امیر یحییٰ سے کہا "یہ ابو الحوقل کا غلام مقصود ہے جو ان کی تجارت کا مہتمم ہے غالباً شہر سے روئی کا بھاؤ دریافت کر کے آ رہا ہے۔ اس کو گرفتار کر کے قتل کی دھمکی دی جائے تو بہت سی باتیں معلوم ہو جائیں گی لیکن آپ اسکو الگ رکھیں۔ میرا اس کا سامنا نہ ہو۔"

امیر یحییٰ نے فوراً چند سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس غلام کو گرفتار کر کے میرے مکان پر حاضر کرو۔" اور آگے کی راہ لی۔

مکان پر پہنچے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ مقصود حبشی گرفتار ہو آیا۔ اور یحییٰ نے اس سے ابو الحوقل کے حالات دریافت کیے۔ اس نے قطعاً لاعلمی ظاہر کی۔ اور کہا "میں ان کے حکم سے شہر میں روئی کا بھاؤ دریافت کرنے کو گیا تھا۔ اور انھیں اسی خیمے میں چھوڑ گیا تھا میرے بعد نہیں معلوم وہ کہاں چلے گئے۔" جب وہ بہت مارا پیٹا گیا تو بتایا کہ ابو الحوقل کے لونڈی غلام یہاں ایک مکان میں ہیں۔ شاید وہ وہاں چلے گئے ہوں۔"

فوراً اس سے پتہ پوچھ کر اس مکان میں دوڑ بھیجی گئی۔ مگر کوئی نہ ملا۔ اور ایک معذور مجذوم سے جو اسی مکان میں پڑا رہا کرتا تھا معلوم ہوا کہ دو گھنٹہ پیشتر ابو الحوقل

یہاں گھبرایا ہوا آیا۔ اور اپنی تمام لونڈیوں اور غلاموں کو لے کر جن میں عزیزۂ مصر شاہزادی بھی تھی خدا جانے کہاں چلا گیا۔

جب یہ پتہ چلا کہ عزیزۂ مصر بھی ابوالحوقل کی لونڈیوں میں موجود تھی اور وہ ہی گھنٹے ہوئے وہ اس کو لے کر بھاگ گیا ہے تو امیر یحییٰ ابوالہول اور ابن شمسون کو ان لوگوں کے ہاتھ نہ لگنے کی زیادہ فکر ہوئی۔ اور وہ سب اسی وقت عسقلان کے قصر امارت سے نکل کر شہر کے گلی کوچوں کی خاک چھاننے لگے۔

مسلسل تین روز تک شب و روز جستجو کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر ابوالحوقل یا اسکی کسی لونڈی کا پتہ نہ لگا سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اتنی جلدی سب ہمراہیوں اور مال و اسباب کو لے کر وہ کیسے نکل گیا۔ اور کہاں غائب ہو گیا؟

آخر مایوس ہو کر یحییٰ نے ابوالہول اور ابن شمسون سے کہا "اب تو ان لوگوں کے ملنے کی کوئی امید نہیں نظر آتی افسوس۔ دیومری کو لے کر اڑ گیا"

ابوالہول "مگر ابوالحوقل کہیں نہیں چھپ سکتا۔ فسطاط میں اس کی ساری دولت عمارت اور اس کا بے انتہا مال تجارت موجود ہے۔ اس کے اہل و عیال اور لڑکے بالے بھی وہیں ہیں ان کو چھوڑ کے کہاں جائے گا۔ نہ آیا تو اس کی ہر چیز پر امیر ابن طولون قبضہ کر لیں گے"

یحییٰ "اسی لیے اب شدید ضرورت ہے کہ میری طرف سے آپ سب صاحب فسطاط میں واپس جا کر امیر ابن طولون کو ان سب واقعات کی خبر کریں۔ وہ مناسب تدارک کر لیں گے۔ ابوالحوقل کی روئی اور ان کے یہاں کے مکان پر ہی قبضہ کیے لیتا ہوں اور جو چیزیں فسطاط سے آئی ہیں فروخت کر ڈالی جائیں گی"

یہی تجویز سب کو مناسب معلوم ہوئی۔ اور دوسرے ہی روز صبح کو ابوالہول ابن شمسون اور ان کے رفقا سبک رفتار کشتیوں پر بیٹھ کے مصر کو روانہ ہو گئے ان کے جانے کے بعد امیر یحییٰ نے اپنے مختلف جاسوسوں کو قرب و جوار کے شہروں میں بھیجا کہ مفرور بن کا پتہ لگائیں۔ خصوصاً اس کو دریافت کریں کہ شاہزادی عزیزۂ مصر کہاں ہے۔

سترھواں باب

ابن طولون کی وفات اور تمام واقعات کا بدل جانا

ابوالہول وغیرہ کو دریائے نیل کے چڑھاؤ پر جانے میں تاخیر کا اندیشہ تھا اسلیئے نیل کے دہانے سے پہلے ہی خشکی پر اتر لیے۔ اور تین روز تک صحرائے تیہ میں دشت نوردی کر کے کوہسار مقطم کی گھاٹیوں میں گھسے۔ سلسلۂ کوہ سے نکل کر فسطاط کی طرف جا رہے تھے کہ دیکھا ایک جنازہ نہایت ہی شان و شکوہ اور جاہ و جلال کے ساتھ کوہ مقطم کی طرف آ رہا ہے۔ آگے بڑھے اور جلوس والوں سے ملے تو معلوم ہوا کہ امیر ابن طولون نے انتقال کیا۔ اُن کا فرزند خارویہ باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ اور اسی کے حکم سے مرحوم والی مصر و شام کا جنازہ جبل مقطم کے دامن میں دفن ہونے کے لیے جا رہا ہے۔ یہ لوگ بھی شاہانہ جلوس میں تعزیت میں شریک ہو گئے۔ اور جب دفن سے فراغت ہو گئی تو گھر میں جا کے سوچنے لگے کہ اب کیا کارروائی کریں۔ یہ ان لوگوں کو بخوبی معلوم تھا کہ عزیزہ مصر کے لالچ میں خارویہ سازش میں شریک اور جمیل و ابوالحوقل کا دوست ہے۔ اُسے اگر عسقلان کے واقعات کی خبر ہو گئی تو ہم لوگوں کو بعوض انعام و اکرام کے قتل کر ڈالے گا۔ ایک مہینہ اسی تردد میں گزر گیا۔ اور اسقدر خوف طاری تھا کہ کسی کو گھر سے نکلنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

مہینے کے بعد چار پانچ روز اور گزرے ہوں گے کہ ایک روز گھر کے اندر بیٹھے ہی بیٹھے انھوں نے سنا کہ امیر خارویہ کی جانب سے ڈھنڈورا پٹ رہا ہے کہ جمیل ابن معمر اور سردار بانغر کے قاتلوں کو جو کوئی لا کے حاضر کر دے گا اسے پانچہزار دینار انعام دیے جائیں گے۔ یہ اعلان سنتے ہی اُن کے رہے سہے حواس جاتے رہے اور اب فسطاط بلکہ خود اپنے گھر کے در و دیوار انھیں دشمن نظر آتے تھے۔

مگر بغیر مفصل حالات دریافت کیے بھی کس طرح چین نہ پڑتا تھا۔ آخر ان کے رفیقوں میں سے ایک مجہول الحال شخص جس کا نام مجرموں کی فہرست میں نہیں شایع کیا گیا تھا گھر سے نکل کے سارے شہر میں پھرا اور پتہ لگاتا رہا کہ امیر خارویہ کو ان واقعات کی خبر کیونکر ہوئی۔ مگر کچھ حال نہ معلوم ہو سکا۔ تب دل مضبوط کر کے وہ کوتوالی شہر

ابن دغنہ کے پاس ابوالہول کا وکیل بن کے گیا۔ اور کہا "ابوالہول عسقلان سے براہ دریا یہاں آرہے تھے کہ راستہ میں امیر خارویہ کا اعلان سنا اور اپنی جان کے خوف سے بھاگ کر جزیرہ اقریطش (کریٹ) میں چلے گئے۔ وہاں سے انھوں نے ایک یہودی تاجر کی معرفت مجھے کہلا بھیجا ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کروں کہ اب بھی آپ ان کے حال پر مہربان ہیں یا نہیں۔ اور کسی طرح ممکن ہے کہ اُن کا قصور معاف کرا دیں؟ ابن دغنہ یہ الفاظ سنتے ہی اس شخص کی صورت پر غور کرنے لگا۔ اور دیر تک اس کے چشم و ابرو اور حرکات و سکنات کا مطالعہ کرنے کے بعد بولا "ابوالہول نے بڑا غضب کیا ان لوگوں کے قتل کرنے کی کیا ضرورت تھی جو امیر خارویہ کو عزیز تھے"۔

وکیل "مگر انھیں کیا خبر تھی کہ امیر ابن طولون یوں یک بیک دنیا سے رخصت ہو جائیں گے"۔

ابن دغنہ "خبر نہ ہو نہ سہی۔ مگر انسان جو کام کرتا ہے اسکے تمام پہلوؤں پر نظر ڈال لیا کرتا ہے"۔

وکیل "اور خدا جانے ہمارے امیر خارویہ کو ان واقعات کی خبر کیسے ہو گئی؟"

ابن دغنہ "اتنا بڑا واقعہ بھلا چھپ سکتا تھا؟ تخت نشینی کے بیس بائیس روز بعد سردار باغر کی فوج کے چند ترکوں نے جو شکست کے بعد ارض فلسطین کے گاؤں میں چھپتے پھرتے تھے یہاں حاضر ہو کر شہر عسقلان میں ابن مہرد اور جمیل کے مارے جانے کا حال بیان کیا۔ اور بتایا کہ ان کے قاتل ابوالہول ابن شمسون اور ان کے چند ہمراہی ہیں۔ انھوں نے یہ بھی ظاہر کیا کہ باغر کو بھی ان لوگوں نے اپنے نزدیک مار ڈالا تھا۔ وہاں کا حاکم یحییٰ جو فاتلون کا ہمارا معاون تھا اس نے باغر کی لاش کو اپنی حراست میں لے لیا تھا۔ مگر باغر کو بہت خفیف زخم آیا تھا محض دھوکہ دینے کے لیے گرے اور بیہوش بنے ہوئے تھے۔ یحییٰ کے ہٹتے ہی انھوں نے ضبطیہ فوج کے پاسبانوں کو رشوت دے کر آزادی حاصل کی اور بغداد روانہ ہو گئے کہ وہاں جا کر ان سب باتوں کا بدلہ لیں۔ ابھی تنا یم (؟) انھیں امیر ابن طولون کی وفات کا حال معلوم ہوا۔ اور ہمیں آپ کی خدمت میں بھیج کر یہ پیام دیا ہے کہ اگر آپ اپنے باپ کی جگہ مصر کی مستقل حکومت اور عزیزۂ مصر کا

وصال چاہتے ہیں تو فوراً قاتلوں کو اسیر کر کے ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ ورنہ دار الخلافت سے اتنا بڑا لشکر آئے گا جس کے مقابلے کی ملک مصر تاب نہیں لاسکتا۔ امیر خارویہ کو یہ پیام ملنے کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ باغز کے حکم کی تعمیل کریں چنانچہ انھوں نے فوراً ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ جو کوئی قاتلوں کو حاضر کرے گا اُسے بہت بڑا انعام ملے گا۔ ایسی حالت میں کس کی مجال ہو کہ ان کے سامنے ابوالہول کی جان بخشی کا نام لے۔ یا اس کی سفارش میں ایک لفظ بھی زبان سے نکالے۔"

شخص :- غالباً حاکم عسقلان پر بھی عتاب ہوا ہوگا؟"

ابن دغنہ :- عتاب! حکم گیا ہے کہ وہ فوراً پابزنجیر حاضر کیا جائے۔"

وکیل :- تو پھر ابوالہول کو مسلمانوں سے جدا اور وطن سے دور اقریطش ہی میں پڑا رہنا چاہیئے۔"

ابن دغنہ :- بے شک۔ یہاں ان کی جان کا بچنا غیر ممکن ہے۔ اور اگر کچھ ہو بھی سکے گا تو ان سب جھگڑوں کے طے ہو جانے کے بعد ہوگا۔ ابن ابوالہول کو ایک لائق اور کار گزار آدمی سمجھتا ہوں۔ مجھے ان پر پورا بھروسا ہے اور میرے تمام کام انھیں کی کوشش سے انجام پاتے تھے جہاں تک میرے امکان میں ہوگا ان کی مدد کروں گا مگر ابھی ان کو یہاں آنے کا ہرگز ارادہ نہ کرنا چاہیئے۔"

یہ جواب پا کر وہ شخص واپس آیا۔ اور جو کچھ سنا تھا ابن شمسون اور ابوالہول سے بیان کر دیا۔ ابن شمسون نے کہا آپ نے اسکا پتہ نہ لگایا کہ ابوالحوقل کہاں ہیں؟"

شخص :- میں نے اتنی باتیں بھی کر لیں تو بڑی جرأت کا کام کیا۔ ابن دغنہ کی حالت یہ تھی کہ بات بات پر بھڑکتے تھے۔ ابوالہول کا کچھ ایسا ہی اثر تھا کہ اتنی باتیں کر بھی کر لیں۔"

ابوالہول :- بے شک وہ بڑے شکی طبیعت کے آدمی ہیں۔ اور یہی شک ان کی کوتوالی کو چلا رہا ہے۔ ورنہ بالذات وہ اس قدر سیدھے اور سادہ لوح واقع ہوئے ہیں کہ جو چاہے انھیں فریب دے دے۔ میں ہمیشہ ان کو مکاروں کے مکر و فریب سے بچایا کرتا تھا۔ بس ایک جمیل اتنا بڑا زبردست مکار تھا کہ اس کے

مقابلے میں میرا زور نہ چل سکا۔ اور وہ اس کے فریب میں آ گئے۔ مگر غنیمت ہوا کہ آج وہ فریب کھاتا ہی ان کے کام آ گیا۔ اور امیر خمارویہ اُن کو اپنا دوست اور خیر خواہ جانتے ہیں؟"

ابن شمسون۔" اب یہ باتیں چھوڑ دیجے اور بتائیے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے اس گھر میں ہم کو زیادہ زمانے تک پناہ نہیں مل سکتی۔ یہاں رہے تو ایک دن پکڑ ہی لیے جائیں گے۔"

ابوالہول۔" یہاں سے بھاگنا تو ضروری ہے مگر افسوس کہ ہم نے جو نیکی کا کام کیا تھا بدی ہو گیا۔ اور اب ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب ہونا غیر ممکن ہے۔"

ابن شمسون۔" خیر ان جہنم واصل بدمعاشوں نے ہمیں جلاوطن تو کیا ہے مگر ہم بھی عہد کرتے ہیں کہ اپنی زندگی شہزادی عزیزۂ مصر کی مدد اور اس کا انتقام لینے میں صرف کر دیں گے۔"

ایک رفیق۔ دولت مصر اور خلافت بغداد کے مقابلے میں ہم بھلا کیسے کامیاب ہو سکیں گے؟"

ابن شمسون۔" ہمیں ہمت نہ ہارنی چاہیے۔ فسطاط چھوڑنے سے پہلے ہمارا یہ کام ہو کہ باہم دوستی و یکدلی کا عہد و پیمان کریں۔ پھر اس کے بعد اس کوشش میں مصروف ہو جائیں کہ شاہزادی کا پتہ لگائیں اور ان کو اس عذاب سے چھڑائیں۔ ان کے شوہر منصور کو جہاں ملیں ڈھونڈ نکالیں۔ اور ابوالجوقل کو اس کے اعمال بد کی سزا دیں۔ بیکار مارے مارے پھرنے سے یہ اچھا ہے کہ کسی کام میں لگے رہیں۔"

ابوالہول۔ میں عہد کرنے کو تیار ہوں۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی جان کو اسی کام کی نذر کر دوں گا۔" اسکے بعد اور رفیقوں نے بھی ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔

اس قرارداد کے تیسرے دن ابن شمسون نے اپنے ایک ملاح دوست کو آدھی رات کے وقت بلوایا۔ اور طے پایا کہ وہ اپنی کشتی کو فسطاط کی آبادی سے دو میل نشیب کی جانب لے جا کے نیل کے کنارے ٹھہرائے۔ اور جیسے ہی یہ لوگ آئیں ان کو لیکر روانہ ہو جائے۔ اس تدبیر سے یہ لوگ جو ابوالہول اور ابن شمسون کو ملا کر کل چھ آدمی تھے فسطاط سے نکل کے بھاگے چوتھے روز دمیاط میں پہونچے اور وہاں سے ایک جہاز پر سوار ہو کر ملک شام میں نکل گئے۔

اٹھارھواں باب

بدنفس امیر کا فتنہ مثیر

امیر خارویہ شہریاری عمامہ باندھے قصر امارت فسطاط کے ایک کمرے میں متردد بیٹھا ہے۔ اور دل میں کہہ رہا ہے کہ "افسوس ابھی تک نہ کوئی قاتل پکڑا گیا اور نہ شاہزادی عزیزۂ مصر میرے ہاتھ آئی۔ ان ناکامیوں کے ساتھ میری حکومت بھی ایک ڈوبنے والی کشتی کی طرح ڈگمگا رہی ہے۔ باغر بغداد میں پہونچکر وصیف سے مل گیا اور دونوں کے تاکیدی احکام آرہے ہیں کہ قاتلوں کو جہاں سے بنے پیدا کردو۔ لیکن وہ نہ ملیں تو میں کہاں سے پیدا کردوں؟ اور اگر یہ مجرم نہ ملے تو کیا ہوگا؟ چالیس پچاس ہزار ترکوں کا سیلاب آئے گا اور سارے مصر کو شفاف و براق فولادی اسلحہ کے پانی میں غرق کردے گا۔ میرے شیروں نے دس ہزار ترکوں بھگا دیا تھا۔ مگر اتنے بڑے لشکر سے نہیں لڑ سکتے۔ اور وہ بھی ایک اتفاقی موقع اور رات کا وقت تھا اب اگر ایسا موقع پیش آیا تو تھوڑی فوج کے مقابلے میں بھی ان شیروں کے بنائے کچھ نہ بنے گی۔ مگر مجھے اندیشہ نہیں۔ مصر کی سلطنت بنے یا بگڑے اور فسطاط کی رعایا تباہ ہو یا برباد میری ذات پر تو میرا زریق کسی کو حملہ نہ کرنے دیگا۔ میں اپنے اس جان نثار سے کبھی نہ جدا ہوں گا۔" یہ خیال آتے ہی نظر اٹھا کے زریق کی طرف دیکھا۔ مسکرایا۔ اور کہا "کیوں تو ہمیشہ میری جان کی حفاظت اور میری پاسبانی کرے گا نہ؟" زریق آکے قدموں پر لوٹنے اور محبت کے انداز سے غرانے لگا۔ اور خارویہ نے کمال اطمینان قلبی کے ساتھ کہا "ہاں تو میری حفاظت کرے گا۔ دشمنوں نے جمیل وابن مہرد کو مار ڈالا۔ اور باغر کی جان پر حملہ کر دیا۔ مگر ایسا کوئی مکار دشمن مجھ تک نہیں پہونچ سکتا۔"

تھوڑی دیر تک زریق کو سہلا کر پھر بغداد کے ترکوں کی دھمکی کی طرف خیال گیا اور سوا تین سے ان لوگوں کی خوشنودی کے لیے جتنے ترک قید تھے سب کو چھوڑ دیا۔ اور ان کو خوش کر کے رخصت کیا مگر یہ لوگ ابتک مجھ سے غیر ممکن چیز کا

تقاضا کر رہے ہیں۔“ ساتھ ہی کچھ یاد آیا۔ اور آواز دی ”ہنا“ ساتھ ہی ایک خوش رو کم سن ابرو فرنگی غلام چوبدیا دھر بیر کے رنگین کپڑے اور سر سے پاؤں تک طلائی زیور پہنے تھا سامنے آکر آداب شاہی بجا لایا۔

خارویہ ”میں نے ابن دغنہ کو بلوایا تھا آیا؟“

غلام ”حاضر ہیں۔“

خارویہ ”تو مجھے خبر کیوں نہ کی؟ خیر فوراً اسے میرے سامنے لاؤ۔“

غلام گیا اور ابن الدغنہ کو لے کر حاضر ہوا۔ اُسے قریب آتے دیکھ کر زریق غراتا ہوا اٹھا مگر جیسے ہی خارویہ نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا خاموش ہو گیا۔

خارویہ ”ابن دغنہ۔ تم پرانے کوال ہو اور فسطاط کے ہر ایک پوشیدہ و مخفی مکان سے جس قدر تم واقف ہو کوئی نہیں ہو سکتا مگر کتنے بڑے افسوس کی بات ہے کہ چند مجرموں کا آج تک نہ سراغ لگا نہ پکڑ سکے؟ تم ہی بتاؤ کہ دار الخلافت سے جو روز روز حکام چلے آتے ہیں ان کا میں کیا جواب دوں؟“

ابن دغنہ ”امیر کا اقبال بلند۔ غلام نے جستجو کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا اور شہر کا کوئی گھر نہیں ہے جس میں تفتیش نہ کر لی گئی ہو۔ مگر جب مجرم یہاں موجود ہی نہ ہوں تو کیا کیا جائے؟“

خارویہ ”یہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ لوگ یہاں نہیں ہیں؟“

ابن دغنہ ”حضور میرے ایک یہودی جاسوس کو ایک اسرائیلی تاجر سے یہ معلوم ہوا کہ وہ لوگ جزیرۂ اقریطش میں بھاگ گئے ہیں۔“

خارویہ ”تو یہ کہنا چاہیے کہ ان کا ہاتھ آنا غیر ممکن ہے۔ کاش وہاں خاموش بیٹھے رہتے اور میں دربار خلافت کو ان کی طرف سے مطمئن کر دیتا۔“

ابن دغنہ۔ ”حضور اُن میں ابو الہیل تو ایسا آدمی ہے کہ اسکی جانب سے بخوبی اطمینان دلایا جا سکتا ہے اس لیے کہ وہ میرے خیال میں حضور کے کسی حکم سے باہر نہ ہوگا۔ مگر اس کے رفیق برے لوگ ہیں۔ وہ اپنے ساتھ اسکو بھی ابھار ابھار کے فتنے پیدا کرائیں گے۔“ تاہم۔ غلام عرض کرتا ہے کہ اگر ان لوگوں کی جانب سے اطمینان دلایا جائے تو باغروصیف مطمئن ہو جائیں گے؟“

خارویہ ”اس کی امید تو نہیں ہے۔ مگر میں اپنی طرف سے کوشش تو کر لیتا“ (الجھن اور پریشانی کے ساتھ ایک ٹھنڈی سانس لے کر) ”افسوس میں کس قدر پریشان ہوں۔ سلطنت تو بڑی بری شئے ہے اکاش میری محبوبہ مل جاتی میں اُسے اور اپنے جان نثار رفیق زریق کو لے کر

جبل مقطم کی کسی وادی میں جا بیٹھا۔ اور آسانی کے ساتھ اس فتنوں اور بے اطمینانیوں سے بھری ہوئی سلطنت کو لات مار دیا۔ (چونک کر) کچھ اسکا بھی پتہ لگا کہ عزیزۂ مصر کے شوہر منصور کا کیا حشر ہوا؟"

ابن دغنہ:۔ "میں نے جبل سے سنا تھا کہ وہ قید ہو کر بغداد گیا۔"

خارویہ:۔ (طیش کے ساتھ) "یہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔ مگر تم نے اپنی جستجو سے کیا پتہ لگایا؟ تم سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا تو کوتوال کس کام کے ہو؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

ابن دغنہ:۔ "غلام کے نزدیک تو حضور سردار باغی و دیگر امرائے خلافت کو لکھ بھیجیں کہ قاتلوں کی جستجو ہو رہی ہے اور جیسے ہی ہاتھ آئیں گے دربار خلافت میں بھیجدیے جائیں گے اسکے ساتھ وعدہ کر لیں کہ اُس دربار کی ہمیشہ اطاعت کریں گے۔"

خارویہ:۔ "یہ لکھا مگر وہ لوگ نہیں مانتے۔"

اتنے میں اسی حسین و خوبرو فرنگی غلام نے جو چوبدار یا عرض بیگی کی خدمت انجام دیتا تھا حاضر ہو کر عرض کیا کہ رئیس التجار ابن حوقل آستان دولت پر حاضر اور باریابی کے امیدوار ہیں۔"

ابوالحوقل کا نام سنتے ہی خارویہ جوش و مسرت سے اچھل پڑا اور کہا "اس شخص سے سب کام نکلجائیں گے۔ اور اب صحیح صحیح حالات معلوم ہوں گے۔ فوراً میرے سامنے لاؤ۔"

ایک منٹ نہیں گزرا تھا کہ ابوالحوقل حاضر ہو کے آداب بجالایا اور تخت نشینی کی مبارکبادی۔ خارویہ نے اس کے آنے سے پہلے ہی زردیق کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا تھا اس لیے وہ خاموش بیٹھا رہا۔ اور مبارک سلامت کے معمولی الفاظ کے بعد خارویہ نے کہا "تم خوب آگئے اب میری سب پریشانی دور ہو جائے گی۔"

ابوالحوقل:۔ "غلام صرف حضور کی خیرخواہی میں یہاں سے جلاوطن ہوا۔ دشمنوں کے نرغے میں پڑا۔ اور حضور کو تخت نشینی پر مبارکباد دینا قسمت میں لکھا تھا کہ زندہ بچ گیا۔ ورنہ اب تک حضور کے سر مبارک پر قربان ہو چکا ہوتا۔ اور سچ یہ ہے کہ آج اس آستان دولت پر حاضر ہو کے مجھے زندگی کی آس ہوئی ہے۔"

خارویہ:۔ "عسقلان میں یہ کیا واقعہ پیش آیا؟ تم لوگ وہاں کہاں بھاگ گئے؟ اور وہ دشمن کون تھے جنھوں نے بے خطا و قصور حملہ کرکے میرے انیس جمیلا اور میرے خیر خواہ

ابن مبرد کو مار ڈالا؟"

ابو الحوقل سچ یہ ہے کہ حضور ہی کی خدمت بجالانے کے لیے ہم سب وہاں جمع ہو گئے تھے۔ ابن مبرد جب شاہزادی عزیزۂ مصر کو پکڑ لے گیا ہے تو یہ رائے قرار پائی کہ عسقلان میں وہ شاہزادی کو معمولی لونڈیوں کی طرح بیچ ڈالے گا اور میں اس کو حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے خرید لوں گا۔ چنانچہ اسکے چلے جانے اور باغر کے حلے کے بعد جب جمیل باغر کو قید خانے سے نکال کر بھاگا تو میں نے ان دونوں کو فسطاط پہونچا کر اپنے مال تجارت کے ساتھ سمندر کے راستہ سے عسقلان روانہ کر دیا۔ اور۔ اور خود خشکی کی راہ سے گھوڑوں پر جا کر ان سے پہلے عسقلان میں پہونچ گیا۔ وہاں ابن مبرد سے ملا۔ اور ہم دونوں سمندر کے کنارے آبادی سے بالکل الگ ایک خیمہ ڈالکر چند غلاموں کے ساتھ اس میں ٹھہر گئے تاکہ کسی کو ہمارے معاملات و مقاصد کی خبر نہ ہو۔ وہ تمام کنیزیں جو جولیانا کے قصر میں پکڑی گئی تھیں اور خود جولیانا کو میں نے اپنے ایک مکان میں جو عسقلان کی تنگ و تاریک گلیوں میں تھا چند غلاموں کے ساتھ رکھوا دیا۔ اس لیے کہ میں نے وہاں پہونچتے ہی اُن سب کو مرحوم ابن مبرد سے مول لے لیا تھا۔ اب ہم دونوں اس لب آب خیمے میں بیٹھے جمیل اور باغر کے آنے کا انتظار کر رہے تھے کہ انکا جہاز آ پہونچا۔ ہم دونوں کشتی پر جا کر انھیں جہاز سے لائے اور خیمے کے سامنے بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

اب جہاز کے اور سب لوگ اترے اور اپنا مال و اسباب اتارنے لگے۔ ان کے لینے اور تازہ وارد جہازوں کی سیر دیکھنے کے لیے بہت سے شہر والے بھی جمع ہو گئے اور چند لوگ ہمارے قریب آ کے کھڑے ہو گئے۔ چونکہ ہیں کسی دشمن کا دخیال نہ تھا اس لیے ان کی طرف توجہ بھی نہ کی اور آپس میں آزادی کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ یکایک ان میں سے دو آدمیوں نے جھپٹ کے حملہ کیا اور جب تک کوئی بچانے کے لیے بڑھے ابن مبرد اور جمیل کو مار ڈالا۔ اب باغر اور میرے غلام کا فوراً ان لوگوں کے مقابلہ کے لیے بڑھے مگر کئی اور آدمی دشمنوں کی مدد پر آ گئے جن سے باغر کچھ دیر لڑے وہ خود دو زرہ پہنے نہ تھے۔ اور کئی آدمیوں کا نرغہ تھا۔ ایک شخص کی تلوار گلے پر لی۔ اور مردے کی طرح زمین پر گر پڑے۔ مگر کا فوراً مار ڈالا گیا اب میں نے بڑھنے کا ارادہ کیا خصوصاً اس لیے کہ دشمنوں میں مجھے اپنا قدیم پروردہ غلام ابن شمعون نظر آیا۔

مگر اور لوگ میری طرف ایسے جوشِ خونخواری سے جھپٹے کہ میں بھاگ کے خیمے کے اندر ہو رہا۔ اتنے میں حاکم عسقلان نے جو ساحل پر موجود تھے آ کے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ اور تحقیقات شروع کی۔ میں موقع پا کر خیمے کی پشت کی طرف سے نکل کے بھاگا۔ سیدھا اپنے اس گھر میں گیا جس میں لونڈی غلام اور شاہزادی تھیں۔ سارا مال و اسباب وہیں چھوڑا اور چند ہی لمحوں کے اندر سب کو لے کر آبادی سے نکلا اور سلسلۂ لبنان کی گھاٹیوں میں گھس گیا۔

وہاں میں ایک امن کے مقام میں ٹھہر گیا۔ اور اپنے کسی غلام کو بھیج کر روزنہ روز کی خبریں منگوایا کرتا۔ چنانچہ وہیں بیٹھے بیٹھے مجھے معلوم ہوا کہ حاکم عسقلان بجائے ہمارے ساتھ ہمدردی کرنے کے قاتلوں کا طرفدار ہے۔ اور ان کو اس نے حسن کارگزاری کے صلے کی سفارش کے ساتھ امیر ابن طولون کی خدمت میں بھیجا ہے میں نے یہ بھی سنا کہ میرا وہ گھر اس کا کل اسباب اور میرا مال تجارت جو ساحل پر پڑا تھا ضبط کر لیا گیا۔ میرا غلام مقصود گرفتار کر کے مارا پیٹا گیا کہ میرا پتہ بتائے مگر اس غریب کو کیا معلوم تھا جو بتاتا۔ بس ایک خوشی کی خبر البتہ ان پہاڑوں میں سنی گئی۔ وہ یہ تھی کہ امیر باغز مرے نہیں زندہ ہیں۔ اور دشمنوں کے دستِ ستم سے چھوٹ کے بھاگ گئے۔"

اس کے بعد میں وہیں دروں میں پڑا ہوا تھا۔ اور دشمنوں کے خوف سے ہر دوسرے تیسرے روز اپنا مقام بدلا کرتا تھا کہ یکایک ایک پہاڑی شخص سے امیر ابن طولون کی وفات اور حضور کی مسند نشینی کی خبر سنی۔ اس فرحت جان فزا نے مصیبتوں کا سارا طوفان نظر کے سامنے سے ہٹا دیا۔ فوراً بھیس بدل کر ایک مسیحی اسقف کی صورت بنائی۔ لونڈی غلاموں کو راہبوں اور ننوں کی وضع میں گدھوں پر سوار کرا کے ساتھ لیا۔ سفر کر کے شہر غزہ میں آیا۔ اور وہاں سے ایک تاجرانہ قافلہ میں مل کر یہاں پہونچا۔ اور قبل اس کے کہ اپنے گھر جاؤں سیدھا آستان دولت پر حاضر ہوا۔ یہاں پہونچتے ہی غلام لباس بدل کے پھر وہی اگلا ابوالحوقل بن گیا۔ اور اس سریر جہانبانی کے سامنے حاضر ہو کر آداب شاہی بجا لایا۔"

خمارویہ: "میں تم کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ سچ یہ ہے کہ تمہارے اور جمیل کے چلے جانے کے بعد یہاں کوئی ایسا شخص نہیں باقی رہا تھا جس پر میں بھروسہ کروں اور اسی زمانے میں یکایک ایسے اہم معاملات پیش آ گئے اور ایسی جھگڑے کی باتیں اٹھ کھڑی

ہوئیں کہ حکومت ملنے پر خوش ہونا درکنار جی چاہتا ہے کہ تاج و تخت کو چھوڑ کر کسی طرف بھاگ جاؤں۔"

ابوالحوقل- (سر نیاز جھکا کر) "حضور پریشان نہ ہوں۔ یہ سب دشواریاں دور ہو جائیں گی۔ اور جہان پناہ کا نیر اقبال یکایک اس طرح چمک اٹھے گا جس طرح بدلی کے ہٹتے ہی آفتاب پوری آب و تاب سے چمک اٹھتا ہے۔"

یہ تقریر سن کر خاردیہ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ اسی وقت ابن الدغنہ کو چلے جانے کا حکم ہوا۔ اور جب صحبت اغیار سے خالی ہو گئی تو خلوت میں ابوالحوقل کو وہ تمام حالات بتائے جو بغداد کے ترک سردار اور اس کے درمیان میں پیش آئے تھے۔ کہا میں نے سچ یہ ہے کہ باغر کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ بلکہ والد کی قید سے آزاد کر دیا۔ مگر والد کے ہاتھ سے ان کو جو کچھ تکلیف پہونچی اس کا انتقام وہ مجھ سے لینا چاہتے ہیں۔ افسوس جبیل مارا گیا وہ اس گتھی کو بڑی آسانی سے سلجھا دیتا۔ ابن الدغنہ پر مجھے اعتبار پورا ہے مگر اس میں جبیل کی فراست و دانائی کہاں ہے؟ میں تو مہینہ ہی بھر میں سلطنت سے عاجز آ گیا۔ حکمرانی اگر اسی کا نام ہے تو اسکو میرا اسلام۔"

ابوالحوقل۔ "آپ پریشان نہ ہوں۔ دربار بغداد کی یہ دھمکیاں فقط اس لیے ہیں کہ جن لوگوں نے سردار باغر پر حملہ کیا وہ سب اپنی سزا کو پہونچ جائیں۔"

خاردیہ۔ "تو ان کی خواہش کے مطابق ڈھنڈورا پٹوا دیا۔ اپنی طرف سے کثیر المقدار انعام مقرر کیا۔ اور مجرموں کی سراغرسانی میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ پھر اس کے کیا معنے ہیں کہ وہ بار بار مجھے دھمکاتے ہیں۔ اور لڑائی کے لیے تیار ہیں۔ میرے لیے شاہزادی عزیزۂ مصر کا فراق کیا کم مصیبت ہے کہ ان فکروں سے بھی پریشان کیا جاؤں؟ اور اب معلوم ہوا کہ مجرم میری قلمرو سے بھاگ کر جزیرۂ اقریطش میں چلے گئے جہاں کسی کا کچھ زور نہیں چل سکتا۔"

ابوالحوقل۔ "یہ معتبر طور پر معلوم ہو گیا کہ مجرم اقریطش میں ہیں؟"

خاردیہ۔ "کم سے کم ایک تو وہاں ضرور موجود ہے۔"

ابوالحوقل۔ "تو حضور مطمئن رہیں۔ میں خود وہاں جاؤں گا اور کسی نہ کسی کر سے اُن کو یہاں لا کے اسیر کر لوں گا۔"

خارویہ:- "تو پہلے جاکر تم دربار بغداد کو اطمینان دلاؤ۔ میں تمہیں کو اس سفارت پر بھیجوں گا۔"

ابوالجوقل:- "میں ہر حکم کو بسر و چشم بجا لاؤں گا۔ اور امید ہے کہ میرا جانا بے نتیجہ نہ رہے گا۔"

خارویہ:- "تو پھر فوراً روانگی کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

ابوالجوقل:- "میں کل ہی روانہ ہو جاؤں گا۔"

خارویہ:- "کل نہیں آج۔ مجھے بڑی جلدی ہے۔ ان سنگدل سرداران ترک کی طرف سے اطمینان ہو تو اپنی محبوبۂ شیریں ادا جولیانا کی جستجو شروع کروں۔"

ابوالجوقل:- "حضور کی یہ آرزو بھی بہت جلد پوری ہو جائے گی۔ مگر اس وقت جی چاہتا ہے کہ اپنے آقائے ولی نعمت کو دکھاؤں کہ کیسی دلچسپ اور سلامت روی کی شان اور لطف و اطمینان کے ساتھ میں در دولت پر حاضر ہوا ہوں۔ اس کے لیے حضور اپنے اس برآمدے پر تشریف لے چل کے رونق افروز ہوں جہاں دربار عام کرکے اور رخ انور پر نقاب ڈال کے تمام آنے جانے والوں کی سیر کیا کرتے ہیں۔"

خارویہ:- (مسکرا کر) "اچھا میں تمہاری یہ ریاکاری کی آن بان دیکھوں گا۔ تو کیا یہ بھی ضرور ہے کہ اپنا چہرہ چھپائے رہوں؟"

ابوالجوقل:- "حضور کو میں اتنی تکلیف نہ دوں گا کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے سامنے چہرہ کھول کے بیٹھیں۔ حسب معمول چہرہ پر نقاب ضرور ہو۔"

ابوالجوقل کی خواہش کے مطابق خارویہ اپنے دیوان عام کے برآمدے کی طرف گیا۔ اور خود ابوالجوقل اس سے رخصت ہو کر ایوان شہریاری سے چلا گیا۔

انیسواں باب

راہبوں اور ننوں کا جلوس

امیر مصر خارویہ جسے ایک باعظمت شہریار کی حیثیت حاصل ہے دیوان خاص کے برآمدے میں چہرے پر نقاب ڈالے بیٹھا ہے۔ ارکان دولت اور جلوس شہریاری کے لوگ ہٹا دیے گئے ہیں تاکہ یہ مقام ایک معمولی گزرگاہ نظر آئے اور کسی کو خیال نہ گزرے کہ یہاں ایک تاجدار با اقتدار بیٹھا ہوا ہے۔ شاہی چوبدار بھی سامنے نہیں پردے کی آڑ میں

ہیں۔ یکایک اس کے سامنے سے پادریون اور راہبون کا ایک عظیم الشان جلوس گزرنا شروع ہوا۔ جو سب گدھوں پر سوار ہیں۔ آگے آگے ایک اسقف اعظم ہے جو معزز مقتدائے نصارا کا تاج پہنے اور ایک بڑی بھاری چوبی صلیب جس پر طلائی کام بنا ہے بلند کیے ہوے ہو۔ لمبے دامنوں کی قبا پہنے ہے جو سیاہ کمل کی ہے۔ ایک اچھے تاتھے گدھے پر سوار ہو۔ اور اس کی خرجین جس میں اولیا و شہدائے نصاری کی ہڈیوں اور مسندی صلیبوں کے ٹکڑوں کا خزانہ ہو اس کے آگے گدھے پر رکھی ہوئی ہو۔ خارویہ کے سامنے پہونچکر یہ اسقف ٹھہر گیا اور اس مذہبی جلوس کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

اس جلوس میں پہلے پچاس خر سوار راہبون کا رسالہ تھا۔ سب نمدے کی ٹوپیان اور کملیون کے کرتے پہنے تھے۔ ڈاڑھیان لمبی تھین جن میں معلوم ہوتا تھا کبھی کنگھی نہیں کی گئی ہے۔ سب گدھوں پر سوار تھے۔ موٹے موٹے دانوں کی تسبیحین گلوں میں پڑی تھین اور ان میں امام کی جگہ پر جو موٹی اور بھدی صلیبیں لگی ہوئی تھیں اُن کو ہاتھوں میں اٹھائے اور آنکھوں کے سامنے کیے ہوئے تھے۔

اُن راہبون کے پیچھے ایک سو کے قریب پری جمال و حور خصال کنواری ننین تھیں۔ یہ سروں پر سفید سوتی رومال باندھے تھین جن میں ان کی زلفین اور کاکلین چھپی ہوئی تھیں۔ گلوں میں سفید کرتے تھے اور ان پر لمبی چوڑی سفید چادرین جن میں سارا بدن چھپائے تھیں۔ ان کی پیشانیوں پر سرخ روشنائی سے صلیبین بنادی گئی تھیں اور ان کے ہاتھوں میں پیتل کی صلیبیں تھیں جن کو وہ بار بار ہونٹوں سے لگا کے چوم لیتین۔ یہ سب پری وشین بھی گدھوں پر سوار تھین۔ مگر اس ثقاہت کی وضع اور پاکدامنی کے انداز میں بھی اُن کے خوبصورت چہرے اور ان کی تیر افگن آنکھیں ناظرین پر کچھ ایسا اثر ڈالتین کہ دل تھام کے رہ جاتے۔

ان نازنینوں کو دیکھ کر خارویہ کی زبان سے بے اختیار نکلا "یہ جادو نگاہ ننین تو بلا کی ہیں۔ انھوں نے میرا دل چھین لیا۔ بعض خلفائے بنی عباس حُسن کے انھیں کرشموں کے دیکھنے کے لیے بڑی کوششوں سے نہایت ذوق و شوق کے ساتھ اعراق و شام کے مشہور دیروں کی سیر کیا کرتے تھے مگر دہ سیر ابوالحوتل نے مجھے گھر بیٹھے دکھا دی۔"

اُس کا یہ کلمہ سنتے ہی وہ اسقف اعظم جو صلیبی علم لیے ہوئے سامنے ٹھہر گیا تھا گدھے سے اتر کے خارویہ کے پاس آیا۔ اور عرض کیا "اگر یہ نازنین اچھوتی بیاز پسند ہوں تو سب جہاں پناہ کے مشکوئے معلی میں پہونچا دی جائیں؟"

خارویہ ۔ (حیرت و استعجاب سے) "یہ ممکن ہے؟" اس کا جواب دینے کے لیے اسقف نے صلیب الگ رکھ دی۔ تاج مقتدائی اتار کے خارویہ کے قدموں پر ڈال دیا۔ اور کمل کا کرتا اتار کے آداب شاہی بجا لایا۔

خارویہ ۔ (قہقہہ مار کے) "ایں تم ہو ابوالحوقل! اگرچہ ابھی ابھی گئے ہو مگر خدا کی قسم میں نے نہیں پہچانا۔ اتنی جلدی تم نے ایسا کمال کا بہروپ کیسے بھر لیا؟"

ابوالحوقل ۔ "حضور اسی بہروپ نے جان بچائی۔ اسی لباس و وضع میں غزہ سے یہاں تک آیا ہوں۔"

خارویہ ۔ "اور یہ سب پادری اور ننیں بھی مصنوعی ہیں؟"

ابوالحوقل ۔ سب بنے ہوئے ہیں۔ پادری میرے غلام اور ملازم ہیں۔ اور ننیں وہ آفت روزگار کنیزیں ہیں جن کو غلام حضور کی نذر کرنے کے لیے لایا ہے۔"

خارویہ ۔ "تم میرے بڑے وفادار دوست اور سچے خیر خواہ ہو۔ اس سے زیادہ قیمتی اور پسندیدہ نذرانہ کوئی نہیں پیش کر سکتا۔ مجھے ان کنیزوں کی یہ سادی معصومانہ وضع بہت ہی پسند آئی۔ اسی انداز سے ان کو محل میں لے چلوں۔ وہاں میں قریب سے ان کی راہبانہ آن بان دیکھوں گا۔ اور چاہتا ہوں کہ انھیں ہمیشہ اسی وضع و لباس میں رکھوں۔"

ابوالحوقل ۔ "حضور جس بھیس اور لباس میں چاہیں رکھیں۔ خیر تو اب حضور والا محل میں تشریف لے چلیں۔ میں ان کو لے کر حاضر ہوتا ہوں۔ اور راہبوں کی وضع میں جو غلام ہیں باہر ٹھہرا دیے جائیں گے۔"

خارویہ فوراً اٹھ کر محل میں چلا گیا۔ اور ابوالحوقل ان ننوں کو اسی طرح گدھوں پر سوار اپنے ساتھ لیکر زنانی ڈیوڑھی میں داخل ہوا۔ مصنوعی راہب باہر چھوڑ دیے اور خود اندر جا کے دیکھا کہ زنانی محلسرا کے صحن میں خارویہ بے نقاب کھڑا ہوا ہے اور چند نازآفرین و مہ جبین خواصیں اس کے پیچھے اور داہنے بائیں کھڑی ہیں۔

گویا ایک گلاب کا پھول ہے جس میں زرگل تو خارویہ ہے اور نازک پنکھڑیاں وہ گل پیرہن نازنینیں ہیں۔

ابوالحوقل وفوراد ب سے فاصلے پر ٹھہر گیا۔ اور حور شمائل اچھوتیاں گدھوں سے اتر کر اسی ترتیب وادب کے ساتھ اس کے قریب سے گزرنے لگیں۔ دو ہی چار نازنین گزری ہوں گی کہ ایک نے چلتے چلتے ٹھٹک کر غور سے خارویہ کی صورت دیکھی اور اس کی زبان سے نکلا امیرزادۂ خارویہ! ساتھ ہی خارویہ نے اس کے چہرے کو نہایت ہی مصروفیت و توجہ کے ساتھ دیکھا اور بے اختیار کہہ اٹھا ماہ طلعت جولیانا! آہ کیا میں محترم شاہزادی عزیزۂ مصر کو دیکھ رہا ہوں" یہ جواب سنتے ہی جولیانا آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ اور ایک آہ فلک دوز کھینچ کر بولی میری فریاد کو پہونچئے۔ میں اب شاہزادی نہیں ایک ذلیل و مظلوم لونڈی ہوں جس پر دنیا میں کسی کو ترس نہیں آتا۔ مگر قسمت نے آج اُس پرانے ہمدرد وحامی تک پہونچا دیا جو میری فریاد کو سنے گا۔ میں اپنے شوہر کے آغوش سے جدا ہوئی۔ میرا گھر بار لٹا۔ میری دولت ڈاکوؤں کی نذر ہوئی۔ اور میں لونڈیوں کی طرح بکی۔ آہ میری خبر نہ آپ نے لی نہ آپ کے شریف النفس والد ابن طولون نے۔ بس اب انھیں دونوں سے مجھے اپنی مظلومی کا انتقام ملے گا"

خارویہ بھی آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اور بولا "افسوس آپ کو اس حالت میں دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا۔ والد کا انتقال ہو گیا اور جب تک زندہ رہے آپ کی جستجو میں لگے رہے۔ اور میری آنکھیں بھی ہر وقت آپ کے رخ زیبا کو ڈھونڈھا کرتی تھیں۔ الحمد للہ کہ آج یہ تمنا بر آئی۔ آپ کا وہ قصر اب پھر آپ سے آباد ہوگا پہلے سے زیادہ دولت و حشمت میں آپ کے لیے مہیا کر دوں گا۔ اور آپ جو حکم دیں گی اس کی تعمیل ہوگی"

جولیانا: "میں اب نہ وہ قصر چاہتی ہوں نہ وہ دولت و ثروت۔ نہ مجھے اپنی وہ لونڈیوں چاہیئے اور نہ وہ غلام۔ فقط دو باتوں کے لیے التجا کرتی ہوں۔ ایک تو یہ کہ میرے شوہر منصور کو ڈھونڈھ کر مجھے اُن کی آغوش محبت میں پہونچا دیجئے۔ اور دوسرے یہ کہ ظالموں سے میرا انتقام لیجئے"

خارویہ:- بشرطیکہ آپ بتادیں کہ آپ پر کس نے ظلم کیا؟ یہاں تو یہ مشہور ہوا تھا کہ بدوی ڈاکو رات کو حملہ کرکے آپ کا محل لوٹ لے گئے اور آپ کو بھی پکڑ لے گئے۔"

جولیانا:- جس بدوی ڈاکو نے مجھے تباہ کیا اور مجھ پر طرح طرح کے ظلم کیے وہ ابن مبرد تھا اور یا اس کا دوست ابوالحوقل جو سامنے کھڑا ہوا ہے اور مجھے لونڈیوں کی طرح زبردستی اس بھیس میں یہاں لایا ہے۔"

خارویہ:- تو کیا آپ نے نہیں سنا کہ ابن مبرد سے خدا نے آپ کا انتقام لے لیا۔ اور عسقلان میں چند دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا؟"

جولیانا:- وہ مارڈالا گیا! الحمدللہ کہ خدا نے اسے جہنم واصل کیا۔ تو اب یہ بدمعاش تاجر ابوالحوقل باقی ہے۔ آپ اس سے انتقام لیں۔"

خارویہ:- یہ تو آپ کے دوست ہیں۔ اور میں ان کا شکرگزار ہوں کہ آپ کو مجھ تک پہنچایا۔"

جولیانا:- جی نہیں یہ ابن مبرد کا دوست اور اس کی بدکاریوں میں شریک ہے۔ اور غالباً ابن مبرد کے مارڈالے جانے ہی کی وجہ سے یہ گھبرایا ہوا آیا۔ اور مجھے سب لونڈیوں کے ساتھ عسقلان سے پہاڑوں میں بھگا لے گیا۔ اور اب ہم سب کو جبر و ظلم سے پادریوں کے بھیس میں لایا ہے کہ آپ کے ہاتھ فروخت کرے۔"

خارویہ:- آپ کی سی معزز شاہزادی ہزار بکے لونڈی نہیں ہو سکتی۔"

جولیانا:- لونڈی مجھ سے لاکھ درجہ اچھی۔ ابن مبرد میرا منھ چڑھاتا۔ مارتا پیٹتا۔ اور بات بات پر میری اگلی حالت یاد دلا کے مجھے ذلیل کرتا تھا۔ یہاں تک کہ میں ابوالحوقل کی لونڈی بنی۔ اس نے اس کی طرح ذلیل تو نہیں کیا۔ مگر مجھے اس کے بعض غلاموں سے معلوم ہو گیا کہ یہ ابتدا سے اس کی ڈکیتی میں شریک تھا۔ اور خاص اس کے اشارے سے میرے مکان پر شبخون مارا گیا۔ میں بغیر اس سے انتقام لیے نہ رہونگی بس میرے شوہر کو بلوائیے اور اس ظالم کی گردن مار دیجیے۔"

اس کے یہ الفاظ سن کر ابوالحوقل آگے بڑھا اور عرض کیا اگر شاہزادی عزیزۂ مصر مجھ سے اس درجہ ناراض ہیں تو حضور بلاتامل میرا سر اڑا دیں۔"

خارویہ۔ مگر تم ازروئے شرع شریف واجب القتل نہیں ہو۔ میں ایک بیگناہ

کے خون میں کیسے ہاتھ رنگ سکتا ہوں؟"

ابوالحوقل "شاہزادی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جائز ہے۔"

خاردیہ "میں شاہزادی کے حکم سے اپنی جان دے سکتا ہوں مگر کسی دوسرے بیگناہ کی جان نہیں لے سکتا۔"

ابوالحوقل "اچھا ایک صورت ہے۔ میں آج ہی جاتا ہوں۔ دنیا بھر کی خاک چھانوں گا اور عباسی شاہزادہ منصور کو ڈھونڈ لاؤں گا۔ اس کے معاوضے میں شاہزادی میرا قصور معاف کر دیں۔" اس پر خاردیہ نے حیرت سے ابوالحوقل کی صورت دیکھی۔ اور اس نے جولیانا کی نظر بچا کے ایسا اشارہ کیا کہ خاردیہ ناگہاں بول اٹھا۔ "ہاں ہاں بس یہی ٹھیک ہے۔ جاؤ منصور کو ڈھونڈھ لاؤ۔ کیوں شاہزادی عزیزۂ مصر۔ اتنی بڑی خدمت کے صلے میں تو یقینی امید ہے کہ آپ ان کا قصور معاف کر دیں گی۔ کیوں ہے نہ؟"

جولیانا دیر تک سر جھکا کے سوچتی رہی۔ پھر سر اٹھا کے بولی "اچھا اگر یہ شخص میرے شوہر کو ڈھونڈھ لایا تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ اس کا قصور معاف کر دوں گی۔"

خاردیہ۔ "میں آپ کی رحم دلی کا شکر گزار ہوں۔ سنتا تھا اور ہمیشہ آزما کے دیکھا کہ حسینوں کا دل نہایت سخت ہوتا ہے مگر آپ خدا کے فضل سے حسن و جمال میں عدیم المثال ہونے کے ساتھ رحم دل بھی ہیں۔ تو اب آپ اپنی ان سب کنیزوں کے ساتھ میرے محل میں رونق افروز ہوں اور ابوالحوقل آج ہی منصور کی تلاش میں روانہ ہو جائیں۔ جب تک یہ واپس آ جائیں آپ کا قصر جو اجڑا ہوا ہے درست اور صاف اور سامان عیش سے آراستہ ہو جائے گا۔ اور یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آپ کے شوہر نہ آئیں آپ اسی عابدانہ و معصومانہ بھیس میں اسی تارک الدنیا جوگن بنی رہیں۔"

جولیانا "ہاں اب تو یہ فقیرانہ لباس اسی وقت اترے گا جب میں اپنے گم شدہ شوہر سے ہم کنار ہوں گی۔"

یہ جواب پا کر خاردیہ نے حکم دیا کہ یہی قصر شاہزادی اور اس کی ہمراہی کنیزوں کے لیے خالی کر دیا جائے۔ اور رہنے سہنے کا تمام ضروری سامان فراہم ہو جائے۔

پھر شاہزادی سے کہا آپ یہیں قیام فرمائیں۔ میں وقتاً فوقتاً حاضر ہوتا رہوں گا۔ تاکہ آپ کے غمزدہ دل کو تسلی دے جایا کروں۔ شاہزادی نے جواب میں شکریہ ادا کیا۔ اور خارویہ نے باہر کی خلوت گاہ میں جا کے ابوالحوقل کو بلوایا اور کہا یہ تم نے کیا کہا کہ منصور کو ڈھونڈھ لاؤ گے۔ تمھیں سے تو میں نے سنا تھا کہ وہ گرفتار ہو کے بغداد گیا اور مار ڈالا گیا۔"

ابوالحوقل "بے شک جمیل سے میں نے یہی سنا تھا اور یہی واقعہ بھی ہے مگر اس وقت شاہزادی کے بہلانے اور ان کی ضد ٹالنے کی اس کے سوا کوئی تدبیر نہ تھی۔ میں حضور کے حکم سے سفارت پر بغداد جاتا ہی ہوں۔ شاہزادی کو باور کرا دیا جائے کہ میں ان کے شوہر کی تلاش میں گیا ہوں۔ تین چار مہینے سے کم زمانے میں واپس نہ آؤں گا۔ اسی مدت میں حضور روزمل مل کر ان کو مانوس اور اپنا ہمدم و غمگسار بنا لیں۔ اور کبھی کبھی کوئی ایسا کلمہ کہہ دیا کریں جس سے منصور کا زندہ ہونا مشتبہ نظر آئے۔ واپس آنے کے بعد اگر میں یہ دیکھوں گا کہ شاہزادی حضور سے مانوس ہو گئیں اور اپنے شوہر کی خبر مرگ سننے کے لیے تیار ہیں تو ان کے قتل ہونے کا واقعہ بیان کر دوں گا۔ اور اگر دیکھوں گا کہ ابھی تک اسی طرح اپنے شوہر کا دم بھر رہی ہیں تو چند ناامیدی کے خیالات ظاہر کر کے اسی تلاش میں جانے کے بہانے ایک اور سفر کروں گا۔ آخر وہ مجبور و ناامید ہو کر آپ سے نکاح کرنے پر راضی ہو جائیں گی۔"

خارویہ۔ "تدبیر تو نہایت معقول ہے۔ مگر مجھے مدتوں صبر کرنا پڑے گا۔"

ابوالحوقل "حضور اس معاملہ میں صبر کرنا اور احتیاط سے کام لینا ضروری ہے اگر آپ نے جلدی کی اور زبردستی جولیانا سے نکاح کرنا چاہا تو مصر کی ساری رعایا بغاوت کر دے گی۔"

خارویہ "بے شک۔ بے شک۔ میں خوب سمجھتا ہوں۔ مگر دیکھو جس قدر جلد ہو سکے میری تمنا پوری کرو۔"

ابوالحوقل "میرا جی تو یہی چاہتا ہے کہ ہتھیلی پر سرسوں اگا دوں۔ مگر ایسے معاملات میں تاخیر زیادہ مفید ہوا کرتی ہے۔"

خاروبہ:" خیر جو مناسب ہو۔ مگر مجھے تجربہ ہو گیا کہ جھوٹ سے انسان جو فائدہ اٹھا سکتا ہے سچ سے غیر ممکن ہے۔ اگر شاہزادی سے سچ سچ کہہ دیا جائے تو سارا کھیل بگڑ جائے۔ واقعی عقلمندی جھوٹ بولنے ہی میں ہے۔"

ابوالحوقل:" حضور ہم لوگوں نے تو جس روز سے بڑے بڑے معاملات کا انجام دینا اپنے ذمہ لیا جھوٹ کو نہایت مضبوطی سے اختیار کر لیا ہے اور سچ کو انھیں ملاؤں کے لیے چھوڑ دیا جو وعظ کہتے اور مسجدوں میں بیٹھ کر وظیفہ پڑھا کرتے ہیں۔"

اس کے بعد ابوالحوقل نے خاروبہ سے رخصت ہو کر اپنے گھر کی راہ لی وہاں چند گھنٹے ٹھہر کے اور اعزہ و اقارب سے روداد دی میں مل کر بغداد کی جانب روانہ ہو گیا۔ مگر جانے سے پہلے ابن الدغنہ سے بھی مل لیا اور اسے بتایا کہ کس طریقے سے والی مصر خاروبہ پر اپنا اعتبار قائم کرے اور اس کی نظر میں اپنے آپ کو دانا و ہوشیار ثابت کرے۔ خاروبہ نے اس کے جاتے ہی شاہزادی کو باور کرا دیا کہ ابوالحوقل منصور کے ڈھونڈھنے کو گیا ہے اور دن میں کئی کئی بار اس سے مل کر اس کو مانوس بنانا سیر و شکار اور عیش و عشرت میں مصروف کر کے اور شیروں کے شکار کے تماشے دکھا دکھا کے اس کا غم غلط کرنا اور شوہر کی یاد کو اس کے لوح دل سے مٹانا شروع کیا۔

بیسواں باب

تجدید عہد اور سراغ رسی

گذشتہ واقعہ کے تین مہینے بعد شہر بیت المقدس میں خاص مسجد اقصیٰ کے اندر اور قبۃ الصخرہ کے نیچے ہم چھ آدمیوں کو دیکھتے ہیں جو تنہا بیٹھے ہوئے آزادی دنیا کی سے باتیں کر رہے ہیں۔ ہمیں ضرورت نہیں کہ اپنے ناظرین سے ان کا تعارف کرائیں۔ اس لیے کہ ان کی گفتگو خود ہی بتا دیگی کہ کون ہیں۔

یہ چھوں اشخاص قبے کی عمارت اور اس کے ہر ہر حصہ کو قریب قریب جا جا کے غور سے دیکھ رہے تھے کہ ایک نے سب کو اپنے پاس بلایا اور کہا یہ

تو خدا کی مہربانی ہے کہ اس مقدس شہر میں آنا ہو گیا مگر اس کو تو سوچو کہ ہم اس وقت تک بے نتیجہ مارے مارے پھرے۔ پھرتے پھراتے یہاں آ گئے۔ اس محترم مسجد کی زیارت کی۔ اور قبۃ الصخرہ کے سایے میں ہیں جس سے بڑا شرف کسی مسلمان کے لیے نہیں ہو سکتا ہے؟ مگر افسوس جس غرض کے لیے جلا وطن ہوئے وہ اتنی ہی دور ہے جتنی دور پہلے تھی۔"

دوسرا:۔ مگر الحمد کہ ہم نے ہمت نہیں ہاری۔ جس دھن میں خانہ بدوشی اختیار کی وہی دھن اسی جوش و خروش کے ساتھ ہمارے سینوں میں آج بھی موجود ہے۔"

پہلا:۔ ابن شمسون یہ تم سچ کہتے ہو کہ ہماری مستعدی ویسی ہی ہے مگر ایسی مستعدی سے کیا حاصل جو بیکار و بے نتیجہ ہو؟"

ابن شمسون:۔ ہمیں یقین ہے کہ ہماری کوشش بے نتیجہ نہ رہے گی۔"

پہلا۔ آج تک اتنا بھی تو نہ ہوا کہ عزیزۂ مصر کا پتہ لگ جاتا۔ ابن مبرد جو اس کو پکڑ لایا تھا عسقلان میں مار ڈالا گیا اور سنا گیا کہ ابوالحوقل اس کو لے کر کسی طرف چلا گیا ہے۔ مگر اس کا سراغ نہیں لگتا کہ کہاں ہے۔"

ابن شمسون۔ پرسوں اس کو ہی نصرانی نے نہیں بتایا تھا کہ ابن مبرد بہت سے لونڈی غلاموں کے ساتھ کوہ لبنان کی کسی گھاٹی میں چھپا ہوا ہے؟"

پہلا:۔ ہاں بتایا تھا۔ مگر اس سے ہمیں کیا مل گیا؟"

ابن شمسون۔ ابوالعول۔ ہمت نہ ہارو اگر دا تنی سراغ رسانی ہوئی ہے تو ہم اسکو پا بھی جائیں گے اور یاد رکھو کہ عنقریب ابوالحوقل اور شاہزادی عزیزۂ مصر کا پتہ لگ ہی جائے گا۔"

یکایک کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ اور ایک مسیحی خادم مسجد جو مسجد اقصیٰ کے صحن کو روز گلاب ملے ہوئے پانی سے دھویا کرتا تھا ایک ستون کی آڑ سے نکل کر سامنے آیا اور بولا حضرت معاف فرمائیے گا۔ مجھ سے آپ سے ملاقات نہیں ہے اور میرا آپ سے بات کرنا گستاخی سے خالی نہیں۔ مگر آپ شاید ابوالحوقل اور شاہزادی عزیزۂ مصر کا حال معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

ابن شمسون۔ ہاں ہاں انھیں کی تلاش میں مصر سے آئے ہیں۔ اس لیے

کہ ہم اُن کے نوکر ہیں۔ اور ان کے چلے آنے سے ان کی تجارت کا سارا کاروبار بگڑا جاتا ہے۔"

نصرانی: "مجھے اس سے غرض نہیں کہ آپ کس لیے اُن کو ڈھونڈھتے ہیں یہ کافی ہے کہ آپ کو اُن کی تلاش ہے اور میں ان کا حال جانتا ہوں۔ لہذا مجھے بتانے میں کوئی عذر نہیں۔"

ابوالهول: "بڑی مہربانی ہوگی۔ اور ہم نہایت شکر گزار ہوں گے۔"

نصرانی: "ابوالحوقل بہت سے لونڈی غلاموں کے ساتھ ایک مدت تک کوہ لبنان کی گھاٹیوں میں دوسرے تیسرے روز جگہیں بدلتے رہے۔ وہاں کے رہنے والے علی العموم مسیحی ہیں۔ انھوں نے ان کو ایک شریف و ذی حشمت عرب سمجھ کر اپنے پہاڑ میں پناہ دی۔ دشمنوں سے چھپایا۔ اور ہر طرح ان کی خبر گیری کرتے رہے یہاں تک کہ انھیں امیر ابن طولون کی وفات اور امیر خارویہ کی جانشینی کی خبر پہونچی اور مطمئن ہو گئے۔ اس لیے کہ ان کو امیر خارویہ کے دربار میں خصوصیت حاصل ہے۔ علاوہ بریں شاہزادی عزیزۂ مصر اُن کے ہمراہ تھیں جن پر امیر خارویہ عاشق ہیں تاہم وہ راستے کے شہر والوں سے ڈرتے تھے اور خوف تھا کہ شاہزادی کو کوئی ان سے چھین نہ لے۔ اس لیے انھوں نے ارادہ کیا کہ ایک مسیحی اسقف بن کر اور ہمراہی لونڈی غلاموں کو راہب اور ننین بنا کر ایسی دینی بے تعلقی کے ساتھ سفر کریں کہ لوگ سمجھیں کوئی مقتدائے نصاریٰ اپنے مرید راہبوں اور اپنی مریدہ ننوں کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہا ہے۔ کوہستان کے مسیحیوں نے ہمدردی کی راہ سے ان کے لیے اسقفوں اور راہبوں کا لباس صلیبیں۔ اور گدھے وغیرہ فراہم کر دیے۔ اور اپنے دو آدمی بھی ساتھ کر دیے کہ مصر پہونچنے تک اُن کی وضع و قطع اور ان کے لباس کو ویسا ہی قائم رکھیں جیسا کہ مسیحی راہبوں اور ننوں کا ہونا چاہیے غرض اس شان سے وہ مصر میں گئے۔ اور شاہزادی عزیزۂ مصر کو کنیزوں اور غلاموں کو خارویہ کے قصر میں پہونچا دیا۔ مگر امیر نے کسی خاص ضرورت سے فوراً انھیں اپنا سفیر بنا کر دربار بغداد میں روانہ کیا۔ چنانچہ ان دونوں مسیحی رفیقوں کے ساتھ پلٹ کے پھر کوہ لبنان میں آئے۔ اور یہاں سے یہ اس لیے کہ جو صلیبیں اور راہبانہ کپڑے

لے گئے تھے ان کو واپس کریں بہت سا انعام واکرام اہل جبل کو دیا اور بغداد چلے گئے
میرا مکان بھی اسی پہاڑ میں ہے۔ میں نے کئی بار ان کو وہاں دیکھا تھا اور پرسوں
میرا بھائی آیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابوالحوقل ہمارے ہم مذہبوں اور اکثر
عزیزوں کو انعام سے سرفراز کر کے بغداد چلے گئے۔"

یہ حالات سن کر ابوالہول اور اس کے ساتھیوں کو نہایت تعجب ہوا۔ اور
ابن شمسون نے اس لبنانی نصرانی سے پوچھا۔ "تو ابوالحوقل تنہا بغداد گئے ہیں
اور ان کے ساتھ والے اور شاہزادی عزیزۂ مصر سب مصر میں اور خاص
خارویہ کے محل میں ہیں؟"

نصرانی: "جی ہاں ابوالحوقل کو بغداد گئے ایک ہفتہ سے زیادہ زمانہ نہیں
ہوا۔ اور شاہزادی تو امید ہے کہ اب مصر میں خوش وخرم ہوں گی۔"

ابوالہول: "بے شک۔ آپ نے بڑی مہربانی کی کہ یہ حالات بتا دیے۔ اور
اب ہمیں بغداد جانے کی ضرورت نہیں رہی۔ اس لیے کہ امید ہے کہ وہ عنقریب
مصر میں واپس آجائیں گے۔"

نصرانی: "شکریہ کی ضرورت نہیں۔ میں نے آپ کو ان لوگوں کے حالات کا
جویا پایا۔ جو کچھ جانتا تھا بتا دیا۔" یہ کہہ کے لبنانی خادم مسجد چلا گیا۔ اور ان لوگوں
نے آپس میں کہا "اب یہاں ہمیں اپنے مقاصد کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہنا
چاہیئے۔ اب شہر کے باہر پہاڑوں میں جہاں کوئی نہ ہوگا اطمینان سے بیٹھکر
گفتگو کریں گے۔"

ابوالہول۔ "بے شک۔ آبادی میں ہر وقت اور ہر جگہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ کوئی
سن نہ لے۔ اور اب ہم کو آج ہی مشورہ کر کے قرار دے لینا چاہیئے کہ آئندہ
کیا کارروائی کریں۔ اس اطلاع کے بعد ہمارے لیے راستہ کھل گیا۔ اور طے
کر سکتے ہیں کہ یہاں سے کہاں جائیں اور کیا کریں۔"

ابن شمسون: "آج نہیں کل۔ آج ہمارا یہ کام ہے کہ اس مقدس شہر اور اس
محترم مسجد کی اچھی طرح زیارت کریں۔ مسجد اقصیٰ میں پانچوں وقت کی نماز پڑھیں
اور کل صبح کو فجر کی نماز کے بعد پہلے اسی قبۃ الصخرہ کے نیچے بیٹھ کر اور خدا کی طرف

صدق دل سے رجوع کر کے باہم تجدید عہد کریں کہ جس کام کے لیے نکلے ہیں جبتک اسے پورا نہ کرلیں گے گھر نہ جائینگے۔ اور ایک دوسرے کی رفاقت نہ چھوڑیں گے چاہے اس میں ہماری جانیں بھی جاتی رہیں"

سب رفیقوں نے اس تجویز کو قبول کیا۔ چنانچہ رات کو یہ لوگ ایک کاروانسرا میں ٹھہرے۔ کچھ رات رہے مسجد اقصیٰ میں آکر جماعت سے نماز پڑھی۔ اور جب سب نمازی چلے گئے تو قبۃ الصخرہ کے نیچے قسمیں کھا کھا کے سچے عہد و پیمان لیا اور مسجد سے نکل کر سیدھے پہاڑوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

پہاڑ کچھ دور نہ تھے۔ بیت المقدس پہاڑوں ہی پر آباد ہے۔ باہر نکلتے ہی ایک سنسان اور خاموش وادی ملگئی جہاں کسی طرف سے کسی انسان کی آواز نہ آتی تھی سب ایک چٹان پر بیٹھ گئے۔ اور ابن شمعون نے کہا "اب بتائیے ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟"

ابو الہول: "یہ تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ ابوالحوقل بغداد گیا ہے۔ ہم وہاں جا کے یا جب وہ واپس آنے لگے راستہ میں آسانی سے اس کا کام تمام کر دے سکتے ہیں۔ مگر جب تک دو باتوں کا پتہ نہ لگ جائے فقط ابوالحوقل کے مار ڈالنے سے ہمارا مقصد حاصل نہ ہو گا۔ ہمیں اول تو عزیزۂ مصر کے شوہر منصور کا پتہ لگانا ہے۔ دوسرے یہ دریافت کرنا ہے کہ شاہزادی جو لبانا خارویہ کے محل میں کس حال میں ہیں۔ اس نصرانی سے معلوم ہوا کہ خارویہ ان پر عاشق ہے۔ اور اگر یہ صحیح ہے تو یقیناً شاہزادی پر اب پہلے سے زیادہ مظالم ہو رہے ہوں گے۔ وہ منظور نہ کرتی ہوں گی اور خارویہ بزبردستی ان کو اپنی منکوحہ بنانا چاہتا ہوگا۔ لہذا اس ظالم حاکم مصر کے پنجۂ ستم سے ان کو رہائی دلانا ہمارا سب سے اہم فرض ہے۔"

ایک سالار رفیق: "تو پھر آپ ہی بتائیے کہ ان مقصدوں کے حاصل کرنے کے لیے ہمیں کون سی مناسب تدبیر اختیار کرنی چاہیئے؟"

ابن شمعون: "منصور کی نسبت تو میرا خیال ہے کہ وہ غالباً افریقہ میں بھاگ گئے ہوں گے جہاں عبدالرحمن بن معاویہ نے بادیہ گردی کر کے اندلس کی سلطنت حاصل کر لی تھی۔ اور بہت سے مفرورین خلافت جا کر اپنی مراد کو پہونچ گئے ہیں۔ لہذا ہم میں سے تین آدمیوں کو ان کی تلاش میں بلاد مغرب افریقہ و سوس اقصیٰ کا سفر کرنا چاہیئے۔ دو آدمی ہمیں ارض فلسطین میں ٹھہریں تاکہ جب ابوالحوقل واپس آنے لگے کسی منزل میں موقع پا کر اس کو قتل کر ڈالیں۔ اور ایک آدمی کو بغداد جا کر پتہ لگانا چاہیئے کہ وہاں مصر کی بابت کیا کارروائیاں ہو رہی ہیں ابوالحوقل وہاں

کیا کرنے کو گیا۔ کن سازشوں میں مصروف ہے۔ اور کس اُدھیڑبن میں ہے۔ اس کا یہ کام بھی ہو گا کہ اپنے رفیقوں کو جو یہاں ہوں خبر دیتا رہے کہ ابو الحوقل کب واپس آئے گا۔ اور اس ملک میں کس راستے سے گزرے گا۔"

ابو الہول "بے شک یہ نہایت مناسب تجویزیں ہیں۔ مگر آپ نے یہ نہیں بتایا کہ شاہزادی کو خمارویہ کی قید سے چھڑانے کے لیے کیا تدبیر کی جائے؟"

ابن شمسون "اس کے لیے ہم یہ کریں کہ شام کے مختلف لوگوں کی طرف سے چار پانچ فرضی خطوط مصر کے تاجروں اور عام لوگوں کے نام پر بھیج دیں۔ اور ان میں لکھیں کہ ابو الحوقل شاہزادی عزیزۂ مصر کو خمارویہ کے محل میں پہونچا آیا ہے اور خمارویہ ان کے شوہر کے جیتے جی زبردستی ان کو اپنی جورو بنا کے اسلام کے دامن میں دھبہ لگانا اور نہایت بے غیرتی کے ساتھ شاہزادی کی آبرو لینا چاہتا ہے۔ ان خطوط کے جاتے ہی فسطاط میں آگ سی لگ جائے گی۔ اور خمارویہ سے عام تقاضا شروع ہو جائے گا کہ بتاؤ شاہزادی کو تم نے اپنے محل میں کیوں رکھ چھوڑا ہے۔ یقین ہے کہ مصر کی عام شورش سے شاہزادی کو انکار کرنے میں مدد مل جائے گی۔ اور خمارویہ کو ان پر علانیہ سختی کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ عباسی شاہزادہ منصور آکے موجود ہو جائے ابن الحوقل مار ڈالا جائے۔ اور خمارویہ میں اتنی قدرت نہ رہے کہ شاہزادی کو ان کے شوہر کے حوالے کرنے میں تامل کرے۔"

ایک رفیق "اور خمارویہ کو زیادہ مشکل میں پھنسانے کے لیے یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابو الحوقل کو قتل کر کے ہم یہ مشہور کر دیں کہ ہم نے اسکو باغر اور وصیف کے کہنے سے قتل کیا ہے تاکہ خلافت کے ساتھ خمارویہ کے تعلقات خراب ہو جائیں۔"

ابو الہول "اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔"

یہ سب تجویزیں تھوڑی بحث کے بعد طے ہو گئیں۔ اور قرار پایا کہ ابن شمسون دو رفیقوں کو اپنے ہمراہ لے کے افریقیہ میں چلا جائے۔ ابو الہول ایک رفیق کے ساتھ ارض فلسطین میں ٹھہر کے ابو الحوقل کی واپسی کا انتظار کرے اور چھٹا رفیق بغداد میں جا کر ابو الحوقل کی کارگزاریوں اور خلافت و ولایت مصر کے تعلقات کا پتہ لگا لگا کے ابو الہول کو مطلع کرتا رہے۔ اور اس سے بھی آگاہ کر دے کہ ابو الحوقل کب واپس روانہ ہو گا۔

اور کس راستہ سے گزرے گا۔"

ان مراحل کے طے ہونے اور فرائض کے قرار پا جانے کے بعد یہ لوگ ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر اپنے اپنے ذمے کی خدمتیں انجام دینے کو روانہ ہو گئے۔

اکیسواں باب

ظالم عاشق اور مظلوم معشوقہ

امیر خارویہ اور شاہزادی عزیزۂ مصر دونوں شیروں کے شکار کا تماشا دیکھ کر سلطنت کے اس قدیم پُرفضا باغ میں آئے ہیں جس میں ہم نے اکثر خارویہ کو حوض سیماب کے اندر ہوائی کشتی میں بیٹھے دیکھا ہے۔ اس کا چہیتا شیر زریق ساتھ ہے جس کو دیکھ دیکھ کر شاہزادی سہمی جاتی ہے۔ اور خارویہ اسے چمکار چمکار کے دھمکا رہا ہے۔ آخر جولیانا نے کہا اسی شیر کی وجہ سے میں آپ کے ساتھ رہتے ڈرتی ہوں۔ وحشی جانور کا کیا اعتبار؟ اور اسے اختیار سے باہر ہوتے کتنی دیر لگتی ہے؟"

خارویہ "شاہزادی مجھے اس کا جس قدر اعتبار ہے کسی انسان کا نہیں۔ انسان دغابازی کرتا ہے۔ زہر دیتا ہے۔ عہدی کرتا ہے۔ فریب دے کے مارتا ہے۔ اور اس کو نہ مکاری آتی ہے نہ دغابازی۔ ہاں اس کا ایک غصہ البتہ ڈرنے کی چیز ہے۔ مگر میں نے اس کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ میں ماروں پیٹوں نوچوں جھنجھوڑوں جو چاہے کروں یہ ہرگز غصہ نہ کرے گا۔ میرے دل میں تو انسان کی اس قدر بے اعتباری اور اس پہ اتنا بھروسہ ہے کہ میں اپنے بہادر زریق سے کبھی جدا ہی نہیں ہوتا۔ یہ دن کو میرے قریب بیٹھا رہتا ہے اور رات کو میرے پلنگ کے گرد چکر لگا کے پہرہ دیتا ہے۔ یہ فقط آپ کے حُسن اور آپ کی دلکش اداؤں کا اثر ہے کہ اس کی رفاقت و صحبت کو چھوڑ کے میں آپ کے پاس چلا آتا ہوں۔ خیر اب اس وقت جی چاہتا ہے کہ اس چاندی کے دریا میں ہوائی مسند پہ آپ کو بٹھاؤں۔ یہ روئے عالمتاب اور یہ لہرانے والی پیچ پیچ زلفیں دریائے سیمیں میں عجب بہار دکھائیں گی۔ معلوم ہو گا کہ کوئی حسین حور اپنے پورے عالم نور کے ساتھ دنیا میں آ گئی۔"

جولیانا "نہیں اس کشتی نما مسند پہ جو چاندی کے پانی پر تیر رہی ہے میں نہیں بیٹھ سکتی یہ جگہ خاص آپ کے لیے ہے۔ اور آپ ہی کو زیب دیتی ہے۔"

خمارویہ: "اے میری پری طلعت نازنین! میں اپنی جگہ پر تجھے بٹھا کر اپنی زندگی اور اپنی ساری دولت و حشمت تیرے سپرد کر دینا چاہتا ہوں۔ میری تمنا ہے کہ تو مصر کی قدیم ملکہ قلوپطرہ بنے اور میں رومۃ الکبریٰ کا انطونی بن جاؤں جس طرح قلوپطرہ اپنی مطلا و مذہب کشتی میں بیٹھ کر آئی تھی اور انطونی نے اسے اپنے آغوشِ شوق میں لے لیا تھا اسی طرح میری تمنا ہے کہ تجھے اس دریائے سیمین کی کشتی میں ناز و تمکنت سے بیٹھے دیکھوں اور دوڑ کے لپٹ جاؤں۔"

ان باتوں کو عزیزۂ مصر جولیانا نے کبیدہ خاطری کے ساتھ سنا اور چین بجبیں ہو کر بولی "امیر مصر! اس قسم کی باتوں سے اپنی زبان کو روکیے۔ میں وہ نہیں ہوں جو اپنے شوہر کے سوا کسی اور شخص سے اپنے حسن کی تعریف سننا پسند کرے۔ میری صورت پری یا بجلی جیسی ہو جس کے لیے تھی اسکی ہو گئی۔ میں مصر کی فاحشہ و فاجرہ ملکہ قلوپطرہ نہیں ہوں بلکہ فلسطین و عرب کی ملکہ زنوبیہ ہوں جس نے اپنے شوہر کی محبت پر سلطنت و حشمت اور دولت و عزت سب چیزیں تج دی تھیں۔"

خمارویہ: "اچھا اگر تمہارے شوہر زندہ نہ نکلے تب تو تم میرے عشق کو قبول کر لو گی؟"

جولیانا: (جوش و طیش کے ساتھ) "ہرگز نہیں۔ میں ہندوستان کی بیوہ کی طرح اسی شوہر کے نام پر جیوں گی جس نے محبت سے میرا ہاتھ پکڑا تھا اور اسی کا نام لیتی ہوئی مر جاؤں گی۔"

خمارویہ: "اگر یہ ظلم ہو گا اور تم تو خدا کے فضل سے ظالم نہیں رحم دل ہو۔"

جولیانا: "اے امیر خمارویہ! مجھے آپ کے محل میں آئے برس بھر ہو گیا۔ اس مدت میں آپ ہمیشہ اسی قسم کی باتیں کرتے رہے اور میں پہلے اشارۃً و کنایۃً ان بے شرمی کی باتوں سے روکتی رہی اور جب دیکھا کہ آپ کسی طرح باز نہیں آتے تو صاف صاف الفاظ میں سمجھایا اور منع کیا۔ مگر میں دیکھتی ہوں کہ اس کا کبھی آپ پر اثر نہیں ہوتا۔"

خمارویہ: "میں اپنے دل کے ہاتھ سے مجبور ہوں۔"

جولیانا: "غالباً انہیں باتوں کی بدولت فسطاط کے لوگوں میں ہر ایک کی زبان پر ہے کہ آپ زبردستی مجھے اپنی جورو بنانا چاہتے ہیں جس کو میں نے اپنی کنیزوں اور اپنے وفادار خادموں سے بار بار سنا۔ مگر ہمیشہ یہی خیال کیا کہ یہ بالکل غلط افواہ ہے اور اکثر اہل مصر نے مجھ سے اس کی تصدیق چاہی تو صاف کہہ دیا کہ یہ خبر کسی مفسد نے اڑائی ہے۔ مگر اب آپ اپنے طرز عمل سے اس کو سچ ثابت کر رہے ہیں اور مجھے شبہ ہوتا ہے کہ آپ ہی

نے یہ افواہ نہ مشہور کی ہو۔"

شاہزادی کے یہ الفاظ خارویہ کو ناگوار گزرے۔ اور کہا "تو پھر اب آپ اس افواہ کی تصدیق کر دیجئے۔"

جولیانا: "میں نے اگر تصدیق کر دی تو آپ کو مصر میں ٹھہرنا دشوار ہو جائے گا"

خارویہ۔ (برہمی کے لہجے میں) "میں کوئی کمزور حاکم نہیں ہوں میرے گرد شیروں کا پہرہ ہے۔ مجھے کوئی ابن مہرونہ سمجھے۔ جس طرح لوگوں نے اس پر غدر کیا تھا اسی طرح اگر انھوں نے مجھ پر حملہ کیا تو میرے شیر ہر بلوائی کو چیر پھاڑ کے ڈال دیں گے۔"

جولیانا: "مصر والوں سے نہیں خدا سے ڈریئے جس کے غضب کو نہ شیر روک سکتے ہیں نہ انسان۔ اور آپ مجھ پر برہم نہ ہوں میں فقط اپنے شوہر کا پتہ لگنے کی امید میں یہاں پڑی ہوئی ہوں بدبخت ابوالحمد قتل بغداد میں جا کے مر گیا۔ کسی طرح آ ہی نہیں چکتا۔" یہ کہہ کے جولیانا بولی "خیر اب میں اپنے مکان جاتی ہوں۔"

خارویہ۔ (برہمی کے جوش کو دبا کر) "اچھا پھر آنے کا وعدہ کرتی جاؤ۔"

جولیانا: "آنے کیوں نہ لگی؟ جب تک آپ کے محل میں اور آپ کے بس میں ہوں خواہ مخواہ آؤں گی۔ میں بھی آؤں گی اور آپ بھی میرے پاس آئیں گے۔ مجھ بدنصیب میں آپ سے نہ ملنے کی قدرت کہاں جو آنے جانے سے انکار کروں۔"

خارویہ: "تم میں سب طرح کی قدرت ہے۔ اور تم کو اس سے انکار نہ ہوگا کہ میں نے تمہاری آزادی میں کبھی فرق نہیں ڈالا اور نہ کسی قسم کی زبردستی کی۔"

جولیانا: "اس کو میں مانتی ہوں اور آپ کی شکر گزار ہوں۔" یہ کہہ کے جولیانا باغ سے نکل کے اپنے سفید خچر پہ سوار ہوئی جو اس کی سواری میں رہا کرتا تھا اور شہر کے اس قصر کی راہ لی جس میں مقیم تھی۔

خارویہ نے اس کے جانے کے بعد کوتوال ابن الدغنہ کو بلوایا اور جیسے ہی وہ سامنے آیا کہا "شہر کا کیا حال ہے؟ تم کو پتہ لگا کہ جولیانا کے یہاں آنے اور اس پر ظلم و تشدد ہونے کی خبر کس نے اڑائی ہے؟"

ابن الدغنہ: "حضور امیر میں نے بے انتہا تجسس کی۔ اور سراغ رسانی میں بہت تگ و دو کی۔ مگر وہی ثابت ہوا جو پہلے معلوم ہوا تھا کہ یہاں بہت سے لوگوں کے

نام پر شام و فلسطین سے خطوط آئے ہیں۔ جن میں یہ قصہ لکھا ہوا ہے۔"
خارویہ۔ "وہ ملک بھی تو ہمارے ہی قلمرو میں ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے وہاں کے حاکموں اور عالموں کا انتظام بہت ہی بگڑا ہوا ہے۔" یہ کہتے ہی اپنے دیوان یعنی منشی کو بلوا کے حکم دیا کہ لکھو۔ منشی بیٹھ کر لکھنے لگا اور خارویہ نے یہ عبارت لکھوائی "از جانب فرمان روائے مصر و شام و عرب امیر خارویہ ابقاہ اللہ باالجمال والجلال والعزۃ والکمال۔ بنام جملہ عاملان و حاکمان بلاد شام و فلسطین۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ معلوم ہوتا ہے تمہارا علاقہ مفسدوں فتنہ انگیزوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور شریر النفس بدمعاشوں نے تمہارے شہروں کو اپنا ملجا و ماوی بنا رکھا ہے۔ تمہارے علاقہ سے یہاں کے ادنیٰ و اعلیٰ لوگوں کے نام پیہم اس مضمون کے خطوط چلے آتے ہیں کہ شاہزادی عزیزۂ مصر میرے قصر میں ہیں ان کے شوہر زندہ موجود ہیں اور میں جور و ستم سے زبردستی ان کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ حالانکہ یہ بالکل بے بنیاد قصہ ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں۔ اور بجز اس کے کہ رعایائے فسطاط و مصر اپنے عدالت پرور والی کی طرف سے بدظن کی جائے اس مراسلت کا اور کوئی مقصد نہیں نظر آتا ہے۔ لہذا حکم دیا جاتا ہے کہ جن شریروں نے ایسے خطوط لکھے ہوں وہ فوراً گرفتار کر کے فسطاط میں بھیجے جائیں۔ تاکہ یہاں انکی تشہیر کر کے رعایائے فسطاط کو اطمینان دلایا جائے کہ یہ بے بنیاد خبر ایسے مفسدین نے محض اس غرض سے شائع کی ہے کہ بادشاہ اور رعایا کے درمیان ناگوار مخالفت پیدا ہو۔ اگر مہینہ بھر کے اندر مجرم پکڑ نہ لیے گئے تو میں خود وہاں پہنچ کر نالائق و ناکارہ عاملوں اور والیوں کو سخت اور عبرت ناک سزا دوں گا۔"

اس مسودے کے تیار ہوتے ہی خارویہ نے حکم دیا کہ ان کی بہت سی نقلیں تیار کرائی جائیں۔ اور ان کے تیار ہوتے ہی ایک ایک نقل کل والیوں اور عالموں کے نام میرے دستخط سے جاری کر دی جائے۔ اس کارروائی سے جیسے ہی فراغت ہوئی چوبدار نے آ کے ایک خط پیش کیا جسکو خارویہ نے کئی بار غور سے پڑھ کے رکھ دیا پھر منشی وغیرہ کو رخصت کر دیا۔ اور جب ابن الدغنہ کے سوا کوئی نہ رہا تو اس کی طرف دیکھ کر کہا "افسوس ابوالجحافل کو ابھی تک واپس آنے کا موقع نہیں ملا۔"

ابن الدغنہ۔ "غلام کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ وہاں جا کر بیٹھ کیوں رہے؟"
خارویہ۔ "وہ وہاں بیکار نہیں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بڑا اہم کام انجام دے رہے ہیں۔ میں نے انھیں بھیجا تھا کہ بغداد کے امرائے ترک کو میرے موافق بنائیں۔ اور یہ جو وہاں

سے روز لڑائی کی دھمکی آیا کرتی ہے موقوف ہو۔ مگر باغر اور وصیف اس قدر بندۂ طمع اور خود غرض واقع ہوئے ہیں کہ مطلق سماعت نہیں کرتے۔ برابر یہی کہے جاتے ہیں کہ ابن مبرد اور جمیل کے قاتلوں اور باغر پر حملہ کرنے والوں کو جہان سے نبے عاضر کرو۔ ان لوگوں کے خون کا انتقام خود مجھے لینا چاہیے۔ ان لوگوں کو اس سے کیا غرض؟ قاتل ملتے تو میں خود پکڑ کے ان کو سزا دیتا۔ مگر نہ ملیں تو کیا کروں؟ لیکن ضدی ترکان بغداد کوئی عذر نہیں سنتے آخر ابو الجحدقل نے عاجز آکر آج مجھے راز میں یہ خط بھیجا ہے میں وہی خط تم کو سنائے دیتا ہوں۔ تم کو سب حالات معلوم ہو جائیں گے۔"

ابخارویہ نے وہ خط سنانا شروع کیا۔ جو حسب ذیل تھا۔ میرے آقائے نامدار میں نے بہت کوشش کی مگر یہ لوگ راہ پر نہیں آتے۔ اب ضرورت ہے کہ مصر کی فوج خوب مضبوط اور آراستہ کی جائے اور آپ مقابلے کے لیے تیار رہیں۔ میں اب بھی جہان تک بنے گا لڑائی کو ٹالوں گا۔ لیکن اگر کسی طرح ٹالے نہ ٹلی تو اطلاع دے دوں گا کہ حضور فوراً اپنا لشکر لے کر ملک شام میں آکر دمشق میں فرو کش ہو جائیں میں نے یہاں یہ حکمت عملی اختیار کی ہے کہ ایک طرف تو وصیف و باغر سے تعلقات بڑھا لیے ہیں اور ان کا ایسا دوست بن گیا ہوں کہ خود ہی ان کو مشورہ دے کر مقابلے پر لے آؤں گا۔ دوسری طرف تمام سرداران فوج سے ربط ضبط پیدا کر کے انھیں ان سرداران ترک کا ایسا دشمن بنا دیا ہے کہ امید ہے کہ سب آپ کے شریک ہو جائیں گے اور باغر و وصیف اتفاقاً زندہ بچ بھی گئے تو اس ناکامی پر زندگی بھر اپنی بوٹیاں کاٹیں گے۔ اصل یہ ہے کہ ترکوں میں سے ہر ایک روپیہ کا خواہاں ہے اور اس لالچ میں یہ اپنے خلیفہ اپنے آقا اپنے سردار اور اپنے دوست ہر ایک کی جان لینے کو تیار ہو جاتے ہیں اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کے ہاتھوں سے کئی خلیفہ مارے گئے۔ بہت سے سرداروں اور رئیسوں کی جانیں گئیں۔ اور جو مہم ہوتی ہے اس میں ترک سپاہیوں کو یہی لالچ دلایا جاتا ہے کہ لوٹ میں بہت سی دولت ہاتھ آئے گی۔ چنانچہ مصر پر حملہ کرنے کا ارادہ بھی اسی مقصد سے ہے ساری قلمرو میں اس درجہ بدنظمی ہے کہ خراج مطلق نہیں وصول ہوتا۔ لہذا ان ترکوں کی زندگی کا سارا دارومدار لوٹ مار پر ہے۔ اور جو روپیہ دے اس کے غلام ہو جاتے ہیں اس لیے کہ خلافت کے خزانے میں اتنا نہیں ہے کہ انکو مشاہرہ دیا جا سکے۔ یہ حالت دیکھ کر میں نے یہ تدبیر کی کہ اپنی طرف سے روپیہ کا لالچ دلا دلا کر اکثر افسران فوج کو اپنا بنا لیا ہے۔ میرے پاس جو کچھ تھا ان کے

حوالے کر دیا۔ چار پانچ لاکھ دینار اور بھیج دیے جائیں تو حضور کو ان سے جتنی مدد ملیگی خود اپنے سپاہیوں سے نہ مل سکے گی۔"

جان نثار دولت ابوالجوقل

یہ خط سن کر ابن الدغنہ کو حیرت ہوگئی۔ اور بولا ابوالجوقل ہونے کو تو ایک تاجر آدمی ہیں۔ سیاست مدن سے ان کو کچھ تعلق نہیں۔ مگر اس سفارت میں انھوں نے وہ کام کیا جو کسی بڑے سے بڑے مدبر سے بھی نہ ہو سکتا۔"

خارویہ "اسی وجہ سے تو مجھے ان پر جتنا بھروسہ ہے کسی پر نہیں۔ خیر اب تم بتاؤ کہ اس بارے میں کیا کارروائی کی جائے؟"

ابن الدغنہ "غلام کے نزدیک تو حضور فوراً پانچ لاکھ دینار ابوالجوقل کے پاس بھیج دیں۔ اور پچاس ہزار لشکر نیا بھرتی کر کے تیار کر لیں۔"

خارویہ "میری بھی یہی رائے ہے۔ مگر فوج کی تیاری اور بھرتی کا کام میں تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔"

ابن الدغنہ "میں اپنی ضبطیہ فوج کی تعداد ایک ہفتے کے اندر دونی کر دوں گا سو وقت پانچ ہزار سپاہی ہیں دس ہزار ہو جائیں گے۔ مگر جنگی فوج کو حضور اپنے سرداران فوج ہی کے ذریعہ سے تیار کرائیں۔ پولیس اور جنگی فوج کا ایک ہی شخص کے قبضے میں رہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔"

خارویہ "اچھا ان لوگوں کو بھی بلا کے حکم دے دوں گا۔ لیکن خبردار کسی کو نہ معلوم ہونے پائے کہ یہ فوجی تیاری کس غرض سے ہے۔"

ابن الدغنہ "انشاء اللہ کسی کو اس کی خبر نہ ہوگی۔"

خارویہ "اور ہاں ایک اور مصیبت میرے سر آپڑی ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں شاہزادی عزیزۂ مصر کے شوق وصال میں نہایت بیتاب ہو رہا ہوں۔ جبتک یہ آرزو نہ پوری ہوگی مجھ سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ اور اب تو یہ حال ہے کہ بغیر اسکے مجھے اپنی زندگی دشوار نظر آتی ہے مگر اس سنگدل نازنین کا یہ حال ہے کہ کسی طرح راضی نہیں ہوتی۔"

ابن الدغنہ "یہ البتہ مشکل امر ہے۔ خصوصاً جب سے یہ جعلی خطوط آئے ہیں اور فسطاط کے خاص و عام خصوصاً بازاری لوگوں میں طرح طرح کی افواہیں مشہور ہو رہی ہیں یہ

واقعہ زیادہ نازک ہو گیا ہے۔"

خاروبیہ: "تو تم یہ نہیں کر سکتے کہ رعایائے فسطاط کو سمجھا بجھا کے میرے موافق بنا دو؟ یا کم از کم اتنا ہو کہ وہ لوگ میرے اور جولیانا کے معاملے سے بے تعلق ہو جائیں؟"

ابن الدغنہ: "یہ ابھی دشوار ہے۔ بلکہ ادھر ایک مہینے سے اور بہت ہی دشوار ہو گیا ہے اس لیے کہ سنا جاتا ہے شاہزادی کا شوہر منصور افریقیہ میں زندہ موجود ہے۔ ابن مبرد وجمیل کے قاتلوں نے اسے ڈھونڈھ کے پیدا کر لیا۔ اور اسکو عنقریب یہاں لانے والے ہیں تاکہ اہل فسطاط کی حمایت میں یہاں قیام کر کے اپنی بیوی کو آپ سے طلب کرے۔"

خاروبیہ: "مجھے اس کا یقین نہیں آتا۔ میں تو جانتا ہوں کہ یہ بھی ایک بے بنیاد افواہ ہے اور انھیں لوگوں کا کام ہے جو شاہزادی پر میرے ہاتھ سے ظلم ہونے کی خبریں شائع کر رہے ہیں مجھے تو تحقیق کے ساتھ معلوم ہو چکا کہ منصور گرفتار ہو کے بغداد گیا اور سرداران ترک نے اسکو قتل کر ڈالا۔ اگرچہ اس کے مارے جانے کی ابھی پوری تصدیق نہیں ہوئی۔ مگر یہ بھی غیر ممکن ہے کہ سخت گیر ترک سرداران بغداد کے ہاتھ میں گرفتار ہو جانے کے بعد کوئی زندہ بچ سکے۔"

ابن الدغنہ: "غلام کا بھی یہی خیال ہے۔ مگر اس افواہ نے اہل فسطاط میں شاہزادی کے شوہر کے زندہ موجود ہونے کا خیال تو پیدا کر دیا۔ بہر تقدیر ضرورت ہے کہ جس خطرناک معاملے کو ابوالحوقل نے لکھا ہے جبتک اسمیں یکسوئی نہ ہو جائے۔ اور حضور وصیف و باغر کا جھگڑا مٹا نہ لیں شاہزادی کی مرضی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ اگر آپ نے جولیانا کو ذرا بھی ناراض کیا اور شہر میں جو افواہ مشہور ہے اس کی جھوٹوں بھی تصدیق ہو گئی تو فوج کا بھرتی ہونا غیر ممکن ہو جائے گا۔ اور جو فوج جمع ہے گی کیا عجب کہ وہ بھی عوام الناس کے فقروں میں آ کر حضور کے خلاف ہو جائے۔"

خاروبیہ: "مگر میں آخر کب تک صبر کروں؟ میری بدنصیبی سے لوگوں نے شامت زدہ منصور کو بھی زندہ کر کے کھڑا کر دیا۔"

ابن الدغنہ: "انھیں دشواریوں کے خیال سے شاہزادی کے معاملے کو بغداد کی آئندہ مہم پر اٹھا رکھنا ضروری ہے۔ بلکہ اس وقت اس کی ضرورت ہے کہ حضور شاہزادی کو پورا اطمینان دلا دیں کہ ان سے بالکل دستبردار ہو گئے۔"

خارویہ:۔ اچھا دل پر جبر کر کے اسکو گوارا کر لوں گا۔ مگر یہ تو نہ ہو سکے گا کہ شاہزادی کو مطلق العنان کر دوں۔ یا ایک گھڑی کے لیے بھی انھیں اپنے سے جدا کر دوں۔ بھاگ گئی تو کیا کروں گا؟ اور کیسے میری زندگی ہو گی؟"

ابن الدغنہ:۔ غلام کے نزدیک تو اتنی احتیاط بھی اسوقت خلاف مصلحت ہے۔ لیکن اگر حضور سے یہ نہیں ہو سکتا تو شاہزادی کا دل ہاتھ میں لیے رہیں اور ان کو اپنے سے ناراض نہ ہونے دیں۔"

خارویہ:۔ یہ بھی غیر ممکن ہے۔ نہ مجھ سے یہ ہو سکے گا کہ اس ظالم دلربا کے سامنے اپنی بپتا بیان نہ ظاہر کروں۔ اور نہ یہ امکان میں ہے کہ وہ ان باتوں سے ناراض نہ ہو۔ خیر جہاں تک بنے گا تمہارے کہنے پر عمل کروں گا۔ اور جولیانا کو بظاہر ایک حد تک آزاد رہنے دوں گا۔ اچھا اب تم جا کے عوام کے خیالات کی اصلاح اور فوج بھرتی کرنے کی کوشش کرو میں کل بغداد میں روپیہ بھیج دونگا۔" اس گفتگو کے بعد ابن الدغنہ رخصت ہو کے اپنے گھر گیا۔ اور خارویہ اپنے محبوب شیر زریق سے کھیلنے میں مصروف گیا۔

بائیسواں باب

منصور کی واپسی

گزشتہ واقعہ کو دو مہینے گزر گئے۔ بہار کا موسم ہے۔ اور عصر کا وقت اور دمشق کے گردو پیش کا سرسبز و بہشت آئین خطۂ زمین ہے جو اپنے باغوں میووں پھولوں اور مرغزاروں کے لحاظ سے دنیا بھر میں مشہور ہے اور "غوطہ دمشق" کہلاتا ہے موسم کی بہار نے یہاں کے چپے چپے میں ایک دلکشی پیدا کر دی ہے۔ عروس بہار جوبنوں پہ ہے۔ باغ میووں سے بھرے ہوئے ہیں کھیت لہلہا رہے ہیں۔ مرغزار فردوس بریں کے میدانوں کی تصویریں دکھا رہے ہیں اور انکے اندر ہر طرف صدہا نہریں جاری ہیں جو شاداب سے بھرے نونہالان چمن کی آئینہ داری کر رہی ہیں انھیں میں سے ایک مرغزار میں ایک شفاف و پاکیزہ نہر کے کنارے ہمارے شناسا ابو الہول ابن الشمسون اور ان کے رفقا بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور انھیں کے ساتھ شاہزادی جولیانا کا شوہر عباسی شاہزادہ منصور بھی ہے۔ سب نے چشمہ کے پانی سے وضو کیا۔ سبزے کے فرش زمردیں پر جماعت سے عصر کی نماز پڑھی۔ اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ ابو الہول نے منصور کیطرف متوجہ ہو کر کہا "آپ خوب مل گئے۔ ابن شمسون نے واقعی بڑا کمال کیا کہ آپ کو ڈھونڈھ نکالا۔"

منصور :- بالکل اتفاق تھا کہ ان سے ملاقات ہو گئی میں شہر سوس ایں مہمان نواز قبیلہ زناتہ کا مہمان تھا کہ یہ وہاں پہونچے۔ اور دو ہی چار روز کے بعد ایک صحبت میں مجھکو پہچان لیا۔ اور اسی دن شام کو مل کر اپنے آنے کا سبب بیان کیا۔ میری یہ حالت تھی کہ اپنے سایے تک سے بھڑکتا تھا۔ اور مشرقی دنیائے اسلام سے اس درجہ خوف زدہ تھا کہ یہاں کے کسی آدمی سے بات کرنا بھی گوارا نہ کرتا تھا مگر انھوں نے کچھ ایسی سچائی کی شان اور خلوص کے انداز سے مجھے یہاں آنے کا مشورہ دیا کہ انکار کرتے نہ بنی زناتہ والے مجھے کسی طرح آنے نہ دیتے تھے مگر میں نے دل میں خیال کیا کہ شاہزادی عزیزۂ مصر کے فراق میں جینا بے مزہ ہے۔ اس زندگی سے مر جانا بہتر ہے۔ اور مرنا ہے تو اپنی محبوبہ شاہزادی کی جستجو اور اُن کے آزاد کرانے کی کوشش میں مرنا چاہیئے بس یہی خیال مجھے لے آیا ورنہ اب میرے لیے عراق و عرب اور شام و مصر میں کوئی لطف نہیں باقی رہا ہے۔ اس خبر نے کہ شاہزادی جولیانا خارویہ کے محل میں ہیں اور وہ زبردستی ان کی آبرو لینا چاہتا ہے مجھ میں پر لگا دیے"۔

ابوالہول :- ہم سب نے عہد کیا اور خاص قبۃ الصخرہ کے نیچے مسجد اقصیٰ میں بیٹھ کر قسم کھائی تھی کہ جبتک آپ کو ڈھونڈھ کر شاہزادی کو عزت و آبرو سے آپ کے آغوش میں نہ پہونچا دیں گے اور مکلہ و موذی بد معاشوں سے انتقام نہ لیں گے دم نہ لیں گے"۔

منصور :- میرے حق میں خدا نے تم دوستوں کو فرشتۂ رحمت بنا دیا"۔

ابن شمسون :- یہاں لوگ ہمارے بھی خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ اور ہم لوگوں کی گرفتاری کے لیے اشتہار دیا گیا ہے۔ اور پانچ ہزار دینار کا انعام مقرر ہے۔ مگر نہ خارویہ نے ہماری گرد پائی نہ باغر نے۔ اور اب ہم انشاء اللہ بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے"۔

ابوالہول :- خدا نے کامیابی کا سب سامان فراہم کر دیا۔ فقط آپ کے آنے کی دیر تھی۔ کل جب سے آپ آ گئے ہیں میرا دل بڑھ گیا۔ اور یقین ہو گیا کہ ہم ضرور اپنے مقصد کو پہونچیں گے"۔

ابن شمسون :- یہ تو بتائیے کہ ہمارے افریقہ جانے کے بعد کیا واقعات پیش آئے؟ اور آپ کیا کرتے رہے؟"

ابوالہول :- ہم نے وہ خطوط سارے مصر میں پھیلا دیے جن میں لکھا تھا کہ خارویہ شاہزادی پر ظلم و جور کرتا اور زبردستی ان کی آبرو لینا چاہتا ہے۔ اس کے بعد ہم نے شام کی چند حجن عورتوں کو خارویہ کے محل میں شاہزادی کے پاس بھیجا۔ اور اُن سے معلوم ہوا کہ امیر مصر

واقعی شاہزادی کی آبرو کے درپے تھا مگر ہمارے خطوں نے مصر میں جو شورش پیدا کر دی تھی اُس سے ڈر کر اپنے ارادے سے رک گیا۔ اور جس طرح پہلے شاہزادی پر علانیہ اظہار عشق کرنے لگا تھا اب نہیں کرتا۔"

منصور:- "مجھے خارویہ سے ایسی امید نہ تھی۔ میں تو اس کو ایک سعادت مند اور عدالت پسند نوجوان تصور کرتا تھا۔"

ابوالہول:- "جی سب نیکی و عدالت پدری امیر ابن طولون پر ختم ہو گئی۔ ایسا اچھا حکمران مصر کو پھر نہ نصیب ہو گا۔"

ابن شمسون:- "اس کے سوا آپ نے اور کیا کیا۔ بغداد میں کیا ہو رہا ہے؟ ابوالحوقل ابھی تک زندہ ہے یا مارا گیا؟"

ابوالہول:- "ابوالحوقل ابھی تک بغداد میں ہے۔ اُس نے بہت کچھ کوششیں اور سازشیں کیں مگر وصیف و باغر نے سماعت نہ کی۔ وہ اب تک اسی پر تلے ہوئے ہیں کہ یا ابن مبرد جمیل کے قاتلوں کو حاضر کرو یا مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس کوشش میں جب اسے کامیابی نہ ہوئی تو ان دونوں ترک سرداروں کا دوست بنکر خارویہ کی مخالفت کرنے لگا اور اب اس کی یہ حالت ہے کہ ترک سپاہیوں اور افسروں میں بے دریغ روپیہ تقسیم کر رہا ہے اور باغر اور وصیف کو ورغلاتا ہے کہ بہت جلد چل کے خارویہ پر حملہ کیجیے۔ ہمارا جو دوست بغداد گیا ہوا تھا ایک ہفتہ ہوا واپس آیا اسی سے یہ سب حالات معلوم ہوئے۔ اور وہ کہتا ہے کہ ہفتہ ہی دو ہفتے میں بغداد کا لشکر روانہ ہونے کو ہے۔ دوسری طرف مصر سے یہ خبر آئی کہ خارویہ پچاس ہزار لشکر کے ساتھ چل کھڑا ہوا کہ دمشق کے نواح میں ترکوں سے مقابلہ کرے مجھے ان واقعات میں ابوالحوقل کا کوئی بڑا بھاری فریب معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہمارے لیے اچھا ہے۔ اسلیے کہ ابوالحوقل باغر وصیف اور خارویہ سب یہاں جمع ہو جائیں گے۔"

منصور:- "اور خدا کرے میری محبوبہ شاہزادی عزیزۂ مصر بھی یہیں آ جائیں۔"

ابوالہول:- "وہ ہوں یا نہ ہوں ہم انکو دشمنوں کے پنجۂ ستم سے چھڑا سکے اور جہاں ہونگی وہاں سے لا کر آپ کے حوالے کر دیں گے ہمنے اپنی کارروائی کا خاکہ بھی تیار کر لیا ہے جس پر اسی اہل بغداد و مصر کی لڑائی کے موقعہ پر عمل درآمد ہو گا۔"

منصور:- "خدا آپ کے ارادوں میں برکت دے۔ شاید اسی خیال سے آپ پہلے سے دمشق میں آ گئے ہیں۔"

ابوالہول "ابن شمسون کے جانے کے بعد سے ایک مہینہ قبل تک میں ارض فلسطین میں ٹھہرا ہوا تھا اور انتظار کر رہا تھا کہ ابوالحوقل آئے تو اس کی خبر لوں۔ وہیں سے میں جاسوس عورتوں کو مصر میں اور خمارویہ کے محل میں بھیجا کرتا۔ اور وہیں سے بغداد کے حالات کا پتہ لگایا کرتا لیکن جب یہ سنا کہ دمشق میں مصر و بغداد کے لشکروں کا میدان جنگ گرم ہوگا اور ابوالحوقل بجائے مصر جانے کے لشکر بغداد کے ساتھ آکر خمارویہ کا مقابلہ کرینگے تو میں فوراً دمشق میں چلا آیا کہ اپنی کارروائیوں کا بندوبست پہلے سے کر رکھوں۔ اور چونکہ معلوم تھا کہ آپ کا جہاز یافا میں لنگر انداز ہوگا اس لیے وہیں کے ایک شخص کو مقرر کر دیا کہ جیسے ہی آپ سب صاحب آئیں میرا پتہ بتا کے آپ کو دمشق روانہ کر دیں۔ اور سچ یہ ہے کہ آپ کے اور ابن شمسون کے نہ ہونے سے مجھے اپنی ساری کارروائیاں ادھوری معلوم ہوتی تھیں۔ الحمد للہ کہ آپ تشریف لے آئے اور خدا نے سب کام بنا دیے۔ اب آپ اپنے کو کامیاب و بامراد ہی سمجھیں"

منصور "مگر آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اس معاملہ میں کیا تدبیر سونچی گئی ہے؟ اور کامیابی کے لیے آپ نے کیا منصوبہ قرار دیا ہے؟"

ابوالہول "اس کو آپ بجائے سننے کے آنکھ سے دیکھیں گے۔ اب مغرب کا وقت آگیا ہے اور آفتاب غروب ہو گیا۔ لہذا مغرب کی نماز یہاں پڑھ کر ہم اپنی فرودگاہ کو چلیں۔ خوش نصیبی سے مجھے یہاں رہنے کے لیے مکان بھی اچھا مل گیا۔ جامع بنی امیہ کے پیچھے وہ ایک نہایت ہی پیچیدہ گلی میں واقع ہے۔ ایک دروازہ جامع کی طرف ہے اور دوسرا اس کے عقب میں یہود کے محلہ میں نکلا ہے۔ دشمن ایک طرف پہنچ جائیں تو ہم دوسری طرف سے بآسانی بھاگ جا سکتے ہیں"

اب سب نے مغرب کی نماز پڑھی۔ اور اٹھ کے اپنے گھر کو روانہ ہو گئے"

تیسواں باب

قصے کا انجام اور خاتمہ

ابتدائے شب کا وقت ہے اور دمشق کا شرقی میدان عظیم الشان مصری لشکر سے بھرا ہوا ہے پچاس ہزار فوج جس میں عربی، مصری، مغربی، طرابلسی اور حبشی سپاہی ہیں کہ سوں تک

پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ درمیان میں ایک وسیع شاداب و پُر بہار خطۂ زمین چھوڑ دیا گیا ہو جس پر خاص خارویہ کے خیمے نصب ہیں۔ ان میں ایک سُرخ خیمہ جس کے گرد سُرخ قناتوں کا حصار ہو حرم کی زنانی صحبت کے لیے مخصوص ہے۔ اسی خیمے میں اس وقت خارویہ سادے کپڑے پہنے اور پتلی سبک تلوار کمر میں لگائے ایک زرنگار کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے پہلو میں بائیں طرف ایک نقرۂ کرسی پر شاہزادی جولیانا خاموش و متفکر بیٹھی ہو چار پانچ ماہ طلعت روحی کنیزیں سامنے دست بستہ کھڑی ہیں۔ گرد خواجہ سراؤں کا پہرہ ہو۔ اور اس سے ذرا فاصلے پر ہر جانب شاہی گارد کے پانچ ہزار نبرد آزما پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں جن میں زیادہ تر طرابلسی و بربری عرب ہیں۔ خارویہ کے چہرے پر ایک امید و بیم کا اثر طاری ہو۔ اور کہہ رہا ہے کل سب کی قسمت کا حال کھل جائے گا۔ میں ایک ہفتہ سے انتظار کر رہا تھا۔ کہ آج بہ ہائم صفت دشمنوں کا لشکر بھی آ گیا۔ اور کل قسمت آزمائی کا دن ہو یا تخت نصیب ہو گا یا تختہ۔ مگر خدا سے امید ہو کہ مجھی کو فتح نصیب ہو گی۔ اس لیے کہ میں حق پر ہوں اور دشمنوں کا مقصد لوٹنا مارنا خونریزی کرنا اور ایک بے آزار مملکت کو تباہ کرنا ہے۔ صبح تڑکے کہ ادھر سے ہم چلیں گے اور اُدھر سے وہ اور تڑکے ہی میدان کارزار گرم ہو جائے گا"۔

(شاہزادی جولیانا کی طرف دیکھکر) "مگر شاہزادی آپ مجھے ملول و حزین نظر آتی ہیں؟ بے شک مجھ سے آپ کو ہمدردی ہو مگر پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں یہ آپ کا متردد چہرہ نہیں دیکھا جاتا (مسکرا کر) یہ نہ سمجھیے کہ میں نے یہ جملہ کسی ناجائز شوق میں کہا ہے۔ میں تو عہد کر چکا ہوں کہ اب کبھی آپ کے سامنے اظہار شوق نہ کروں گا۔ اور اپنے اوپر فرض کر لیا ہے کہ اس لڑائی کے بعد ہی لے چل کر آپ کے شوہر سے ملا دوں گا جن کی نسبت تحقیق سے معلوم ہو گیا ہو کہ بفضلہ تعالیٰ افریقہ میں صحیح و سالم اور زندہ و سلامت موجود ہیں"۔

جولیانا: "اس نوازش و رحم کی شکر گزار ہوں"۔

خارویہ: "مگر آپ خاموش کیوں ہیں؟ آپ خود ہی انصاف کریں کہ فقط آپ کے کہنے سے میں اپنے جاں نثار زریق اور تمام شیروں کو فسطاط میں چھوڑ آیا آپ نے کہا کہ اگر یہ شیر ساتھ رہیں گے تو میں نہ چلوں گی مجھے خیال ہوا کہ جب تک آپ ساتھ نہوں گی کسی کام میں میرا دل نہ لگے گا۔ اور میری ہمت پست رہیگی اسی خیال سے اپنی جان کے ان محافظوں کو وہیں چھوڑا اور آپ کو اس صحبت

بنا کے ساتھ لیا۔ اب یہاں آپ شگفتہ و بشاش نہ رہیں گے تو کیسے کام چلے گا؟"

جولیانا۔ (چہرے کو شگفتہ بنا کر) میں آپ سے نہایت خوش اور بشاش ہوں اور آپ کے رنج و غم کی شریک۔ مگر ہاں جب یہ خیال آتا ہے کہ کل لڑائی کا دن ہے۔ خدا جانے کون مارا جائیگا اور کون میدان سے زندہ بچ کے آئے گا تو پریشان ہونے لگتی ہوں۔ لیکن آپ اپنے حوصلے کو بلند اور اپنی ہمت کو مضبوط رکھیں اس لیے کہ آپ کی فتح ہم سب لوگوں کی فتح اور آپ کی مضبوطی ہم سب کی مضبوطی ہے۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ میرے کہنے سے آپ شیروں کو نہیں لائے تو میرے حال پر بڑا بھاری احسان کیا۔ میں دل سے چاہتی تھی کہ اس لڑائی میں آپ کے ساتھ جاؤں۔ میدان جنگ میں گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے پہلو بہ پہلو رہوں۔ بہادروں کی بہادری۔ جانبازوں کی جانبازی۔ اور دشمنوں کی شکست و تباہی کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ مگر ذریق کے خوف سے دل ہمت ہارے دیتا تھا۔ آپ نے میرا کہنا مان کے مجھے سرفراز کیا۔ اور میرے دل کی تمنا پوری کر دی"

خارویہ" تو پھر مجھے کسی بات کا خوف نہیں۔ لڑائی میں آپ میرے ساتھ ہوں تو انشاء اللہ میں سب مشکلوں پر غالب آ جاؤں گا۔ اور ہاں اپنی وفادار مصاحبہ قہرمانہ کو بھی لیتی آئیں جس کے لانے کی آپ نے شرط لگائی تھی؟"

جولیانا" جی ہاں وہ میرے ساتھ ہیں اور کل میدان جنگ میں وہ بھی میرے ہمراہ رہیں گی"

خارویہ" آپ نے بہت اچھا کیا کہ اسے ساتھ لے لیا۔ ایک زمانے میں وہ میری محبوبہ تھی۔ مگر بعض اوقات اس سے ایسی درشت مزاجی ظاہر ہوتی ہے کہ مجھے اس سے نفرت سی ہو گئی۔ شائد میری اس بے التفاتی ہی کے باعث وہ ادھر کئی سال سے اکثر ملول نظر آیا کرتی تھی۔ چنانچہ اس کا ملال دور کرنے کے لیے میں نے اس کو آپ کی مصاحبت میں دے دیا کہ آپ کا دل اس سے بہلے اور اس کے دل کا ملال آپ کی صحبت سے دور ہو۔ اور آپ کی شفقت و عنایت اس کے دل سے میری بے پروائی و بے توجہی کے صدمے کو بھلا دے۔

اس موقع پر یہ دیکھ کر مجھے بڑا اطمینان ہوا کہ آپ اس سے خوش ہیں اور وہ آپ سے خوش ہے۔ اور آپ دونوں کی خوشی دیکھکر مجھے بھی خوشی ہوئی۔"

جولیانا:" وہ بڑے مضبوط دل کی عورت ہیں۔ اور کہتی ہیں کہ لڑائی میں ہر موقع پر اور ہر حال میں میری سینہ سپر رہیں گی۔"

خارویہ:" اس سے مجھ کو اور اطمینان ہوگیا۔ اب مجھے کل کی لڑائی کے متعلق بہت سے انتظامات کرنا ہیں۔ لہذا شاہزادی اگرچہ جی نہیں چاہتا کہ آپ سے جدا ہوں مگر افسوس مجبور ہوں۔ اب آپ جا کے آرام فرمائیں اور کل تڑکے اٹھکر میدان میں چلنے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

یہ سنتے ہی جولیانا اٹھکر پاس کے خیمے میں گئی۔ اور خارویہ حرم کے سرخ خیمے سے نکل کر اپنے دربار کے خیمے میں آیا۔ تمام افسران فوج منتظر ہی بیٹھے تھے فوراً یہ انتظامات شروع ہو گئے کہ لشکر مصر میں کون میمنہ کا کون میسرہ کا کون مقدمۃ الجیش کا کون قدام کا اور کون خلف یعنی عقب کی فوج کا سردار ہو۔ قلب کی سرداری خود خارویہ نے اپنے ذمے لی اور اس پر غور ہونے لگا کہ لڑائی کیونکر اور کس طرف سے شروع کی جائے۔ اور سب سے پہلے کون حملہ کرے۔

ان سب باتوں کا فیصلہ کر کے خارویہ خواب کے خیمے میں گیا۔ ساری رات لشکر میں تیاری جنگ کے لیے ایک شور برپا رہا۔ اور بہت کم لوگ تھے جن کی ایک گھڑی کو بھی آنکھ لگی ہو۔

آخر سفیدۂ صبح نمودار ہوا۔ پابند دین سپاہیوں نے اپنے اپنے حلقوں میں جماعت سے نماز ادا کی۔ ہر طرف سے تکبیروں کے نعرے بلند ہوئے کہ لوگ تیار ہو کر اپنے جھنڈوں کے نیچے صف بستہ ہو جائیں۔ لشکر کے مرتب ہوتے ہی کوچ کا طبل بجا۔ اور فوج کے تمام حصے اپنی اپنی ترتیب سے روانہ ہوئے۔ تین میل گئے ہوں گے کہ مشرق سے آفتاب کی روشن کرنیں نمودار ہوئیں اور انھیں کے نیچے دشمنوں کا لشکر دکھائی دیا جس میں سیاہ علم خلافت عباسی کے دامن میں نیزوں کی نوکیں اور تلواریں بے شمار تاروں اور ہلالوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ دونوں لشکر اور قریب ہوئے اور جب درمیان میں ایک میل کی مسافت باقی رہ گئی تو دونوں حریف لشکر

دم لینے اور سنبھل کر حملہ کرنے کے لیے چند منٹ کو ٹھہر گئے۔
اب ترکی سردار باغر اور اس کے پانچ رفیق باد رفتار ترکی گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے مصری صفوں کے قریب آئے۔ اور باغر نے بہ آواز بلند کہا۔ خارویہ تمام حجت کے طور پر پھر تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ ابن مبرد اور جمیل کے قاتلوں کو حاضر کر دو۔ یہ نہیں ہو سکتا تو اپنا سارا خزانہ ہمارے حوالے کر دو۔ اور تین تین دن کے لیے ہمیں شام و فلسطین و مصر کے لوٹنے کا موقع دو۔ اگر یہ دو باتیں بھی نہیں منظور ہیں تو عساکر خلافت کے اسلحہ سے قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"
اس کا جواب خارویہ نے بڑھ کے دیا کہ میں نے جو تمہاری جان بچا دی اور اپنے بہادر شیر زریق کا لقمہ نہیں بنایا اس کا معاوضہ تم ناسپاس لوگوں سے یہی ہے؟" تم بدعہد ظالم اور ناسپاس ہو۔ لہذا خدا بھی تم کو چھوڑ کر ہم مصریوں کا ساتھ دیگا جو حق پر ہیں۔ اور اپنی جان اور آبرو کے لیے لڑنا چاہتے ہیں۔ بس اب زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں میدان جنگ تصفیہ کر دیگا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر اپنے لشکر میں واپس جاؤ اور تمہارے پیچھے پیچھے ہم بھی آتے ہیں۔" یہ کہتے ہی خارویہ تکبیر کا ایک زبردست نعرہ بلند کر کے بڑھا۔ اور اس کے ساتھ لشکر مصر بوق و قرنا اور طبل و جلاجل بجاتا ہوا چلا۔
باغر نے فوراً بھاگ کے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم دیا۔ اور دونوں جانب سے حملہ ہو گیا دونوں لشکروں کی ٹکر بہت ہی زبردست تھی۔ معلوم ہوا کہ دو متلاطم سمندر ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ اور موجیں ٹکرانے کے بعد منتشر ہو کر ایک دوسرے میں مل گئیں۔ تقریباً ایک گھنٹہ لڑائی ہوئی ہو گی کہ ابوالحو تل مصری جھنڈے کو ہوا میں اڑاتا ہوا لشکر بغداد سے نکل کر مصریوں کی طرف چلا۔ اور اس کے ساتھ آدھے سے زیادہ ترکی لشکر تھا۔ جو دم بھر میں خارویہ کے علم کے نیچے پہونچ گیا۔ اور جب ان لوگوں نے اور مصریوں کے ساتھ مل کر باغر اور وصیف کے لشکر پر زور و شور سے حملہ کیا تو بغداد کے لشکر کی عجب حالت ہو گئی۔ بعض لوگ بھاگے۔ بعض چلے کہ اپنے ان رفیقوں کا ساتھ دیں جو مصریوں سے مل گئے ہیں۔ بعض کمال اضطراب کے ساتھ اپنے دونوں سپہ سالاروں کی طرف دوڑے۔ دونوں سپہ سالاروں باغر و وصیف کی

یہ حالت تھی کہ مبہوت و حیران کھڑے اپنے لشکر کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ مگر اس کی بھی زیادہ مہلت نہ ملی مصری لشکر جس میں خود ان کے بہت سے نامور بہادران ترک شریک تھے آناً فاناً ان کے سر پر آپہونچا۔ اور ان کے قدم کو بھی لغزش ہوئی۔ چنانچہ اپنی جان بچانے کے لیے یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ "افسوس۔ ابوالحوقل نے دغا دی"۔ آخر باقی ماندہ لشکر بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ مصریوں کے سواروں نے تعاقب میں ہزاروں مفرورین کو قتل کیا۔ اور پیدل فوج نے کمال اطمینان کے ساتھ اہل بغداد کی لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا۔

جس وقت خارویہ باغر و وصیف کے پر تکلف شاہانہ خیموں اور ان کے ساز و سامان کو دیکھ رہا تھا شاہزادی جولیانا اور اس کی انیسہ و رفیقہ قہرمانہ بھی اس کے ساتھ تھیں۔ شاہزادی عزیزۂ مصر نے بہت سی چیزوں کو پہچانا جن کو ابن مبرد اس کے محل سے لوٹ لے گیا تھا۔ اس خیال پر جولیانا کو بڑی عبرت ہوئی کہ کبھی یہ سامان حشمت میرے قصر میں تھا۔ ابن مبرد جب لوٹ کے لایا تھا بغیر اس کے کہ اس سے تمتع حاصل کرے مارا گیا۔ اور یہ چیزیں ان ترک سرداروں کے گھر میں پہونچیں اب آج ان کے خیموں میں ان چیزوں کو مصری لوٹ رہے ہیں۔ اور باغر و وصیف خدا جانے مارے گئے یا زندہ ہیں۔ اس خیال پر اس کی نرگسیں آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ جن کو خارویہ نے دیکھ لیا۔ اور قریب آکے کہا "شاہزادی۔ یہ خوش ہونے کا وقت ہے نہ رونے کا"۔

جولیانا: "بے شک یہ خوش ہونے کا وقت ہے۔ مگر حد سے گزری ہوئی خوشی میں بھی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑا کرتے ہیں"۔ بعد ازاں شاہزادی نے وہ چیزیں خارویہ کو دکھائیں اور ان کی عبرتناک تاریخ بیان کی۔ خارویہ کو بھی اس پر تعجب ہوا اور کہا "چلیے۔ دیکھیں کہ آپ کے قصر کی کتنی چیزیں ان خیموں میں ہیں"۔ اب شاہزادی نے خارویہ کے ساتھ پھر پھر کے امرائے ترک کے تمام خیموں کو دیکھا تو بہت سی چیزیں مل گئیں۔ فقط چند چیزیں رہ گئیں جن کا پتہ نہ لگا۔

اس لڑائی نے زیادہ طول نہیں کھینچا۔ طلوع آفتاب کے وقت شروع ہوئی تھی۔ اور پہر دن چڑھے فیصلہ ہو گیا۔ اس لیے کہ ابوالحوقل کی سازش نے بغداد کی قوت کو دم بھر میں تباہ کر دیا۔ بڑے بڑے بہادران ترک اور وصیف

وباغر کے بھروسے کے سردار حاکم مصر کے طرفدار ہو گئے۔ اور خارویہ دشمنوں کے خیموں کا معائنہ کر کے مفتوح لشکرگاہ سے نکلا ہی تھا کہ اُس ترکی لشکر نے جو اپنے مالکوں کو چھوڑ کے ادہر آ گیا تھا سامنے آ کے فوجی آداب سے سلام کیا۔ اور اپنے تمام علم جھکا کر اس کے قدموں پر ڈال دیئے خارویہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا وصیف وباغر کو تم سے شکایت ہو گی اور تمھیں برا کہتے ہوں گے مگر میں تمہاری نیکی وحق شناسی کی داد دیتا ہوں۔ تم نے حق کا ساتھ دیا۔ اور اس راہ کو اختیار کیا جس میں خدا کی مخلوق کی فلاح وبہبود ہے۔ اپنے بے اصول وبے رحم آقاؤں کے ساتھ فتح حاصل کرنے میں تمھیں قتل وغارت اور خونریزی اور مردم کشی سے تھوڑی بہت دولت ضرور مل جاتی۔ اور اب تم کو اپنی حق پرستی راست بازی۔ اور ہمدردی انسانی کا نہایت اچھا صلہ ملے گا جو تمہارے جو صلے سے زیادہ ہو گا۔"

ایک افسر "خدا امیر کی عمر ودولت میں برکت دے حضور کی عدالت گستری فیاضی اور نیک نفسی ہی کی تعریف سن کر ہم نے اپنے آپ کو حضور کی غلامی میں دے دیا۔"

خارویہ "اور امید ہے کہ تم مجھے اچھا اور رحم دل آقا پاؤ گے۔ اب چلو میں اپنے پڑاؤ میں چل کے دربار کروں گا۔ اور اسی دربار میں تم کو اپنے اس حق پرستی کے منصفانہ طرز عمل کا انعام ملے گا۔"

بعض سرداروں نے چاہا کہ بڑھ کے نذریں پیش کریں مگر خارویہ نے اس سے روکا اور کہا وہیں دربار میں نذریں لی جائیں گی۔"

اب اپنے مصری اور عظیم الشان ترکی لشکر کے ساتھ خارویہ اپنے پڑاؤ میں گیا خیمہ کے آگے ایک وسیع شامیانے کے نیچے اس نے دربار کیا۔ دربار میں بھی شاہزادی عزیزۂ مصر رخ گلگون پہ نقاب ڈالے خارویہ کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اور اس کی ہمدم وہمراز قہرمانہ اس کے پیچھے کھڑی تھی۔ شاہزادی اگرچہ اس وقت تک خارویہ کے ساتھ ساتھ رہی تھی اخلاقی طور پہ مسکرا کے اس سے کہا سب سے پہلے اس بےنظیر فتح پہ میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں۔"

خارویہ "آپ ہی کی مبارکباد اصلی مبارکباد ہے۔ اس لیے کہ میری سچی عزت وہ ہے جو آپ کے دل میں قائم ہو۔ اور جس طرح خدا نے مجھے یہ فتح اپنے بدخواہ دشمنوں پہ

دی ہے اسی طرح ایک نمایاں فتح آپ کے بے مہر دل پر بھی عطا کرے تو میں سمجھوں کہ واقعی خوش نصیب اور کامیاب ہوں ۔"

جولیانا "یہ جملہ آپ کے عہد کے خلاف ہے۔ اور ایسی باتوں کا یہ موقع نہیں ہے۔"

اب لشکر والوں میں سب سے پہلے ابوالحوقل نے آ کے اپنی پگڑی اور تلوار خارویہ کے قدموں پر ڈال دی۔ اور کہا الحمد للہ کہ خدا نے مجھے سرخرو کیا۔"

جولیانا (بے اختیارانہ جوش مسرت کے ساتھ کھڑے ہو کر) "کیا تم میرے شوہر کو ڈھونڈھ لائے؟ آہ وہ کہاں ہیں۔ انھیں لاؤ کہ مجھ سے ملیں اور میرے برابر بیٹھیں۔"

ابوالحوقل "شاہزادی۔ میں آپ سے نادم ہوں کہ باوجود سے انتہا جستجو کے اُن کا کہیں پتہ نہیں لگا۔ مگر اسی جستجو میں غلام نے حضور امیر کی ایک اور خدمت انجام دی جو ہمارے امیر و سلطان مصر کے لیے باعث اقبال مندی ہوئی۔ شاہزادی آپ کی خدمت سے میں ابھی دست بردار نہیں ہوا بلکہ پھر خلیفہ زادہ منصور کی تلاش میں جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر اُس نے سرداران ترک کو یکے بعد دیگرے خارویہ کے سامنے پیش کیا جو آ کے نذریں دکھاتے تھے اور ابوالحوقل ان کے کارنامے بیان کرتا جاتا تھا۔ ان سرداروں کے بعد ترک سپاہی پیش ہونا شروع ہوئے جو جلد جلد سلام کر کے واپس گئے۔ پھر مصری لشکر کے سرداروں نے بڑھ بڑھ کے مبارکبادیں دیں۔ نذریں پیش کیں۔ اور اُن سے بھی فراغت ہو گئی۔

اب خارویہ نے بیٹھے ہی بیٹھے کہا "میرے بہادر دوستو اور ہمدردو میں تمہاری اس بار ورد کامیاب کوشش کا شکر گزار ہوں میری فوج والے مصریو عربو۔ اور افریقہ و سوڈان والو تم نے بہادری وفاداری اور مردانگی کا جوہر دکھا کے اپنے امیر اور اپنے ملک کو اپنا شکر گزار اور زیر بار احسان بنا لیا۔ اور اے میرے ترکی و تاتاری دوستو اور رہبر بانو۔ تم نے میری رفاقت کر کے ثابت کر دیا کہ تم حق کے طرفدار۔ نوع انسان کی بہبود کے خواستگار۔ اور ملک و ملت کے سچے حامی و جاں نثار ہو۔ تم سب کی کارگزاریوں کا میں ہمیشہ شکر گزار رہوں گا۔ اور تم کو معلوم ہو جائے گا۔ اور ہمیشہ تمہارے دلوں پر نقش رہے گا کہ میں دلی

شکر گزار اور سچا قدردان ہوں۔ ہم سب جب فسطاط میں داخل ہوں گے تو سارا شہر خوشیاں منائے گا۔ اور اہلِ شہر کی طرف سے جو تمہاری پُرشان و شوکت دعوت ہوگی اس سے انشاء اللہ تمہیں اپنی جانبازیوں کا اچھا اجر ملے گا۔ مگر میں انعام و اکرام کا آغاز یہیں سے کرتا ہوں۔ اول تو میں تمام سپہگروں کی ماہوارین چوتھائی کی مقدار میں بڑھائے دیتا ہوں ہر افسر کو ایک درجہ تک ترقی دیتا ہوں۔ اور جس کی ماتحتی میں جتنے سوار یا پیدل ہیں آیندہ اُن کے دونے کر دیے جائیں گے علاوہ بریں میں حکم دیتا ہوں کہ مالِ غنیمت میں جس قدر دولت ہاتھ آئی ہو وہ سب کل ہی تم لوگوں میں حسبِ درجہ و مرتبہ تقسیم کر دی جائے۔"

ہر طرف سے جوش و خروش سے مسرت کا غلغلہ بلند ہوا۔ اور ہر شخص کی زبان پر تھا کہ "امیر کا اقبال بلند" "دولت طولونیہ برقرار"! "مصر و فسطاط کی عظمت قائم"! اس غلغلۂ مسرت میں خمارویہ دربار سے اٹھ کر اپنے سرخ خیمے میں گیا۔ اور شاہزادی عزیزۂ مصر اور قہرمانہ اپنے خیمے میں گئیں۔"

اب دن کا آخری حصہ تھا۔ خمارویہ نے وضو کر کے عصر کی نماز پڑھی۔ اور فوراً ابوالحوقل کو بلوا بھیجا جو اس انتظار میں شاہی خیمہ گاہ کے دروازے ہی پر تھا۔ یاد ہوتے ہی حاضر ہو کے آدابِ شاہی بجا لایا۔ اور دست بستہ کھڑا [illegible] نے ہاتھ پکڑ کے اپنے برابر بٹھا لیا۔ اور کہا "تم جس عزت کے مستحق ہو وہ [illegible] کے خزانے اور اس کی قوت سے باہر ہے تم نے حیرت انگیز کارگ[illegible] اور وہ کام کیا جس سے تاریخ خالی ہے۔"

ابوا[illegible]م کرنے کو ہر شخص تیار ہو جاتا ہو بشرطیکہ کام لینے والا قدردان اور مہربان [illegible]صل یہ حضور ہی کی ہمت افزائی اعانت و دستگیری۔ اور سچی فلاح ملک کی برکت ہے۔ بغداد میں ترک سپاہیوں اور سرداروں کو میں نے دیکھا کہ تنخواہیں نہ ملنے سے فاقے کر رہے ہیں۔ بدنظمی کے باعث ملک کی آمدنی بند ہو گئی ہے۔ اور خزانہ خالی پڑا ہے۔ شہر کی رعایا کو لوٹ لوٹ کے ترک سپاہیوں کے قوت لایموت کا انتظام ہوتا ہے۔ اسی مصیبت سے نجات پانے کے لیے مصر پر بے وجہ حملہ کرنے کی کوشش ہو رہی تھی۔ میں نے جب دیکھا کہ وہ لوگ

لالچ اور طمع کی ہوس میں کسی طرح ارادۂ جنگ سے باز ہی نہیں آتے تو تاتخت سرداران ترک کی دعوتیں کر کے میں نے ان سے دوستی پیدا کرنا شروع کی۔ اور چند ہی روز میں نظر آگیا کہ روپیہ پیسہ کے ذریعے سے وہ بہ آسانی دوست اور طرفدار بنائے جا سکتے ہیں پھر اسی طریقے سے میں نے باغر و وصیف کو بھی دوست بن کر اپنی طرف سے غافل کر دیا۔ اس کے بعد جب حضور نے کافی مقدار میں روپیہ بھیجنا شروع کیا تو میں نے ترکی لشکر کے ایک بہت بڑے حصے کو اپنا طرفدار بنا لیا جس کا ثمرہ آج مل گیا۔"

خارویہ:۔ "افسوس کہ باغر اور وصیف دونوں بھاگ گئے میں انکو گرفتار کرنا چاہتا تھا"

ابوالحوقل:۔ "لیکن اب یہ ممکن نہیں کہ وہ حضور کو کسی قسم کا آزار پہنچا سکیں۔ ان کی ساری قوت پامال ہو گئی۔ اور اس قابل ہی نہیں رہے کہ کسی ملک پہ حملہ کرنے کا نام لیں۔"

خارویہ:۔ "خیر یہ سب آرزوئیں پوری ہو گئیں مگر افسوس شاہزادی عزیزۂ مصر کی سرد مہری نے یہ سب کامیابیاں اور خوشیاں بے مزہ کر رکھی ہیں۔ میں نے دل پر بہت جبر کیا مگر اب نہیں ہو سکتا۔ تم اپنی تدبر سے بغداد کی قوت عظیم پر غالب آ گئے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کو میری جورو بننے پر راضی کر دو؟"

ابوالحوقل:۔ "جس خیال سے میں نے حضور کو شاہزادی پہ جبر کرنے سے روکا تھا اب اس کا اندیشہ نہیں رہا۔ ترکوں کو شکست دے دینے کے بعد آپ کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔"

خارویہ:۔ "مگر تمھیں نے کہا تھا کہ فسطاط کے لوگ دشمن ہو جائیں گے۔"

ابوالحوقل:۔ "اس کا بے شک اندیشہ ہے۔ مگر یہاں مصر والے موجود نہیں ہیں لہذا میری یہ رائے ہے کہ اس فتح کی خوشی میں آج ہی حضور خواہ برضا و رغبت خواہ بہ جبر و اکراہ اُن سے نکاح کر لیں۔"

خارویہ:۔ "وہ خوشی سے تو کسی طرح منظور نہ کریں گی۔"

ابوالحوقل:۔ "نہ کریں۔ اب آپ کو اس کی مطلق پروا نہ کرنی چاہیے۔"

خارویہ:۔ "مگر وہ تو ابھی تک اپنے شوہر کے ملنے کا انتظار کر رہی ہیں۔"

ابوالحوقل:۔ "مگر اب یہ کارروائی کی جائے کہ میں حضور کے سامنے اُن سے کہدوں کہ اس وقت تک میں نے آپ کی دل شکنی کے خیال سے نہیں ظاہر کیا تھا:

اصل میں آپ کے شوہر گرفتار ہو کے بغداد میں گئے اور مدت ہوئی کہ وصیف کے حکم سے قتل ہو گئے۔ پھر اسی کے بعد نکاح کا معاملہ چھیڑ دیا جائے۔ اگر وہ قبول کریں تو فبہا ورنہ زبردستی حضور قاضی کو بلا کے نکاح پڑھا لیں۔"

خارویہ:- "زبردستی! لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے؟"

ابوالجوقل:- "یہاں اس زمانے میں لوگ جوش سرور سے ایسے مست ہو رہے ہیں کہ کوئی کچھ نہ کہے گا۔ رہے فسطاط والے۔ وہ یہاں موجود نہیں ہیں کہ شاہزادی کی جنبہ داری میں بغاوت کریں۔ یہاں فقط فوج کے لوگ ہیں جو انعام ملنے کے شوق میں دنیا و مافیہا کو بھولے ہوئے ہیں۔ اور ہر ادنے و اعلےٰ حضور کی مہربانیوں اور فیاضیوں کا دم بھر رہا ہے۔ کسی کے دل میں کبھی مخالفت کا خیال نہ آسکے گا۔ اصل یہ ہے کہ اس سے بہتر موقع شاہزادی کی ضد توڑنے کا نہیں ہو سکتا۔ اور جب آپ کی بیوی بن جائیں گی۔ اور چند روز تک یہاں آپ کے ساتھ رہ کے شاہی جاہ و جلال اور شوکت و حشمت کا لطف اٹھائیں گی تو نہ وہ مخالفت باقی رہیگی اور نہ اپنے اگلے شوہر کی یاد۔"

خارویہ:- "مگر تمھیں بغداد میں منصور کے مارے جانے کی تصدیق بھی ہو گئی؟ لوگ تو کہتے ہیں کہ وہ افریقیہ میں زندہ موجود ہے۔"

ابوالجوقل:- "جھوٹے ہیں۔ اول تو میں نے بغداد میں یہی سنا کہ وہ مار ڈالا گیا اور اگر بالفرض کہیں زندہ موجود ہو بھی تو ہم گھڑی بھر میں اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیں گے حضور کو متردد ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

الغرض یہی مشورہ طے پا گیا۔ ابوالجوقل نماز مغرب ادا کرنے کے لیے باہر گیا۔ اور خارویہ شاہزادی کے لانے کے لیے ایک خواص کو بھیج کر نماز میں مصروف ہو گیا نماز پڑھ کے پوری ایک گھڑی بھی انتظار میں نہ گزری ہو گی کہ شاہزادی عزیزۂ مصر اپنی خادمہ ٹہرمانہ کے ساتھ آگئی۔ اور پوچھا "تیسرے پہر ہی کو تو میں آپ کے پاس سے گئی ہوں۔ کیا ضرورت پیش آگئی کہ مجھے یاد فرمایا؟"

خارویہ:- "ضرورت کچھ نہیں۔ فقط اس لیے کہ آج کے دن کی مسرت و شادمانی کی گھڑیاں آپ کے ساتھ بسر ہوں۔"

جولیانا:۔ "مجھے بھی آج خدا نے ایک ایسی اچھی خبر سنائی کہ اب میں بڑے اطمینان اور سچی خوشی کے ساتھ آپ کے جشن و طرب اور آپ کی خوشیوں میں شریک ہوں گی۔"
خارویہ:۔ "وہ خوشخبری مجھے بھی سنائیے۔"
جولیانا:۔ "میں آپ کے پاس سے جیسے ہی گئی ایک دمشقیہ عورت نے آکے کہا کہ میرے شوہر خیریت سے عسقلان میں آگئے۔ لوگوں نے بڑے جوش و خروش سے ان کا استقبال کیا اور جب اُن کو معلوم ہوا کہ میں آپ کے ساتھ یہاں ہوں تو فوراً دمشق میں چلے آئے۔"
خارویہ (چہرے کی پریشانی کو بکوشش مٹا کر) "تو وہ آپ سے ملے؟"
جولیانا:۔ "نہیں ملے تو نہیں"۔ شاہزادی کی زبان سے یہی الفاظ نکلے تھے کہ ابوالحوقل جس کی کوئی روک ٹوک نہ تھی سامنے آکر آداب شاہی بجالایا۔ اور شاہزادی نے اسکی صورت دیکھتے ہی خوشی کے لہجے میں کہا ابوالحوقل اب تمھیں میرے شوہر کی تلاش میں دوبارہ سفر کرنا نہ پڑے گا وہ صحیح و سلامت موجود ہیں۔"
ابوالحوقل:۔ "کسی نے آپ کو دھوکا دیا ہوگا۔ میں بھی سن رہا تھا کہ وہ افریقہ میں موجود ہیں مگر میں نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ وہ گرفتار ہو کر بغداد میں گئے۔ اور عہدہ داران خلافت کے حکم سے قتل ہوئے۔"
خارویہ:۔ "مگر شاہزادی کو آج ہی خبر ملی کہ وہ افریقہ سے عسقلان میں اور عسقلان سے یہاں آگئے۔ اگرچہ ابھی شاہزادی سے ملے نہیں ہیں۔"
ابوالحوقل:۔ "یقیناً یہ فریب ہے۔ کوئی شخص منصور بن کر آپ کو فریب دینا چاہتا ہے۔"
جولیانا (تعجب سے) "آج صبح تک تو تم کو ان کے حال کی کچھ خبر نہ تھی۔ اور ان کی تلاش میں دوسرا سفر کرنے والے تھے؟ اور اتنی دیر میں یہ تحقیق ہو گیا کہ وہ اسیر ہو کر شہید ہوئے؟"
ابوالحوقل:۔ "مجھے صبح کو بھی معلوم تھا۔ مگر فقط اس خیال سے کہ آپ کی دل شکنی ہوگی نہیں کہا۔"
خارویہ:۔ "اور یہاں موجود ہیں تو کدھر آئے کیوں نہیں؟"
ابوالحوقل:۔ "مجھے پتہ بتائیے اگر زندہ و سلامت موجود ہیں تو ان کو قدر و منزلت سے لے آؤں؟ اس سے بڑا خوشی کا کون وقت ہو سکتا ہے؟"
جولیانا:۔ "مجھے ان کا پتہ تو نہیں معلوم۔ میں نے قہرمانہ سے سنا" یہ سن کر قہرمانہ جو ساتھ موجود تھی بولی:۔ "تھوڑی سی دیر ہوئی دمشق کی ایک عورت نے آکے بتایا کہ

معز زرئیس منصور دمشق میں آ گئے اور انجلین نے مجھ کو اپنے آنے کی خبر دینے کو بھیجا ہی
بس اتنا کہہ کے وہ چلی گئی۔"

خارویہ: "مگر ان کا کچھ بھی پتہ بتایا تھا؟"

قہرمانہ: "بالکل نہیں۔ اور بتاتی بھی تو میں کیا سمجھتی؟ بن نہ دمشق کے محلون کو جانتی ہوں اور نہ یہاں کے لوگوں کو۔ اسکے بیان سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود ہی عنقریب آکر ملیں گے۔"

ابوالحوقل: "حضور یہ بالکل غلط ہے۔ ایک گروہ حضور کے خلاف سازشیں کرتا پھرتا ہے یہ اسی کا فعل معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ حضور کی عیش میں خلل انداز ہوں۔ مگر خدا نے حضور کے آفتاب اقبال کو اس قدر بلند کر کے سارے عالم پر چمکا دیا کہ نہ وہاں تک ان کے فتنوں کی کمندیں پہنچ سکتی ہیں اور نہ آفتاب پر خاک پڑ سکتی ہے۔"

پھر اُس نے شاہزادی کی طرف توجہ کی اور کہا حضور شاہزادی۔ آپ اب ایک بدنصیب و شکستہ حال عباسی خلیفہ زادے کی بیوی نہیں بلکہ ملکۂ عالم ہیں اور آپ کا شوہر دنیا کا سب سے بڑا با اقبال شخص۔"

یہ الفاظ سنتے ہی جولیانا کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے اور طیش کے ساتھ غیظ و غضب کے لہجے میں بولی مکار خوشامدی بینے۔ ہوش میں آ۔ اور اپنی حد سے نہ گزر۔"

ابوالحوقل۔ (مسکرا کر) میری نسبت جو کچھ ارشاد ہوا بجا ہے میں ایسا ہی بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ ذلیل شخص تھا حضور امیر فسطاط نے مجھے عزت دی۔ اور اس قابل ہوا کہ حاکموں اور رئیسوں کے دربار میں حاضر ہوں۔ مگر شاہزادی مین آپ سے سچ کہتا ہوں کہ آپ کے شوہر مدت ہوئی مر چکے۔ اور مردوں کا قبر سے اُٹھ کر آنا غیر ممکن ہی۔"

جولیانا۔ (رقت کے لہجے میں) تو میں زندگی بھر بیوہ رہوں گی۔"

ابوالحوقل: "بیوہ نہیں آپ بادشاہ بیگم اور ملکۂ جہان ہیں۔ امیر خارویہ آپ کے رخ زیبا کے عاشق آپ کے تیر نگہ کے گھائل۔ آپ کے خنجر مژگان کے بسمل۔ آپ کی زلف گرہگیر کے اسیر اور آپ کی نرگس فتان کے مفتون ہیں۔ اس شاہی محبت کی قدر کیجئے۔ اور آج ہی عقد کر کے انکی اس فتح و نصرت کی خوشی کو دوبالا فرمائیے اور ان کے دل کی مردہ امیدوں کو زندہ کر دیجیے۔"

جولیانا حیرت سے ابوالحوقل کی صورت دیکھتی تھی اور خاموش تھی مگر جیسے ہی اس نے اپنے

حملے ختم کیے ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی کمبخت ظالم۔ تو نے دل کو چاک چاک کر دیا۔ خدا کے لیے بس کر۔ اس سے زیادہ سننے کی تاب نہیں ہے۔"

خارویہ۔" میری دل کی مالک جولیانا۔ یہ میرے دل کے الفاظ ہیں جو ابوالحوقل کی زبان سے نکلے۔ اس وقت تک میں نے بہت ضبط کیا۔ اور اب خدا کی قسم ضبط کی تاب نہیں۔" یہ کہتے ہی جولیانا کا نازک ہاتھ پکڑ کے چاہا کہ اپنے آغوش میں کھینچ لے۔ مگر جولیانا اپنی بے بسی پر زار و قطار رونے لگی۔

ابوالحوقل۔" بیوی یہ رونے کا نہیں خوش ہونے اور فخر کرنے کا موقع ہے۔"

جولیانا۔" ایسا بیجائی کا فخر و ناز تجھے اور تیرے بدکار آقا ہی کو مبارک رہے۔"

خارویہ۔" خدا کی قسم میں بدکار و زانی نہیں ہوں۔ میں نکاح کر کے تم کو اپنی جان کی مالک ملکہ بنانا چاہتا ہوں۔ اور اس شوق کے پورا ہونے کے لیے آج سے بہتر کوئی دن نہیں ہو سکتا (ابوالحوقل سے)، قاضی دمشق کو بلاؤ کہ اسی وقت آ کر نکاح پڑھ دیں۔ تم ان کے صحیح ولی ہو اس لیے کہ تمہارے ہی ذریعہ سے یہ آئیں اور گواہ دو افسران فوج ہو جائیں گے۔"

قبل اس کے کہ جولیانا کچھ کہے سنے ابوالحوقل اُٹھ کے گیا خارویہ نے فوراً جولیانا کے چہرے پر نقاب ڈال دی۔ اور دو منٹ بھی نہ ہوئے ہوں گے کہ قاضی اور گواہ آ کر موجود ہو گئے جو پہلے ہی سے بلا رکھے گئے تھے۔"

اب جولیانا اپنی بے بسی و بے کسی پر زار و قطار رو رہی تھی قاضی صاحب نے آتے ہی ایک مختصر خطبہ پڑھ کے ایجاب و قبول کر دیا۔ جولیانا کا رونا رضامندی سمجھا گیا۔ اور اس کے ولی ابوالحوقل نے ایجاب کی تصدیق کر دی۔ جس کے بعد قاضی صاحب نے مبارکباد کے عوض چند دعائیہ کلمات قرأت و ترتیل کے ساتھ کئی نہیں پڑھے۔ اور سارے لشکر میں مبارک سلامت کا غل مچ گیا کہ آج کی فتح کے ساتھ ہی امیر خارویہ کی یہ تمنا بھی پوری ہو گئی کہ شاہزادی جولیانا عزیزۂ مصر اس کی دولھن بن گئی۔

قاضی اور گواہ انعام لے کر رخصت ہوئے اور دمشق کی چابکدست مشاطاؤں کو بلا کے حکم دیا گیا کہ جولیانا کو دولھن بنا کر امیر خارویہ کے حجلۂ عروسی میں پہونچا دیں۔

جب یہاں تک نوبت پہونچی تو جولیانا کچھ سوچ کر خاموش ہو گئی رونا یکایک موقوف ہو گیا۔ اور وہ کمال متانت و استقلال کے ساتھ ہر مصیبت کے برداشت کرنے کے لیے

رہتا نظر آتی تھی۔ قہرمانہ اس کی انیس صحبت تھی اور اس کی زبان سے اگر کسی وقت کوئی اضطراب کا کلمہ نکل بھی جاتا تو فوراً دلدہی کی باتیں کر کے اس کے خون شدہ دل کو تسلی دے دیتی۔

خارویہ حکم دیتے ہی اپنے سرخ خیمے میں جشن منانے لگا اور رمشا طائیں جو لیا نا کو اور خیمے میں اٹھا لے گئیں۔ ادھر پری جمال و شوخ ادا ناچنے والیاں جن میں سے کچھ مصر سے لشکر کے ساتھ آئی تھیں اور کچھ دمشق سے بلوائی گئی تھیں خارویہ کے سامنے مجرے کر رہی تھیں۔ نبیذ کا جام دور میں تھا۔ اور تمام ندیمان صحبت پر بیخودی کا عالم طاری ہوتا جاتا تھا۔ ہر طرف مبارکباد کا نغمہ بلند تھا۔ اور نبیذ کے نشے سے زیادہ سب کے دلوں پر سرور و شادکامی کا نشہ چھایا ہوا تھا۔ اور اس شاہی جشن میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو شرکت کی عام اجازت تھی۔

اسی عیش و طرب میں آدھی رات سے زیادہ گزر گئی۔ گرد و پیش کا شور مبارکباد کم ہوتے ہوتے رات کے سناٹے میں غائب ہو گیا۔ امراد معززین دربار جو شریک جشن تھے اور جنکی آنکھیں نبیذ کے خمار سے جھکی پڑتی تھیں سب کو اپنے خیموں میں جا کے سونے کی اجازت عطا ہوئی۔ ابو الجحدل جو سب سے زیادہ مقرب بارگاہ تھا فتح و نصرت اور عروسی اور وصل محبوبہ کی دوہری مبارکبادیں دے کے اپنے خیمے کو روانہ ہوا۔ اور مشاطاؤں نے آکر مژدہ سنایا کہ حجلۂ عروسی سج گیا۔ اور چاند سی دلھن بن سنور کے تیار ہو گئی حضور کے تشریف لے چلنے کی دیر ہے"

یہ مژدۂ وصال سنتے ہی خبر لانے والیوں کو خارویہ نے ہزاروں دینار انعام میں دیے اور دل ہی دل میں خوش ہوتا اور اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتا ہوا حجلۂ عروسی میں داخل ہوا۔ جو ہر طرف پھولوں۔ ریشم کے پھندنوں اور مقیش کی جھالروں سے آراستہ تھا۔ زمین پر اطلس کا فرش تھا۔ زربفت کے پردے چاروں طرف لٹک رہے تھے۔ درمیان میں ایک اعلیٰ درجہ کا نفیس پلنگ تھا جس پر گلاب وارغوان کے پھولوں اور بیلے چنبیلی کے ہاروں کا شامیانہ زرد رومی مخمل کی توشک پر ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا عدیم المثال ایرانی قالیں جو تہا کیا ہوا رکھا تھا۔ اور اس پر زاہد فریب عروسی مہ پارہ شرم سے گردن جھکائے بیٹھی تھی۔ اندر قدم رکھتے ہی پھولوں کی مہک اور عطروں کی لپٹ سے خارویہ کا دماغ معطر ہو گیا۔ اور مرصع زیور کے الماس و یاقوت کی شعاعوں سے نگاہ خیرہ ہو گئی۔ یہ معلوم ہوا کہ سورج کی شعاعوں اور نورانیت کے آغوش میں فردوس بریں کی ایک حور آکے بیٹھ گئی

نوجوان والیٔ مصر جا کے قالین پر دولھن کے برابر بیٹھ گیا۔ اور کہا "میری مہ جبین محبوبہ! جو لیلائے حجلۂ عروسی کی زیب و زینت اور شبِ وصال کی زندگی بخش مسرت نے اگرچہ شرم و حجاب کو پیدا کر دیا ہے مگر ہم تم نئے نہیں ہیں۔ تم وہی روز کی ملنے والی محبوبۂ شیریں ادا ہو اور میں وہی تمہارا عاشق شیدا ہوں۔ شرم کو دور کرو۔ منہ کھولو۔ ہنسو بولو۔ اور اس خوش نصیبی کی رات کو الفت و محبت کی باتوں میں صرف کر دو"۔

بار بار اس قسم کی باتیں کرنے اور قسم دلا دلا کے اصرار کرنے پر بھی دولھن نے منھ نہ کھولا اور بات نہ کی تو خمارویہ نے تقریباً گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کی خوشامد کے بعد دست درازی شروع کی۔ خمارویہ کو اس درجہ بیباک دیکھ کر دولھن اسی طرح منھ چھپائے ہوئے قالین پر لیٹ گئی خمارویہ نے ہنس کر کہا "معلوم ہوتا ہے آج تم نے بات کرنے کی قسم کھالی ہے"۔ اور دولھن کے برابر خود بھی لیٹ کر اس سے لپٹنے لگا۔

اب یکایک دولھن نے حرکت کی۔ وہ خود آغوشِ شوق کھول کر لپٹی۔ لپٹتے ہی اس کے اوپر آ گئی۔ اور ساتھ ہی پہلو سے ایک خنجر نکال کے خمارویہ کے سینے میں پیوست کر دیا۔ خمارویہ نے ایک چیخ ماری مگر نئی سنوری دولھن کے دوسرے ہاتھ نے منھ بند کر کے اُس چیخ کو منھ ہی کے اندر ختم کر دیا۔ ساتھ ہی خنجر کو جو ایک ہی وار میں دل کے اندر پیوست ہو گیا تھا اس طرح زور زور سے گھنگھولا کہ خمارویہ بغیر تڑپے ٹھنڈا ہو گیا۔

حجلۂ عروسی کے باہر کسی کو خبر نہ تھی سب اپنے فاتح حکمران کے [illegible] رہے تھے۔ مگر یہاں اب بہادر و قاتل دولھن آہستہ سے اٹھی۔ سارا زیور اتارکے لاش کے برابر رکھ دیا۔ لباسِ عروسی کو بھی وہیں ڈالا۔ شاہی غلاموں کی وردی کا ایک جوڑا جو پلنگ کے نیچے پڑا ہوا تھا جھٹ پٹ پہنا اور باہر نکلی۔ قریب ہی اس کو اسی وضع کا ایک اور غلام ملا جس نے اس کی صورت دیکھتے ہی پوچھا کام پورا ہو گیا؟

مردنما دولھن "ہاں پورا ہو گیا"۔

نوجوان "بڑا کام کیا اور اس خدمت کو تم نے نہایت خوبی سے انجام دیا"۔

دولھن "شاہزادی لوگ غافل ہیں۔ غالباً صبح سے پہلے کسی کو خبر نہ ہو۔ مگر ہمیں فوراً بھاگنا چاہیئے۔ خیریت کے ساتھ اپنے آقا منصور کے پاس پہنچ جائیں تو اطمینان ہو"۔

دونوں نوجوان فوراً پھرتی اور آہستگی کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے چلے۔

خواجہ سرا اور شاہی گارڈ کے اکثر لوگ غافل تھے۔ اور جو ہوشیار تھے سمجھے کہ امیر خارو کے خواصی کے غلام ہیں۔ دونوں نوجوان اُن میں سے گزر کے پڑاؤ کے مغربی کنارے پر پہونچے جہاں ایک معزز شکل و شمائل کا شخص انتظار میں کھڑا تھا وہ فوراً دونوں کو فوج سے دور ہٹالے گیا اور ٹھہر کے اس نوجوان سے جو دولھن کو حجلۂ عروسی کے باہر ملا تھا لپٹ گیا دیر تک روتا رہا پھر آنسو پونچھ کر پوچھا۔ میری نازنین عزیزۂ مصر تباؤ ظالم کو جہنم میں پہونچا آئیں؟"

عزیزۂ مصر۔ "اس لیے کہ یہ وہی ہماری ہیروئن جولیانا ہے جو مصری غلاموں کے بھیس میں ہے) ہاں وہ دوزخ میں پہونچ گیا۔ مگر مجھ سے کچھ نہ ہوسکتا جو کچھ کیا میری مہربان قہرمانہ نے کیا سب سے پہلے تو انھوں نے یہ بڑا کام کیا کہ دمشق کی ناواقف مشاطاؤں کو یہ باور کرا دیا کہ جولیانا میں نہیں یہ ہیں۔ چنانچہ انھوں نے انھیں کو دولھن بنا کرا ور بنا چنا کے حجلۂ عروسی میں بٹھا دیا جس کو میں اپنی قتل گاہ سمجھی ہوئی تھی۔ انھیں نے خدا جانے کس تدبیر سے مصری غلاموں کے دو جوڑے منگوا لیے جن میں سے ایک مجھے دیا کہ پہن لوں۔ اور دوسرا اپنے پاس رکھ لیا۔ پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کو خود ہی بتائیں گی۔ اس لیے کہ میں باہر چھپی کھڑی تھی۔"

منصور۔ "وہ جوڑے تو میں نے بڑی مشکل سے فراہم کر کے اُس عورت کے ہاتھ جس نے تم کو میرے آنے کی خبر کی تھی بھیج دیے تھے۔ مگر ان کو تم ہی نے تو مانگ بھیجا تھا!"

جولیانا۔ "میں نے تو نہیں منگوائے تھے۔"

قہرمانہ۔ "عام شاہی جشن طرب میں مجھے وہ ناچ دکھتی نظر آئی میں نے اس کو شاہزادی کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا کہ دو غلاموں کے جوڑے لے آئے۔ میں نے خیال کیا کہ بغیر اُن کپڑوں کے ہم بھاگ نہ سکیں گے۔"

منصور۔ "اور وہ قالین بھی نیچے بچھا لیا تھا جس کو میں نے بھیجا تھا؟"

قہرمانہ۔ "جی ہاں میں نے پلنگ کے اوپر تو شک پر اس کو چوتہا کر کے بچھوا دیا تھا اور اسی میں سارا خون جذب ہوا۔"

منصور۔ "بس میں یہی چاہتا تھا۔ آج اس قالین کا معاوضہ مجھے مل گیا۔ اسی ضرورت سے میں اس کو مصر سے ساتھ لے کر بھاگا تھا۔"

اب قہرمانہ نے جو ابھی تک غلاموں کے بھیس میں تھی ساری سرگذشت بیان کی

اور کہا "خارویہ نے مرتے وقت ایک چیخ ماری مگر تھوڑی ہی آواز نکلی تھی کہ میں نے منھ بند کر دیا اور کسی کو خبر ہو سکی کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔"

جولیانا:۔ "تمھیں تھیں کہ ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا۔ میرا تو ہاتھ کانپ جاتا۔"

قہرمانہ:۔ "میرے دل میں جو بغض بھرا ہوا تھا اس سے اتنا بھی نہ ہوتا؟ اسکے علاوہ بیوی آپ کی محبت نے مجھ میں قوت اور شجاعت پیدا کر دی۔ ورنہ بھلا یہ کام میرے کرنیکا تھا؟"

جولیانا:۔ "غنیمت یہ ہوا کہ زریق نہ تھا جو رات بھر اسکے بچھونے کے گرد پہرہ دیا کرتا؟"

قہرمانہ:۔ "وہ ہوتا تو پھر کوئی بات نہ بن پڑتی۔ آپ نے کیا ہی سوجھ کے اس شہر کے لانے سے روک دیا تھا؟"

جولیانا:۔ "اس وقت تو یہ خیال نہ تھا۔ مگر اتفاق سے یہ بات ہو گئی جس میں خدا کی بڑی مصلحت تھی۔"

منصور:۔ "خیر میں بڑا خوش نصیب ہوں کہ اتنی مدت کے بعد اتنے بڑے شقی القلب ظالم کے پنجے سے چھوٹ کر مجھے میری محبوبہ مل گئی۔ اور جو لیانا تم مل گئیں تو سب ہی لعیں اور نعمتیں مل گئیں۔"

جولیانا:۔ "اب آپ اسی وقت دمشق بھاگ چلیں۔ صبح ہوتے ہی بڑا ہنگامہ مچ جائے گا۔ اور ہم یہاں ہوئے تو پکڑ لیے جائیں گے۔"

منصور:۔ "لیکن ابھی مجھے ایک بات کا انتظار ہے۔ جن لوگوں نے مجھے تمھارے پاس بھیجنے کے لیے غلاموں کے جوڑے فراہم کر دیے تھے جب تک وہ نہ آجائیں ٹھہرنا ضروری ہے۔"

جولیانا:۔ "وہ کون لوگ ہیں؟"

منصور:۔ "ذرا صبر کرو۔ ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔"

اب یہ سب لوگ مصری ٹیلوں سے الگ ایک بڑی چٹان کی آڑ میں خاموش بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ منصور نے اٹھ کے دیکھا تو چھ آدمی نظر آئے۔ ذرا بلند آواز میں کہا "انتقام" ساتھ ہی ان لوگوں نے بھی یہی لفظ زبان سے دوہرایا اور جھپٹ کر قریب آ گئے۔ منصور نے پوچھا "کیسے انتقام پورا ہوا؟"

Post Graduate Library
College of Arts & Commerce, O. U.

ایک شخص:- ہاں ابوالحوقل کو جبکہ وہ خا... کے خیمے سے نکل کے جا رہا تھا۔ ہم نے
جھرمٹ میں کر لیا۔ پھر فوراً ہم میں ... نے اس کو زمین پر گرا یا۔ دوسرے نے
اسکا منھ بند کیا کہ آواز نہ نکلے ... نے ہاتھ پاؤں پکڑ لیے کہ تڑپنے نہ پائے اور
ابوالہول نے اوپر سوار ہو... سینہ چاک کیا۔ پھر سر کاٹ کے الگ کر دیا۔ بعد
از ... ن کے ساتھ اس کی لاش کو لے جا کے وہاں ڈال دیا
... سامنے مقتولین کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔"

منصور:- بڑا کام کیا ایسی خموشی و ہوشیاری کے ساتھ اتنے بڑے لشکر کے اندر
ایسے عظیم الشان کام کو انجام دینا آسان نہ تھا۔"

ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ وہی ابوالہول اور ابن شمسون کے گروہ والے
ہیں جو یہ عہد کر کے مصر سے چلے تھے کہ ابوالحوقل کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ چنانچہ
ابوالہول نے منصور کے جواب میں کہ... احتیاط کی ضرورت تھی۔ اگر کوئی بھی دیکھ
لیتا تو غل مچا دیتا۔ اور سارے لشکر ... ہنگامہ مچ جاتا اور ہماری شاہزادی کو اپنے
کام میں دشواری پیش آتی ... نے انھیں بھی ظالم سے انتقام لینے کا
موقع ملا یا نہیں؟"

منصور:- موقع ... کامیابی کے ساتھ۔ خاردیہ اپنے حجلۂ عروسی میں
... ہر اس اور ان کی رفیق قہرمانہ یہاں موجود ہیں۔" دونوں
... نے فوراً منھ نقاب میں چھپا لیے۔ اور منصور نے ان سب کو لا کر شاہزادی کے
... کر دیا۔ ان کو سامنے دیکھ کر شاہزادی نے کہا بہادر ابوالہول ابن شمسون
اور سار... قو۔ میں تمہاری نہایت ہی شکر گزار ہوں کہ تم نے میری ہمدردی کی میرے
شوہر کو ... ئے۔ اور اپنے پاک مقصد میں کامیاب ہوئے۔"

اب جھو... شاہزادی کے قدم چومنے کو جھکے۔ اور ابوالہول نے اٹھ کر کہا مگر تعجب
ہے کہ ابھی تک کسی کو خاردیہ کے قتل کی خبر نہیں ہوئی۔"

قہرمانہ۔ (مسکرا کر) صبح سے پہلے کوئی ان کے عیش میں خلل انداز نہ ہو گا۔"

شاہزادی۔ اب انھیں اسی تنہائی میں سوتا چھوڑ کر ہم دمشق بھاگ چلیں۔"

ابوالہول:- دمشق میں ٹھہرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم اسی وقت مصر کا راستہ لیں

اور وہاں کے لوگوں کو اصل حقیقت سے آگاہ کردیں۔"
الغرض صبح سے پہلے ہی یہ چھوٹی جماعت چل کھڑی ہوئی۔ اور قسطاط میں داخل ہوتے ہی شاہزادی نے ایک عام دربار کیا اور مجمع عام کے سامنے خود اپنی زبان سے یہ الفاظ کہے کہ قسطاط کے لوگو۔ تم نے ہر موقع پر میرے ساتھ جو ہمدردی کی اور تمھیں جو سچی محبت میرے اور میرے خاندان کے ساتھ ہے اسکا میں نہایت ہی خلوص اور جوش دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔" پھر تمام حالات کا انکشاف کرکے کہا میں تمہاری ہی محبت و ہمدردی کی امید پر یہاں آئی ہوں۔ اگر تم لوگ میرا ساتھ دینے کو تیار ہو تو یہاں رہوں ورنہ اپنے شوہر کے ساتھ افریقہ چلی جاؤں۔" سب نے بہ آواز بلند کہا آپ یہیں رہیں اور ہم آپ کے ساتھ ہیں۔"
اس باہمی اطمینان پر دربار ختم ہوا۔ اور اسی ہفتہ میں معلوم ہوا کہ لشکرگاہ دمشق میں جب صبح کو حجلۂ عروسی کے اندر خمارویہ کی لاش ملی تو سارے لشکر میں کہرام پڑ گیا۔ پھر جب فرمان روائے مصر کی لاش خاص اس قالین پر ملی جس نے خلیفۂ بغداد المنتصر باللہ کی زندگی بےمزہ کردی تھی۔ تو تمام لوگ حیران رہ گئے۔ اور سب کی رائے قرار پائی کہ ابوالحوقل کی معرفت وہ قالین بغداد میں بھیج دیا جائے۔ مگر ابوالحوقل کے عوض اس کی لاش میدان سے آئی۔ آخر سب نے دونوں لاشیں دھوم دھام سے لاکر دمشق میں دفن کیں وہیں کے قصر امارت میں سب نے خمارویہ کے بیٹے ابوالعساکر کو اس کا جانشین بنایا۔ اور نوعمر بادشاہ کو ساتھ لیے ہوئے بڑے کروفر سے [illegible] ہیں۔ ہنوز یہ لوگ جبل مقطم کے اسی طرف تھے کہ قسطاط والوں کی طرف [illegible]
آپ کو یہاں آکر حکومت کرنا ہے تو اس شرط سے آیئے کہ شاہزادی عزیزۂ مصر اور ان کے شوہر منصور کی اطاعت و نگرانی میں آپ حکومت کریں گے ورنہ ہم شہر میں نہ آنے دیں گے۔"
ابوالعساکر اور اس کے وزرا نے مجبوراً یہ شرط قبول کی جس کے بعد حکومت مصر کا نیا دور شروع ہو گیا۔ جبکہ رعایا کے دلوں کی سچی مالک شاہزادی عزیزۂ مصر جو لیا نا تھی۔ اس کا سب مال بھی مل گیا۔ اور دونوں میاں بیوی بےغل و غش زندگی بسر کر رہے تھے۔

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)